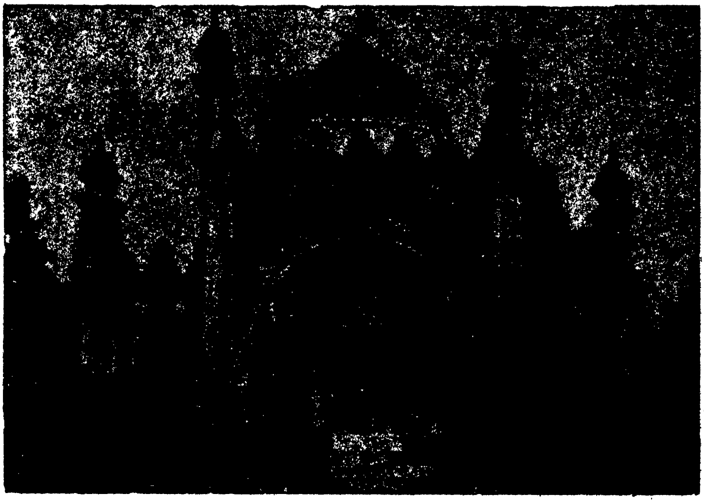
الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانیِ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیرانِ اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ خواجہ عبدالغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

قیمت پانچ روپے (ممالک غیر کیلئے ... آٹھ آنے ... سالانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اللہ اکبر — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ، امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن**۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد**۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک**۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع**۔ (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ، امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں بہت ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد نمبر ۳۰ | بابت ماہ محرم سنہ ۱۳۶۳ ھ م۔ جنوری سنہ ۱۹۴۴ ء | نمبر ۱

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

تفسیر صفات یزدانی

۱۹۷۸

{از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان}

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے اور بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ

کہہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے معبود کی پیچھے ہٹ جانیوالے کے وسوسکی

الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (الناس)

شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔

اس سورۂ شریفہ میں تین جماعتوں کا ذکر ہے خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں خواہ ہمارا توہم ان کو اس دنیا سے متعلق کردے جو ہمارے لئے مشہود و محسوس نہیں ہیں (من الجنۃ والناس) اولاً ہم بعض انسانوں کو اپنا اَن داتا یعنی روزی دینے والا سمجھ لیتے ہیں۲ بلکہ بسا اوقات ان کو راضی کرنے کے لیئے اپنے ضمیر کے خلاف بھی عملدرآمد کرتے ہیں۔ ایسا ہی بعض انسانوں کو ہم اپنا حاکم اور مالک سمجھ لیتے ہیں اور ان سے اس طرح ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں جس طرح غلام اپنے آقا یا سپاہی اپنے افسر اعلیٰ سے ان کی طرف سے ہمارے دل میں ایک قسم کا خوف ہوتا ہے جس سے شان بے نیازی تو درکنار ضمیر کی آزادی بھی مفقود ہوجاتی ہے۔ بعض وقت ہم دوسرے انسانوں میں الٰہی طاقتیں تسلیم کرکے ایک طرح سے ان کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔ ان کو خدا کا ایجنٹ سمجھ کر اپنی زندگی ان کے ہاتھ میں سونپ دیتے ہیں اس حالت میں ضمیر کی آزادی کے معنی صرف یہ رہ جاتے ہیں کہ جو بات وہ لوگ کہیں اس پر عمل کرنا ہمارے لئے فرض ہوجاتا ہے۔ گویا ایک حیوان کی طرح ہم اپنی گردن میں رسی ڈال کر اس کا سرا ان کے ہاتھ میں دیتے ہیں، اور جانوروں کی طرح ان کے اشارہ پر چلتے ہیں، قرآن نے بھی ایسے لوگوں کو چارپایوں ہی سے تشبیہہ دی ہے یہ رنگ مسلمانوں کے اندر مروجہ پیری مریدی نے پیدا کر رکھا ہے۔

۲ ان کی خوشنودی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھتے ہیں۔

ان حالات میں نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہم انسانیت سے تنزل کر کے حیوانیت میں داخل ہو جاتے ہیں، اور آیندہ ترقی کی تمام راہیں ہم پر مسدود ہو جاتی ہیں۔ انہی مذکورہ بالا خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ رب الناس (اَن داتا) میں ہوں ملک الناس (حاکم) میں ہوں اور الٰہ الناس (معبود) میں ہوں پس تم میرے سوا کسی سے تعلق نہ رکھو اور ان خطرات سے بچنے کے لئے میری پناہ میں آجاؤ۔ اس حقیقت کی تشریح میں ایک اور جگہ قرآن کریم نے فرمایا **ولا تخشوھم واخشونی** یعنی تم میرے سوا کسی اور سے مت ڈرو پھر فرمایا **وللہ خزائن السموات والارض** یعنی زمین و آسمان کی دولت اور مال میرے قبضہ میں ہے جس کو چاہوں دے دوں، چنانچہ ایک اور جگہ کہا **تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر** یعنی ممالک دنیوی کا مالک تو میں ہوں جسے چاہوں بادشاہت دوں اور جسے چاہوں بادشاہت سے الگ کر دوں، عزت اور ذلت بھی میرے ہی ہاتھ میں ہے چنانچہ دس پندرہ سال کے واقعات عالم نے تو اس آیت کی مجملاً تفسیر کر دی لیکن خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ دست خیر سے کرتے ہیں یعنی اس عزت کا مستحق اسی کو ٹھہراتے ہیں جو اپنے آپ کو اس خیر کا مستحق بنائے ہم کسی اندھا دھند اصول پر یہ تقسیم عزت و ذلت نہیں کرتے۔

قرآن نے توحید کی حقیقت یہ بتائی ہے کہ انسان دنیا میں اللہ ہی کا ہو کر رہے وہ اپنی نفسانیت یا انانیت سے کام ہی نہ لے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کا ہر خلق، خلق الٰہی کی تتبع میں ہو۔

اگر کیریکٹر کی رفعت ان اخلاق کے جمع ہونے سے پیدا ہوتی ہے جو اپنی نظیر آپ ہی ہوں تو پھر اس مقام پر دیکھنا یہ ہے کہ قرآن نے تعمیر سیرت کی بنیاد تو اخلاق الٰہیہ سے وابستہ کی ہے، آیا وہ اخلاق انسان میں رفیع الشان کیریکٹر پیدا کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں ان صفات الٰہیہ مذکورہ کو قرآن میں سے بعض صفات کا مختصراً ذکر کر کے یہ دکھاؤں کہ اگر ہم ان صفات سے متصف ہو جائیں۔ تو پھر زمین پر انسان نہ ہوں گے بلکہ کوئی ایسی مخلوق ہو گی جو تمدن کے عرش بریں پر پہنچی ہوئی ہو گی۔ یوں تو کسی مذہبی کتاب کو یا اس زمانہ کی اخلاقی کتاب کو اٹھا کر دیکھ لیا جائے ان میں چند اخلاق کا ذکر موجود ہو گا لیکن اخلاق ستودہ کا خدا کی طرف منسوب کر کے ان کی پیدائش

کے لئے تربیت و تعلیم کا سامان کرنا اور تعمیرِ اخلاق کے لئے اس اصول پر ایک نظام ابلغ بنانا اور اس کے حصول کے لئے سُنن و شرائع تجویز کرنا اور ہر امر کو معقول رنگ میں پیش کرنا، یہ قرآن ہی کا حصہ ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے، اور اگر تمدنِ انسانی، مادی اور اخلاقی ہر دو ترقیات سے وابستہ ہے اور اس راز کو قرآن کریم ہی نے کھولا تو اس کی تکمیل بھی اس مقدس کتاب نے کی ہے۔

تعمیرِ اخلاق کے مسئلہ کو سامنے رکھکر میں اخلاق کی تقسیم، اُن امورِ مختلفہ کے لحاظ سے کرتا ہوں، جنہیں یکے بعد دیگرے قرآن کریم نے بطور حسنات قرآن میں شمار کیا ہے۔

قرآن حکیم نے جس بات کو پہلی نیکی ٹھہرایا ہے، وہ علم ہے، اور میں کسی اور جگہ دکھا چکا ہوں کہ ترقی جسمانیات کے بعد جس عالم میں انسان داخل ہوتا ہے اُسے ادراکیات سے تعلق ہے اور اس کے لئے جس چیز کا ہونا ضروری ہے وہ علم ہے، اس بات کو سامنے رکھکر قرآن کریم نے خدا کے اسمائے حسنہ ذیل میں بیان کئے ہیں:۔

عالم الغیب۔ علیم۔ لطیف۔ حکیم۔ بصیر۔ سمیع۔ خبیر۔ ان لفظوں کے معانی لکھنے سے پہلے، یہ امر قابلِ غور ہے کہ خدا تعالےٰ کے اکثر نام اور یہ اسماء وزنِ "فعیل" پر آئے ہیں، اس "باب" کا یہ خاصہ ہے کہ جس صفت کا موصوف میں ذکر کیا جاتا ہے وہ اس میں طبعی ہوتی ہے جو اس سے کسی وقت جُدا نہیں ہو سکتی۔ مثلاً عالم اور علیم۔ عالم ہونا ایک عارضی امر ہے یعنی کسی علم کے حصول پر ایک شخص عالم کہلا سکتا ہے لیکن علیم وہ ہے جس کی ذات ہی میں علم شامل ہو۔ الغرض جس قدر صفاتِ الٰہیہ اس باب سے آئی ہیں ان سے یہ مراد ہے کہ وہ صفات خدا تعالےٰ کی ذات میں ہر وقت موجود ہوتے ہیں، اور کمالِ انسانی اس وقت ہوگا کہ گو اس کی صفات عارضی ہوں لیکن آخرکار ان میں بھی یہی رنگ ایک حد تک پیدا ہو جائے۔

عالم الغیب۔ انسان ان معنوں میں تو عالم الغیب ہو نہیں سکتا کہ وہ خدا کی طرح ہر طرح کے اسرارِ غیبی سے واقف ہو جائے، ہاں اس کی علمی استعداد اس کو اس قدر قابل کر سکتی ہے کہ وہ کائنات کے بہت سے رازوں سے جو عام نگاہ سے مخفی ہوتے ہیں واقف ہو جائے اسی طرح وہ عالم الغیب ایک حد تک مجازاً ہو سکتا ہے۔

علیم۔ انسان علیم اسی وقت ہو سکتا ہے جب علومِ مختلفہ سے آراستہ ہو اور ہر علم میں اسے

دستگاہ کامل حاصل ہو۔

لطیف۔ لطیف کے معنی گو بہت سے ہیں لیکن جن معنوں کا تعلق علم سے ہے وہ صاحب علم کی وہ باریک نگاہ ہے جس کے ماتحت وہ پیچیدہ سے پیچیدہ اور مشکل سے مشکل معاملات کی تہ میں چلا جائے۔

حکیم۔ حکمت کے معنی انگریزی میں سائنس ہیں۔ حکیم وہ انسان ہے جو مختلف سائنسوں میں ید طولےٰ رکھتا ہو۔

بصیر۔ بصیر وہ انسان ہوتا ہے جو ہر شئے کو بامعان نظر دیکھے جس کے مشاہدات اُسے مختلف چیزوں کے متعلق صحیح علم دے کر، ایک صحیح رائے پر قائم کر دیں، اور جب کبھی وہ کسی معاملہ میں رائے دے تو وہ صائب ہو، اور نظائر فطرت آٹھوں پہر اس کے سامنے ہوں اور وہ چشم بصیرت سے ان حقائق کو دیکھ سکے جن کی طرف وہ نظائر فطرت اشارہ کرتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم نے بھی بارہا انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے۔

سمیع۔ سمیع سے مراد عام سننے والا نہیں، بلکہ جس کے کان آٹھوں پہر کھلے ہوئے ہوں جو کچھ کہ اس کے ماحول حتیٰ کہ دنیا میں ہوتا ہو وہ اس کی سماعت میں آجائے، ایک انسان میں یہ رنگ سماعت ظاہری حواس سے تو حاصل نہیں ہو سکتا، لیکن تار برقی، لاسلکی، پیغام رسانی یا اشراقی تعلیمات جس کو انگریزی میں ٹیلی پیتھی کہتے ہیں، وغیرہ کی بنا پر ایک انسان مجازاً سمیع کہلا سکتا ہے۔

خبیر۔ خبیر بھی وزن فعیل پر ہی ہے۔ اس سے مراد وہ باخبر انسان ہے جو ہر چیز سے خبردار ہو، آج اس صفت سے متصف اگر کوئی قومیں یا اشخاص نظر آتے ہیں وہ مغربی لوگ ہیں۔ جن کی خبر رسانی کے ذرائع اس قدر وسیع ہیں کہ جو بات مثلاً آج چین میں ہوتی ہے اور خفیہ سے خفیہ طریق پر ہوئی ہے اس کا علم مغرب کے مدبرین کو ضرور ہو جاتا ہے۔ مقام غور ہے کہ علم کے یہ سات شیون اگر انسانوں میں پیدا ہو جائیں تو ان کا تمدن کس مقام پر پہنچ جائے۔

علم کے بعد جو بات انسانی کیریکٹر کی تکمیل کے لئے ازبس ضروری ہے وہ یہ کہ انسان اپنی ہم چشموں میں صاحب قوت یا معزز اور مقتدر نظر آئے اور مجازی طور پر اس میں ربانی عظمت وجبروت کا رنگ پایا جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ بادشاہ اور حاکم ہی ہو یا دولت وثروت کے لحاظ سے دوسروں

سے بدرجہا زیادہ ہو جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ کہ اس میں علوم نفس ہو، اور تعزز ذاتی کے خیال سے وہ ان اخلاق فاضلہ کو حاصل کرے، جن کی بدولت دوسروں سے ممتاز نظر آئے۔ اور وہ اُس کے آگے سر جھکائیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے منجملہ اسمائے حسنہ، اسمائے ذیل تجویز کئے ہیں:۔

الجبّار، القہار، المتکبّر، العظیم، الاعلیٰ، الکبیر، الجلیل، المجید
القوی، القادر، المقتدر، المتعال، قدیر۔

پیش ازیں کہ ان اسمائے حسنہ کی تشریح کی جائے یہ بات ہر طالب حق کو یاد رکھنی چاہیئے کہ اوّل تو جب ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں آتے ہیں تو ان کے معانی میں بہت فرق ہو جاتا ہے اس لئے یہ امر ضروری ہے کہ ہر لفظ کے معنی وہی لئے جائیں جس کے لئے عربی زبان نے اسے وضع کیا ہے اور اس بات کا لحاظ نہ کیا جائے کہ اُردو زبان یا کسی اور زبان میں اصلاح عامہ نے ان کے کیا معنی کئے ہیں۔ مثلاً لفظ مکر۔ متکبّر، قہر وغیرہ کے جو معانی اردو زبان نے تجویز کئے ہیں، ان میں بدی اور برائی کا پہلو موجود ہے، حالانکہ عربی زبان میں ضروری نہیں کہ یہ بات ہو۔ علاوہ ازیں جب کوئی لفظ انسان کے متعلق بولا جائے، تو اس کے وہ معنی نہیں ہوتے، جب وہی لفظ خدا کے متعلق بولا جاتا ہے۔ اس تمیز کو قائم رکھنے کے لئے ہر ایسے لفظ کے پہلے عموماً الف لام تعریفی آجاتا ہے جو اس لفظ کو بطور صفت خدا کی ذات سے مختص کر دیتا ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا کے متعلق ان الفاظ کے معنی کسی عربی لغات نویس نے آج تک تجویز نہیں کئے، بلکہ قرآن کریم نے ایسے لفظوں کی تفسیر خود کر دی۔ علاوہ ازیں ایّام جاہلیت کے لٹریچر میں جب وہ الفاظ اللہ کے متعلق استعمال ہوئے تو وہاں بھی علی العموم وہی معنی لئے گئے ہیں۔ اسی کے ضمن میں مَیں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے جس کی ذات وصفات مجہول الکنہ ہے اور انسانی فہم سے بالاتر ہے قرآن کریم میں اپنے وہ صفات بھی شمار کئے ہیں جن کی پیروی ایک نہ ایک رنگ میں انسان بھی کر سکتا ہے لیکن جو بات قابل امتیاز و میم ہے وہ یہ ہے کہ خدا کی صفات میں ذمّ کا کوئی پہلو نہیں ہے، وہی صفت جو انسان میں آکر بعض کیفیات پیدا کر دیتی ہے انہیں خدا کی ذات سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسے الفاظ کے جو معنی اچھے رنگ میں لیے جاتے ہیں انہی کو خدا تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے ان صفات کا

نام "اسمائے حسنہ" رکھا ہے، یعنی ان میں محض حسن اور خوبی ہی پائی جاتی ہے، بدی یا برائی کا شائبہ بھی نہیں، چنانچہ ان اسمائے مذکورہ بالا میں، جو قوت قدرت اور عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں بعض ایسے بھی ہیں جو بلحاظ صفات انسانی اپنے اندر مذموم پہلو بھی رکھتے ہیں، گو یہ اسماء وسیع المعانی ہیں لیکن ان کی تشریح میں میں نے یہاں صرف ایک ہی پہلو کو مدنظر رکھا ہے یعنی جس کا خاص اثر انسانی اخلاق کی تعمیر پر پڑتا ہے۔

ان اسماء میں العظیم، الاعلیٰ، المتعال، الکبیر، ہر قسم کی عظمت اور بڑائی پر دلالت کرتے ہیں جسے ہم نے انسانی کمال کے ہر شعبہ میں حاصل کرنا ہے۔ لیکن جبار اور قہار دونوں اس قوت و شوکت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن سے ان صفات کا موصوف فضیلت حقہ کے ذریعہ دوسروں پر غالب آکر اپنی منشاء کے مطابق انہیں چلائے ہاں اس میں ظلم و تحکم کو راہ نہ ہو بلکہ ہر امر میں حق و راستی اور معقولیت کا رنگ ہو یہی بات خدا کی حکومت اور اس کے جبروت و قہاریت میں ہے۔ قہر و جبر سے مراد حقیقی غلبہ ہے۔ اسی طرح المتکبر جس عظمت کی طرف اشارہ کرتا ہے اس کی ضروری شان یہ ہے کہ وہ خیر و خوبی میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔ اور اس میں نخوت و غرور کا شائبہ تک نہ ہو القوی وہ ہے جو جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں میں قدرت تامہ رکھتا ہو۔ المقتدر اس قوت خاصہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ان مہمات عالیہ کے سرانجام دینے میں ضروری ہیں جن میں قوت اور اہلیت کی ضرورت ہے یعنی یہ وہ قوت ہے جس سے مشکل اور اہم امور رسطے ہوتے ہیں۔ اور انسان میں ہر مصیبت کے مقابلہ کے لئے شجاعت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے اسماء الٰہیہ میں شجاع کا ذکر نہیں آیا کیونکہ شجاعت کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب مدمقابل کو صاحب قوت تسلیم کیا جائے، خدا کے مقابل تو کوئی ہستی بھی یہ حقیقت نہیں رکھتی۔ ہاں ان صفات بالا کی تتبع میں طبعاً انسان کے اندر شجاعت پیدا ہو جاتی ہے القدیر میں عقل و حکمت پر کامل دسترس ہونی چاہیئے۔ اسمائے حسنہ میں الجلیل بھی آیا ہے اور خدا تعالےٰ کو جلیل اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے عظیم الشان چیزیں پیدا کی ہیں، اور اس کی عظمت اس درجہ رفیع الشان ہے کہ وہ انسانی وہم و گمان میں نہیں آسکتی یعنی وہی انسان صاحب جلال کہلا سکتا ہے جس نے عظیم الشان کام کئے ہوں، اور بڑی بڑی چیزیں پیدا کی ہوں جنہیں دیکھ کر دوسروں کی نگاہ میں ان کی عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔ المجید بھی عظمت ہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لیکن یہ وہ بڑائی ہے

جو فیاضی اور نفع رسانی سے دنیا میں قائم ہوسکتی ہے۔

اب مقام غور ہے کہ کہنے کو تو یہ چند اسماء قرآن کریم نے گن دیئے اور ان سب میں عظمت، علوشان، جبروت اور کبریائی کا ایک مشترکہ رنگ ہے۔ لیکن قرآن کریم نے تو ہر ایک عظمت کے ساتھ جو کسی اسم حسنہ کے مفہوم میں ہو، کوئی نہ کوئی خاص صفت رکھی ہے۔ کسی میں عقل وحکمت کی طرف اشارہ ہے، کوئی امور جسیمہ کے سرانجام دینے کی قابلیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، کوئی کارہائے نمایاں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بعض میں روحانی قوت۔ فیاضی وسخاوت اور خیر وخوبی ضروری ہے اور ان میں کوئی اسم پاک ایسی عظمت کا اشارہ نہیں کرتا جو کسی رنگ میں مذموم ہو، یہی وہ باتیں ہیں جو ایک حد تک انسان کی قدرت میں ہیں۔ پھر اگر انسان ان اسماء کو اپنے سامنے رکھ لے اور ان کی پیروی کی کوشش کرے تو اس کی عظمت وشوکت قوت بہیمیہ سے تعلق نہ رکھے گی جیسے کہ آجکل متمدن انسانوں کا مایۂ ناز یہی قوت بہیمیہ ہوتی ہے، بلکہ اس کی اس عظمت کا تعلق علم وادراک سے ہوگا۔ اور علم وہ قوت ہے جس کا لوہا ہر کہ ومہ کو ماننا پڑتا ہے۔

عظمت وعلوشان کے بعد انسان کو وہ باتیں بھی اختیار کرنی چاہئیں جن سے اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ اور قائم رہے۔ اس بات کے پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں جن صفات کو انسان کے سامنے پیش کیا ہے اسے حیّ القیّوم سے تعبیر کیا ہے اور یہ وہ رنگ ہے جو انفرادی چھوڑ اجتماعی طور سے قوموں میں پیدا ہونا چاہیئے تاکہ قومیں دنیا میں صاحب استقلال ہوں اور زندگی جاوید اور بقائے دوام حاصل کریں۔

قرآن کے نزول کی ایک منشاء یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس پر چلنے والوں میں حیّ وقیّوم کا رنگ پیدا ہو جائے۔ اسی کو آجکل کی اصطلاح میں استقلال قومی کہتے ہیں، چنانچہ سورہ آل عمران خدا کی صفات حیّ وقیّوم ہی سے شروع ہوئی ہے، اور اس سورہ شریفہ نے ان اصولوں کا ذکر کیا ہے جن سے کسی قوم میں یہ رنگ پیدا ہوسکتا ہے۔ اور بقائے دوام کا تاج ان کے سر پر زیب دیتا ہے، یوں تو اس صفت کے حصول میں بہت سی باتوں کا پیدا ہونا ضروری ہے جن کی تصریح کتاب حکیم نے کی ہے لیکن ہم اسجگہ مختصراً صرف اُن امور کا ذکر کرتے ہیں جن کی تشریح قرآن کریم نے آیت الکرسی میں فرمائی ہے اور اس آیت کے شروع میں ان دو صفات (الحی القیوم) کا ذکر کرکے ان امور کا ذکر کیا ہے جو ان صفات کے حامل

میں ہونا لازمی ہیں، وہ آیات شریفہ حسب ذیل ہیں :-

اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ۚ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ۚ لہ ما فی السموات وما

اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ خود قائم قائم رکھنے والا ہے اس پر نہ اونگھ غالب آتی ہے اور نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں

فی الارض ۚ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ۚ یعلم ما بین ایدیھم وما

میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ کون ہے جو اس کے پاس سوائے اسکی اجازت کے سفارش کرے وہ جانتا ہے جو کچھ اس کے سامنے

خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ۚ

ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے

ولا یؤدہ حفظھما ۚ وھو العلی العظیم ○ (البقرۃ آیت ۲۵۵)

اس کا علم آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے اور ان دونوں کی حفاظت اس پر بوجھ نہیں اور وہ بہت بلند عظمت والا ہے

ان آیات شریفہ میں چند باتیں نہایت قابل غور و فکر ہیں جن کے بغیر کسی انسان یا بادشاہ یا قوم میں یہ رنگ پیدا نہیں ہو سکتا۔

خدا تعالیٰ نے ان صفات کے ضمن میں اپنے متعلق یہ فرمایا کہ نہ مجھ پر نیند غالب آتی ہے نہ اونگھ۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ مجازی طور پر وہی شخص حی و قیوم ہو سکتا ہے جس میں کامل درجہ کی بیداری ہو یعنی اس قسم کی بیداری ہو کہ مجازاً اس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ اس پر اونگھ تک غلبہ نہیں پاتی۔ اسکے بعد فرمایا کہ اس کے قبضۂ قدرت میں زمین و آسمان ہے یعنی استقلال اس قوم میں پیدا ہو سکتا ہے جو صاحب ملک ہو پھر فرمایا کہ معاملات حکومت طے کرنے میں وہ کسی کی سفارش نہیں سنتا یہ بات تو صحیح ہے کہ کسی نہ کسی کی بات بنوع سننی ہی پڑتی ہے، اسلئے اس آیت میں الا باذنہ کہا یعنی کسی کو اس کے آگے سفارش کی مجال نہیں مگر بعض حالات میں بعض اشخاص صرف اسی سے اذن پا کر سفارش کر سکتے ہیں لہٰذا وہی شخص یا قوم دنیا میں اپنی قوت ہمیشہ قائم رکھ سکے گی جس کے آگے کسی کو سفارش کی جرأت نہ ہو۔ ہاں حالات خاصہ میں ایسا ہو سکتا ہے اسی طرح اس شخص کا علم بھی اس قدر وسیع ہو کہ کوئی امر اس کے حیطۂ علم سے باہر نہ رہ سکے اور اپنے معاملات کے نشیب و فراز میں وہ ہر ایک کو اپنا رازدار نہ بنائے۔ اور انتظام معاملات میں کبھی نہ تھکے۔ انفرادی رنگ میں تو یہ آیت بہت کم اشخاص پر صادق آسکتی ہے لیکن جو اقوام دنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہیں ان کے ارباب حکومت میں یہ رنگ ہونا چاہیئے۔　　(باقی دارد)

حکیم الفارابی کے سیاسی نظریات

{بقلم جناب پروفیسر ہارون خانصاحب شیروانی}

گزشتہ سے پیوستہ

باہمی ترک حقوق کا نظریہ یہ بات لائق غور ہے کہ ہابز کئی صدی پہلے فارابی نے وہ اصول پیش کئے، جن کی بناء پر لوگ ترک حقوق باہمی پر راضی ہوجاتے ہیں۔ عدل و انصاف کے قیام کا انتظام بدیں وجہ ضروری ہے کہ بعض لوگ ظالم، خودسر اور عیار ہوتے ہیں، اور بعض طبعاً جسمانی یا دماغی اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں۔ جب لوگ اس حقیقت کا احساس کرتے ہیں کہ ان اختلافات کی حالت میں سوسائٹی کا قیام ناممکن ہے، تو وہ باہمی مشورہ کرتے ہیں اور ہر فرد، دوسرے کے حق میں اس طاقت سے دستبردار ہوجاتا ہے جس کی بدولت اُس نے دوسروں پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ اور ہر فرد اقرار کرتا ہے کہ میں جماعت میں صلح کے ساتھ رہوں گا اور، دوسروں کی اشیاء پر، بعض شرائط کے بغیر قبضہ نہ کروں گا پس یہ باہمی ترک حقوق کا معاہدہ، پُرامن زندگی اور مملکت کے معاملات کی استواری کا ضامن بن جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص، آبادی کے کسی حصہ پر ظلم کرتا ہے تو، دوسرے لوگ اس شخص کے خلاف کمربستہ ہوجاتے ہیں اور تعاون کی بدولت اپنی آزادی قائم رکھتے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ یورپ میں ہابز اور اس کے ہمخیالوں نے جو اصول پیش کیا تھا، فارابی کا نظریہ اس سے بہتر ہے کیونکہ، مملکت کی عارضی بنیاد بنانے کے عوض فارابی اس نظریہ کو مملکت کے تمام معاملات کی بنیاد قرار دیتا ہے، اور اس طرح طبقات انسانی کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔ پس اس طرح وہ ان لوگوں کی دلیل کا وزن بہت کچھ کم کردیتا ہے جو مملکت کی وضعیت کے اصول سے متفق نہیں ہوسکتے اور مملکت کا ایک وضعی اور مطلق العنان حاکم بنانے کے بجائے، جس کے سامنے لوگ مجبور محض ہونگے، جیسا کہ ہابز ہمیں بتاتا ہے، فارابی لوگوں کو ان کی طاقت سے بہت پہلے خبردار کردیتا ہے، انہیں متحد کرتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کا خاتمہ کرسکیں جو سازش کے ذریعہ سے انہیں حریت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔

اقتدار اعلیٰ

اب ہم حاکم کی ذات سے، یا جدید سیاسی مفکرین کی اصطلاح کے مطابق اقتدار اعلیٰ کی نوعیت سے بحث کرتے ہیں۔ اگرچہ افلاطون نے، اپنی کتاب جمہوریت اور قوانین میں،" اپنے خیالی شہر کی طرز حکومت کو معین کر دیا تھا اور ایک ہمہ دان اور صاحب اختیار مطلق شخص کو اس کا فرمانبردار قرار دیا تھا لیکن جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ ان خوبیوں کا انسان نہیں مل سکتا تو اس نے کتاب قوانین میں اس کے بجائے حکومت کا انصرام، ایک مجلس کے سپرد کر دیا، جس کے ارکان کو ایسی تعلیم دی جائے کہ وہ بہترین حکمران ثابت ہو سکیں۔ فارابی قیادت کے فرائض کی نوعیت سے اپنی بحث شروع کرتا ہے اور ناظرین کتاب کو بتاتا ہے کہ اس منصب کے لیئے وہ شخص موزوں ہے جس میں صحیح نتائج اخذ کرنے کی لیاقت موجود ہو۔" بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں دوسروں کے مقابلہ میں نتائج اخذ کرنے کی زیادہ لیاقت ہوتی ہے لیکن بعض اپنے نتائج کو دوسروں تک زیادہ آسانی کے ساتھ پہنچا سکتے ہیں، نتائج اخذ کرنے کی طاقت، در اصل قیادت کی اصلی بنیاد ہے کیونکہ جو لوگ قضایائے معلومہ سے نتائج اخذ کر سکتے ہیں وہ ان لوگوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں جن میں یہ قوت موجود نہیں ہوتی۔ لیکن جو لوگ اپنے اخذ کردہ نتائج سے دوسروں کو آگاہ نہیں کر سکتے، ان میں قیادت کی صلاحیت نہیں ہوتی، یہ ضروری نہیں کہ ایک قاید، اپنی جماعت کی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کر سکے۔ بلکہ وہ صرف ان لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے جن میں نتائج اخذ کرنے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کی کم صلاحیت ہوتی ہے۔ اس طرح ایک ہی شعبہ میں ایک قاید اعلیٰ اور ایک قاید ادنیٰ ہو سکتا ہے کیونکہ اعلیٰ، ادنےٰ کی رہنمائی کرے گا، اور ادنےٰ ان کی رہنمائی کرے گا جو ذہنی طور سے اس سے کمتر ہیں۔

اب ہم رئیس الاول یعنی مملکت کے قاید اعلیٰ کی نوعیت سے بحث کریں گے۔ یہ وہ شخص ہو سکتا ہے جو اپنی فطرت اور تربیت کے لحاظ سے، دوسروں کی رہنمائی کا محتاج نہ ہو، اور اس میں مشاہدہ اور اپنے افکار دوسروں تک پہنچانے کی فطری صلاحیت ہوتی ہے۔ اس مقام پر فارابی نے وہ اصول بیان کیا ہے یعنی نظریۂ اقتدار اعلیٰ، جو بوڈن نے سترہویں صدی میں یورپ کے سامنے پیش کیا تھا لیکن اول الذکر کا حکمران، آخر الذکر سے زیادہ معقول اور غالباً زیادہ صاحب اقتدار ہے، اور جان آسٹن کے تصور حکمران سے زیادہ قریب ہے۔ فارابی کہتا ہے کہ قاید یا حکمران اعلیٰ سے برتر شخص کسی مملکت میں نہیں کیونکہ اگر ایسا شخص موجود ہے، تو پھر وہ قاید اعلیٰ ہوگا، اور دوسرا قاید ادنیٰ قرار پائے گا۔

اگر قاید اعلیٰ، بہترین حکومت کا بہترین افسر اعلیٰ ہے، تو وہ مملکت میں، ہر شخص کے اعمال پہ نگرانی کر سکتا ہے اور عقل منفعلہ کا مالک ہوگا، عقل مستفاد کے علاوہ۔ اور جب عقل فعال، ان دونوں عقول کو سرگرم عمل کرے گی، تو ایسا شخص فارابی کے زاویہ نگاہ سے، مملکت کا بہترین حکمران ثابت ہوگا۔ وہ کہتا ہے کہ قدماء یعنی اہل یونان نے حکمران کا تصور اس قدر بلند قرار دیا کہ معمولی انسان اس منصب کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اور صرف برگزیدہ خدا، اس مقام پر فائز ہو سکتے ہیں وہ افلاطون کی طرح حکیمانہ طرز اختیار نہیں کرتا بلکہ اپنے خیالی حکمران کی بارہ صفات بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کسی شخص میں یہ تمام صفات مجتمع ہو جائیں گی تو وہ روئے زمین پر حکومت کر سکتا ہے۔ وہ صفات حسب ذیل ہیں:۔ (۱) قوائے جسمانی میں کمال (۲) اعلےٰ پایہ کی دانش وفہم ہر بات کو سمجھنے کی لیاقت (۳) زبردست قوتِ حافظہ (۴) بغیر دلیل بات کی تہ کو پہنچ جانا، اپنی بات دوسروں تک بجنسہٖ حسب منشائے قلبی پہنچانے کی لیاقت (۵) حصول علم کا زبردست جذبہ (۶) لہو ولعب سے احتراز (۷) بسیار خوری، شراب نوشی اور مباشرت کی کثرت سے اجتناب (۸) سچ سے اُلفت اور جھوٹ سے نفرت (۹) وسعت قلبی اور محبت نوع انسانی (۱۰) عدل سے اُلفت اور ظلم سے نفرت، اور بغیر کوشش کے سب کے ساتھ عدل کرنا، (۱۱) جس کو یعنی جس بات کو وہ کرنے کے لائق سمجھے اُسے بلا خوف وخطر کر سکے (۱۲) مال و دولت کی فراوانی۔

فارابی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ یہ تمام محاسن فرد واحد میں جمع نہیں ہو سکتے اسلئے وہ کہتا ہے کہ اگر کسی شخص میں پانچ یا چھ صفات بھی موجود ہوں تو وہ انسانوں کا لیڈر بن سکتا ہے۔ اور اگر کسی شخص میں پانچ یا چھ صفات بھی نہ پائی جائیں تو پھر وہ شخص قیادت کے لئے موزوں ہوگا، جس نے ان صفات کے حامل کے زیر اثر تربیت پائی ہو، گویا وہ اس رنگ میں قیادت موروثی کا بھی قائل ہے بشرطیکہ خلف نے سلف کے نقش قدم پر زندگی بسر کی ہو۔ اور اگر ایسا شخص بھی نہ مل سکے تو پھر قیادت کا منصب، دو یا بیش از بیش پانچ افراد کی مجلس کے سپرد کیا جائے جن میں یہ صفات پائی جاتی ہوں لیکن ان میں سے ایک شخص حکیم (فلسفی) ضرور ہو یعنی ایسا شخص جو افراد مملکت اور مملکت دونوں کی ضروریات سے آگاہ ہو۔ ایسا شخص ہر طرز حکومت کے لئے ناگزیر ہے اور اگر کسی مملکت میں ایسا شخص موجود نہ ہو تو اس کا تباہ ہو جانا یقینی ہے۔

اگرچہ اس مسئلہ میں فارابی نے بڑی حد تک تخیل پسندی کا ثبوت دیا ہے لیکن اس بات کا اعتراف لازمی ہے کہ وہ، اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ، صفات مذکورہ بالا کا حامل اس دنیا میں بمشکل ہی مل سکتا ہے اسی لئے اس نے متبادل صورتیں پیش کی ہیں۔ اولاً یہ کہ قابل افراد کی ایک مجلس مقرر کی جائے جو اس قدر قابل ہوں کہ حکومت کا انتظام کر سکیں، اور حکمران کے کاموں کی نگرانی کر سکیں، اور انہیں رعایا کے احساسات کا پورا پورا علم ہو اور وہ مملکت کے بنیادی قوانین کا احترام کر سکتے ہوں، مثلاً اس کی تجویز افلاطون کی تجویز سے زیادہ قابل عمل ہے کیونکہ وہ یہ کہتا ہے کہ اگر بہترین حکمران نہ مل سکے تو چند ایسے محافظ مملکت مقرر کئے جائیں، جو مختلف خوبیوں کے حامل ہوں علاوہ بریں فارابی یہ بھی کہتا ہے کہ وہ افراد، سابق سرداروں کے مقرر کردہ قوانین کا بھی احترام کریں۔ میں نے مملکت اور اقتدار اعلیٰ کے متعلق فارابی کا نظریہ وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا ہے کیونکہ وہ اس کے زمانہ میں خلافت کے حالات سے بہت مطابقت رکھتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے خلیفہ اس زمانہ میں، اپنے قابل وزراء کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا تھا اور تمام سیاسی اقتدار ترکی یا ایرانی افسروں کے ہاتھ میں تھا جو، ترکستان سے لیکر مغربی حدود خلافت تک سیاہ وسفید کے مالک بن گئے تھے۔ فارابی نے حکومت کی بنیادی کمزوریوں کا جائزہ لیا اور بہترین حکمران کے صفات معین کئے تاکہ حقیقی اور بالفعل حکمران میں موازنہ ہو سکے۔ علاوہ بریں وہ بغداد کو چھوڑ کر سیف الدولہ کے دربار میں اسی لئے چلا گیا تھا کہ سیف الدولہ کی ذات میں اُسے بہتر حکمران نظر آیا، ان خلفاء کے مقابلہ میں، جو وزیروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے اور ان میں حکمرانوں کی صفات بالکل مفقود ہو چکی تھیں

مملکت کا اندرونی نظام

فارابی صرف اس بات سے مطمئن نہیں کہ مملکت کا حاکم اعلےٰ، عمدہ صفات کا مالک ہو بلکہ وہ مملکت کی اندرونی تنظیم کو بھی بہت اہمیت دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں، شہریوں کی عظمت، ان کی افتاد طبع اور تربیت پر منحصر ہے۔ اسلئے حکمران کا فرض ہے کہ وہ ملازمت کے بڑے طبقات میں لوگوں کی تنظیم انکی لیاقت کے مطابق کرے۔ مملکت صرف اس وقت صحیح طور پر منظم ہو سکتی ہے جب ہر آسامی پر قابل افراد کا تقرر کیا جائے۔ حکمران کو اس معاملہ میں علت اولی یعنی خدا کی اتباع کرنی چاہیئے کہ اس نے کائنات میں ہر شئے کو اس کی موزوں جگہ پر رکھا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا۔

یہ بیان ہو چکا ہے کہ مملکت کا حاکم اعلیٰ، کسی غیر کا دست نگر نہیں ہوتا لیکن اسکو چھوڑ کر باقی جس قدر افسر ہیں وہ بیک وقت خادم بھی ہیں اور آقا بھی یعنی وہ اپنے افسر کی اطاعت کرتے ہیں اور جو اُن سے کمتر ہیں وہ ان کی اطاعت کرتے ہیں حتیٰ کہ اس طرح ہم سب سے چھوٹے ملازم تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسجگہ فارابی نظام حکومت کو، جسم انسانی سے تشبیہہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جس طرح جسم انسانی میں قلب رئیس الاعضاء ہے اور لازمی ہے کہ وہ ہر طرح کامل ہو اسی طرح رئیس مملکت کو بھی حتی المقدور ہر پہلو سے کامل ہونا چاہیئے۔ قلب، اعضائے جسمانی کے وظائف کا تعین کرتا ہے اور اسکی وساطت سے ہر عضو یہ جانتا ہے کہ میں کس عضو کا خادم ہوں اور کون کون اعضا میرے خادم ہیں اسی طرح قلب مملکت یعنی حکمران کو چاہیئے کہ وہ ارکان سلطنت کے مناصب متعین کرے اور بتائے کہ مملکت کے مختلف طبقات کا باہمد گر رشتہ کیا ہے۔ اعضائے جسمانی جس قدر قلب سے دور ہوں گے اسی قدر ان کی اہمیت بھی کم ہوگی حتیٰ کہ آنت اور مثانہ چونکہ قلب سے دور ہیں اسلیئے وہ دوسروں کے خادم ہیں لیکن ان کا خادم کوئی نہیں، اور قلب کے مقابلہ میں ان کی اہمیت بہت کم ہے۔ اسی طرح ایک منظم مملکت میں حکمران، جملہ ملازمین کا تقرر کرتا ہے اور ان کے مختلف فرائض معین کرتا ہے، اور ان کا مرتبہ اسی قدر کم ہو جاتا ہے جس قدر وہ حکمران سے دور ہوتے جاتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ عضوی قیاسات میں خوبیاں بھی ہیں اور نقائص بھی اور اگرچہ ان سے سیاسی مسائل کی تفہیم میں مدد ملتی ہے لیکن مملکت کے شعبے، جسم کے اعضاء کی طرح میکانکی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہربرٹ سپنسر پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اُس نے، نظام سیاسی کو نظام جسمانی سے کامل تشبیہہ دی ہے۔ فارابی اور غزالی دونوں نے عضوی تشبیہات استعمال کی ہیں۔ غزالی نے اس تشبیہہ سے مملکت کی اخلاقی بنیاد تلاش کی ہے، فارابی نے، مملکت کی لازمی بنیاد ظاہر کی ہے اگرچہ اسکے اجزائے ترکیبی میں صریحاً اختلاف پایا جاتا ہے۔

اشتمالیت اور انفرادیت

اگرچہ فارابی نے، افلاطون کی جمہوریت سے بہت استفادہ کیا ہے لیکن اُس نے افلاطون کی طرح یہ غلطی نہیں کی کہ مملکت کی ہر شئے — حتیٰ کہ عورتیں بھی — مردوں کی مشترکہ ملکیت بنادی جائیں۔ دراصل یہ بالکل واضح ہے، کہ علاوہ ان چیزوں کے، جو سب کی مشترکہ ملکیت ہیں، فارابی شخصی جائداد کا بھی حامی ہے، بایں طور کہ ہر

فرد کو اپنی قابلیت سے فائدہ حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ علاوہ بریں وہ انفرادیت کے فلسفہ کی روح سے آشنا ہے اور کہتا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ انسان فطرتاً دوسرے انسانوں سے نفرت کرتا ہے اور انسانوں میں، جس قدر وحدت پائی جاتی ہے یہ فطری نہیں بلکہ جبری ہے۔ یہ نظریہ اشتمالیت کے خلاف ہے، جیسا کہ فطرت انسانی کے بھی خلاف ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ لوگوں میں بعض واضح مقاصد کے لئے وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس واضح ہے کہ فارابی نظریۂ انفرادیت کو لائق توجہ ہی نہیں سمجھتا بلکہ اس کی اشتمالیت بھی یونانی یا افلاطونی تصور کے خلاف جس کی رُو سے افراد، محض شطرنج کے مہرے بن جاتے ہیں اور مملکت کے افراد کی حیثیت سے تو ان کی انفرادیت باقی رہ جاتی ہے لیکن بذاتِ خویش ان کی کوئی انفرادی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

اجتماعی عمل کے محرکات

فارابی ان اسباب کی تفصیل بیان کرتا ہے جن کی بدولت، انفرادی مملکت یا بقولش حکومتِ جاہلیت، عالم وجود میں آتی ہے یا بالفاظِ دگر وہ اسباب جن کی بناء پر افراد، سیاسی جماعت قائم کرتے ہیں۔ اس کی رائے میں پہلا سبب طاقت ہے جبکہ ایک شخص جس کے پاس اخلاقی یا مادی ذرائع ہوں، کسی جماعت کو اپنا تابع فرمان بنا لیتا ہے۔ اور دوسرا سبب وہ ہے جو مشیختِ قبائلی سے ملتا جلتا ہے، یعنی بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محض توالد ہی، باپ اور بیٹے میں تعاون کا باعث ہو جاتا ہے، پس ایک دادا کی اولاد، دوسرے قبیلہ کے افراد کے مقابلہ میں، باہمدگر زیادہ مربوط ہوتی ہے۔ تیسرا سبب عقد نکاح ہے جس کی بدولت، مختلف قبائل آپس میں مربوط ہو جاتے ہیں اور چوتھا سبب وہ تنظیم ہے جو حکمران کی طرف سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ فارابی نے اپنا نظریہ ترکِ حقوق باہمی مرتب کیا ہے، جس کی رُو سے وہ کہتا ہے کہ سیاسی تعاون صورت پذیر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نظریہ کی بناء پر افراد آپس میں قول و قرار کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اور سب لوگ ایک جماعت کے افراد کی طرح زندگی بسر کریں گے۔ اور بوقت ضرورت اپنی جماعت کو دشمن کے حملہ کے وقت محفوظ رکھیں گے۔ اسی طرح زبان اور رسمِ زندگی بھی، افراد میں ذریعۂ اتحاد قومی بن سکتے ہیں اور سب سے آخر میں اگرچہ کمتر ہیں، جغرافیائی حالات ہیں مثلاً ایک شہر میں رہنا، جس کی بدولت لوگ ایک جماعت بن جاتے ہیں۔ یہ مملکتوں کے قیام اور استحکام کے اسباب کا ایک عمدہ تجزیہ ہے اور اگرچہ فارابی نے ان کو

دوسرے لوگوں کے اقوال کی حیثیت سے بیان کیا ہے جو بہترین مملکت کے علاوہ دوسری مملکتوں میں پائے جاتے ہیں، تاہم وہ یہ کرتا ہے کہ اُن بنیادی اصولوں کا تجزیہ پیش کیا جائے جن کی بنیاد پر اس کے زمانہ میں مملکتیں قائم ہوتی تھیں یعنی اگرچہ وہ بہترین مملکتیں نہیں تھیں، لیکن عملی انسانی ادارے تھے جو درست طور پر کام کرتے تھے۔ اور چونکہ اپنے اندرونی نظام کے اعتبار سے انسانی اداروں میں بہت کم فرق ہوتا ہے، ہمیں معلوم ہو سکتا ہے کہ فارابی کے بیان کا بہت بڑا حصہ آج بھی صحیح ہے جیسا کہ آج سے ہزار سال پہلے تھا۔ ہمیں تعجب ہے کہ اس کے خیالات میں اس قدر جدت کہاں سے پیدا ہوگئی جبکہ ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ان مسائل سے جو حامیان کلیسا، اور حامیان ملوکیت کے درمیان یورپین تاریخ کے ازمنہ وسطیٰ میں زیر بحث تھے بہت پہلے پیدا ہُوا تھا۔

انواع مملکت شہری ریاستوں یا بہترین مملکت کے علاوہ، مملکتوں کی اقسام بیان کرنے کے ضمن میں فارابی ان چند مسائل سے بحث کرتا ہے جو آج بھی زیر بحث ہیں۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، جب وہ بہترین مملکت کے علاوہ دوسری مملکتوں سے بحث کرتا ہے تو دراصل وہ اپنے ذاتی تجارب بیان کرتا ہے اور اگرچہ ان جماعتوں کے نام، ان دو کتابوں میں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں قدرے مختلف ہیں، اس کے فلسفہ کے بنیادی اصول دونوں میں تقریباً یکساں ہیں۔ وہ مملکتوں کو مختلف اقسام میں منقسم کرتا ہے مثلاً مملکت ضرورت، مملکت آسائش مملکت خواہش وغیرہ یعنی شہریوں کے نمایاں مقصد کے مطابق۔ پس مملکت ضروریات میں، حاکم اعلیٰ کا اولین مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ باشندوں کی ضروریات زندگی مہیا کرے اور مملکت خواہشات میں، یہ کہ باشندوں کی زندگی کو عیش و عشرت سے معمور کر دے، اور سامان عیش فراوانی کے ساتھ مہیا کر دے تاکہ وہ خوب کھائیں پیئیں اور چین کریں۔ اور مملکت آسائش میں، باشندے مطمئن ہو جاتے ہیں اگر ان سے یہ وعدہ کر دیا جائے کہ انہیں ہر طرح سامان عیش مہیا کر دیا جائے گا اور وہ اپنی طرف سے یہ یقین دلادیں کہ ان کی خواہشات جائز حد سے تجاوز نہیں کریں گی۔

اس تقسیم کے علاوہ، جو کسی حد تک تخیل پسندی پر مبنی ہے، فارابی اس سیاسی سیرت کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے، جس کی بدولت ایک قوم، دوسری قوموں پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے، وہ اس غلبہ کے اسباب بیان کرتا ہے، اور بتاتا ہے کہ ایک قوم دوسری اقوام پر حصول آسائش و راحت و حفاظت اور دیگر

فرضی ضروریات کی غرض سے تفوق حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مستحکم اور طاقتور مملکتیں چاہتی ہیں کہ وہ دوسری مملکتوں کے ذرائع آمدنی پر قبضہ کرلیں تاکہ اپنی ضروریات بآسانی پوری کر سکیں طاقتور کی یہ فطرت ہے کہ وہ کمزور کو مغلوب کرنا چاہتا ہے اسلئے وہ اقوام جو دوسری اقوام کو اپنا غلام بنانا چاہتی ہیں، اس باب میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ کمزور کو اپنا تابع کرنا جائز بھی ہے اور کمزور کے حق میں مفید بھی ہے اور اقوام مغلوبہ کا فرض یہ ہے کہ اقوام غالب کی بہبود کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ ممکن ہے فارابی کا یہ قول ہمیں مرغوب نہ ہو لیکن ایک تو فارابی کا خود یہ مسلک نہیں دوسرے صدیاں گذر جانے کے بعد آج بھی، اقوام کی ذہنیت تقریباً یہی ہے جو اس نے مدتوں پہلے بیان کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ مدینۃ التغلب (ملوکیت) کے افراد، دوسروں پر جسمانی یا روحانی طور سے تفوق حاصل کرتے ہیں تاکہ اقوام مغلوبہ، جسم اور دماغ دونوں کے اعتبار سے ان کی خادم بن جائیں۔ لیکن ان میں جو بہادر ہیں وہ جب خونریزی کرتے ہیں رو در رو ہوکر، سوتے ہیں یا بھاگتے ہوئے پر حملہ نہیں کرتے، اور حملہ کرنے سے پہلے، اپنے رقیب کو مطلع کر دیتے ہیں۔ ایسی جماعت اس وقت تک آرام نہیں کرتی جب تک وہ ہمیشہ کے لئے غلبہ حاصل نہیں کرلیتی اور دوسری قوم کو غالب آنے کا موقعہ نہیں دیتی۔ وہ ہمیشہ دوسروں کو اپنا دشمن تصور کرتی ہے اور ہر وقت مدافعت کیلئے تیار رہتی ہے۔

استعماریت

اس مسئلہ پر فارابی نے اپنے خیالات صفائی کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ کسی مملکت کے افراد کے لیئے یہ ممکن ہے کہ وہ دنیا کے مختلف حصوں میں منتشر ہوکر آباد ہو جائیں گے، اگر دشمن ان پر حملہ آور ہو یا ان کے ملک میں وبا نمودار ہو جائے یا اقتصادی اعتبار سے دوسری جگہ جاکر آباد ہونا ضروری معلوم ہو۔ مستعمرین کے لیئے دو صورتیں ممکن ہیں، یا تو وہ اس طرح ہجرت کر سکتے ہیں کہ دوسری جگہ جاکر ایک مستقل مملکت قائم کرلیں یا مختلف سیاسی جماعتوں میں منقسم ہو جائیں۔ بہرصورت یہ مستعمرین دراصل، مختلف جداگانہ جماعتیں بنالیں گے کیونکہ ان کی سیرت، طریقوں، اور مقاصد میں یکسانیت ہوتی ہے اور (چونکہ ان میں مقامی عصبیت اور مقامی روایات نہیں ہوں گی) وہ اپنی ضروریات کے مطابق قوانین وضع کرلیں گے، بشرطیکہ اس تبدیلی کے لیئے ان میں اتفاق آراء ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی اکثریت اس امر پر متفق ہو جائے کہ ان قوانین میں، جو وہ اپنے ساتھ لائے ہیں، کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے، اندریں صورت وہ انہی قوانین کو

منضبط کرکے، ان پر عامل ہو جائیں گے۔ اس توضیح سے ظاہر ہے کہ فارابی نے نہ صرف استعمار کا نظریہ پیش کیا ہے بلکہ وہ جمہوری قسم کی حکومت خود اختیاری کا بھی قائل ہے اور اس کا یہ تخیل موجودہ تصور استعماریت سے بہت حد تک ملتا جلتا ہے۔

مملکت کا افسر اعلیٰ فارابی کی تصانیف میں وہ مقام بہت اہم ہے جہاں وہ عام مملکت کے اقتدار اعلیٰ کا بہترین تصور پیش کرتا ہے۔ انفرادی طور پر ان مملکتوں کے اقتدار اعلیٰ کی صفات لازمہ بیان کرنے کے بعد وہ بتاتا ہے کہ بہترین حکمران وہ ہے جو مملکت کے باشندوں کو حریت، آسائش اور طمانیت عطا کر سکے اور خود اپنے لئے، اقتدار یا تفوق کا آرزومند نہ ہو اور صرف اس پر قناعت کرے کہ اس کی زندگی میں لوگ اس کا تذکرہ محبت اور مہربانی کے الفاظ میں کریں اور مرنے کے بعد اسے نیکی کے جذبات سے یاد کریں۔ یہ نصب العین بہت قابل تعریف ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو اس معیار پر پورے اتر سکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی اچھے حکمران کیوں نہ ہوں۔ اس تصریح سے معلوم ہوگا کہ فارابی کے تخیلات کا اکثر حصہ ایسا ہے، جو آج بھی ہمارے سامنے ہے۔ معاہدات اور میثاق، اسلحہ جنگ کی تیاری اور اس میں مسابقت، خام اشیاء حاصل کرنے کے لئے استعمار کی ہوس، اور پیداوار فروخت کرنے کے لئے منڈیوں کی تلاش، باہمی رقابت اور بے اعتمادی آج بھی یہ سب باتیں ہمارے سامنے موجود ہیں جس طرح فارابی نے ان کا نقشہ کھینچا تھا۔ اگر کوئی فرق ہے تو یہ کہ فارابی کی عام مملکتوں کے افراد، عیاری سے آشنا نہ تھے لیکن ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ فارابی کے زمانہ میں ملوک، صاف طور سے، اقوام مغلوبہ سے یہ کہکر ان پر حکومت کرتے تھے کہ ہم اپنے فائدہ کے لئے تم پر حکومت کر رہے ہیں، لیکن آج کل ملوک، اقوام مغلوبہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم تم پر تمہارے فائدہ کے لئے حکومت کر رہے ہیں تاکہ تمہیں مہذب بنا دیں۔ فارابی صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ ملوکیت کی تہ میں ہمیشہ دوسروں کو غلام بنانے کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے لیکن دور جدید کی ملوکیت اس صاف گوئی کو پسند نہیں کرتی لیکن یہ یاد رہے کہ اگرچہ غلامی قانوناً ممنوع قرار دے دی گئی ہے لیکن حریت و مساوات نسل انسانی کا خواب ہنوز شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا ہے، اور ہم ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ کونسی غلامی ترجیح کے لائق ہے؟ انفرادی غلامی، جس میں غلاموں کو انسان سمجھا جاتا تھا اور خاندان کے افراد کی طرح اس کی حفاظت بھی کی جاتی تھی یا اجتماعی غلامی، جس میں

نام نہاد آزاد انسانوں کو بموں اور توپوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ہوس ملک گیری کے پردہ میں قوم کی قوم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے!

خاتمہ کلام ہم نے اُن اوراق میں فارابی کے بعض سیاسی نظریوں کا تذکرہ کیا ہے، ان کا دائرہ عمل بہت وسیع ہے اور وہ نظریۂ سیاسی کی جدید اصطلاح کے مفہوم پر پورے طور سے حاوی ہیں، مثلاً مملکت کی تشکیل، اقتدار اعلیٰ کا معیار، انسانوں کا خاندانوں میں مستحکم ہونا اور خاندانوں کا قبائل میں، قبائل کا مملکت میں، مملکتوں کا سلطنت اور ملوکیت میں، نیز انفرادیت اجتماعیت، اشتمالیت، جمہوریت، استعماریت اور بہت سے دوسرے مسائل کی توضیح۔ بلاشبہ ان تصانیف کی نوعیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان مسائل کا سرسری تذکرہ کیا جاتا لیکن اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فارابی کا دماغ کس قدر جدت پسند واقع ہوا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے بعض نظریات، یونانی فلسفہ پر مبنی ہیں خاصکر فلاطونی اور نو فلاطونی فلسفہ پر، جو اس کے زمانہ میں مروّج تھے، لیکن پھر بھی اس کی تصانیف میں، ہمیں اس کے اجتہاد فکر کے بہت سے نادر نمونے ملتے ہیں۔ وہ بلاشبہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلا نظری سیاستدان گزرا ہے اور اس کی تصانیف میں ہمیں اُن نظریوں کی ابتدائی جھلک نظر آتی ہے، جو صدیوں بعد یورپ میں، معاہدہ عمرانی اور حکومت کے ضمن میں زیر بحث آئے۔ ۱۲۔

اسلامی تمدن کے یورپ پر تاثرات

از قلم جناب قاضی احمد میاں اختر صاحب

گذشتہ سے پیوستہ

بندوق کا بارود، کمپاس پرنٹنگ اہل مشرق نے تحقیق کیا، اور صلیبی جنگوں کے جانباز سپاہی دوران جنگ میں ہی انہیں اپنے ممالک میں لے آئے ہوں گے، یہ کسی حد تک حقیقت ہے، ان میں سے بعض دعاوی باعث نزاع بھی ہیں، لیکن جو باعث نزاع نہیں وہ تو اسلامی تہذیب کا اثر ہے جو صلیبی جنگوں کے دوران میں مغربی قوموں نے اسلام سے حاصل کیا۔

ایک طرف تو اسلامی تمدن نے مسیحی عوام کے قلوب میں نئے نئے خیالات پیدا کر دیئے اور دوسری طرف اُن کی مجلسی اور سماجی زندگی کی کایا پلٹ دی۔ اور مسیحی سماج کو قعر مذلت سے اُٹھا کر بام عروج پر پہنچا دیا، اور انھوں نے نمایاں طور پر واضح کر دیا کہ مغربی اقوام کی سماجی زندگی طرز حکومت اور عوام کے خیالات کی تبدیلی کا باعث تہذیب حاضرہ ہے۔

اسلام کے اخلاقی تاثرات

یہ ایک قدرتی امر ہے کہ فاتح قوم کے اخلاق، طرزِ معاشرت اور مذہب کا اثر مفتوح قوم پر بہت جلد پڑتا ہے۔ اور ایسا ہی مغربی اقوام کے ساتھ ہوا۔ جب فرزندانِ توحید نے مغربی ممالک کو فتح کیا تو اس نے لوگوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دی۔ جنگ کے بعد ہزارہا یورپین سیاحی اسلامی ممالک کی سیاحت کے بعد جب اپنے ملک میں واپس آتے تو انھوں نے بلا تامل بیان کیا کہ انھوں نے اپنے مخالف مسلمانوں کو ایسا نہیں پایا جیسا کہ ہمارے کلیسا والے بیان کرتے ہیں، بلکہ وہ تو شجاع بہادر، با اخلاق اور صاحب عدل لوگ ہیں۔ مسٹر لے بون فرماتے ہیں، اسلامی تمدن نے تمام دنیا کی اقوام پر ایک گہرا اثر ڈالا اور یورپ پر ان کے اخلاق حمیدہ نے اس قدر اثر کیا کہ رومیوں کے زوال کے بعد جو مغربی اقوام بالکل وحشی، جاہل اور ظالم ہو گئیں تھیں ایک طرف تو انہیں دوبارہ انسانیت

کے دائرہ میں لاکر تہذیب و اخلاق کے زیور سے آراستہ کیا۔ اور دوسری طرف اپنے ذہنی ارتقاء کے ذریعے سے اُن کے لئے علم و ادب، سائنس اور فلسفہ کے لیئے جستجو پیدا کردی، ڈاکٹر لے بون مسلمانوں کے یورپ میں اخلاقی تاثرات پر بحث کرتے ہوئے نتیجہ نکالتے ہیں اور اپنے استدلال کو فرانسیسی شہرۂ آفاق دینی علوم کے ماہر برتھیلم سینٹ ہیلین (Bar the lm Saint Hellaine) کے قرآن کے متعلق معلومات سے استمداد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے قرون وسطیٰ کے وحشی۔ جاہل، اجڈ اور اخلاق سے کورہ لوگوں نے عربوں کی روزمرہ سماجی زندگی سے سبق حاصل کیا۔ اور با اخلاق بن گئے، عرب اپنے اندر شجاعت و جوانمردی کے جوہر گرانمایہ رکھنے کے علاوہ نہایت ہی بلند اخلاق اور حمیدہ اوصاف کے حامل تھے، یہ ایک مشتبہ امر ہے کہ شاید مسیحیت ان اچھے اخلاق کے لوگوں سے استفادہ کرتی تو وہ بھی اخلاق کے کسی بلند معیار پر پہنچ جاتی۔"

اسلام میں درجۂ اناث اور اسکا یورپ پر اثر دورِ حاضرہ کے متعدد مسیحی مبلغ اسلام کے متعلق اس قسم کے زہر آلودہ، نفرت آمیز اور بے بنیاد الزامات لگانے کے لئے مستعد نظر آتے ہیں کہ اسلامی سماج میں عورت کو کوئی حیثیت حاصل نہیں۔ اسے سوسائٹی میں وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا وہ ایسے جھوٹے اور حقارت آمیز الزامات کو اسلام پر لگاکر محظوظ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیحیت نے صنف نازک کو مردوں کے برابر درجہ عطا کر رکھا ہے، مسیحی سوسائٹی میں عورت کو وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی ہر جگہ قدر و منزلت کی جاتی ہے اور اسے مردوں کے مقابلہ میں پوری پوری آزادی حاصل ہے۔"

کیا کوئی صاحب فہم و ہوش انسان اس امر کو مبنی بر دانائی تصوّر کرے گا کہ طبقۂ نسواں کو ان ناگوار نفرت انگیز، سیاسی اور سماجی الجھنوں سے دوچار کیا جائے جو کچھ دن پیشتر سارے یورپ کیلئے ایک مصیبت کا باعث بنی ہوئی تھیں اور صنف نازک اپنی آزادی کے لئے انتہائی جدوجہد کرنے میں مشغول تھی اور آئے دن یورپ میں ایسے ناگوار واقعات کا ظہور ہو رہا تھا۔ جسے موجودہ سوسائٹی کسی حالت میں بھی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن برخلاف اس کے اسلام میں کوئی ادنے مثال بھی ایسی نظر

نہیں آتی کہ صنفِ لطیف نے اپنے حقوق کی آزادی کے لئے اس قدر سرگرمی دکھائی ہو، یا انھوں نے مردوں کے متعلق حقارت آمیز جذبات کا متحدہ طور پر کبھی اظہار کیا ہو، یا انہیں جاہل عورتوں، یا "رائے دہندگی کی متمنی" کے خطابات سے کسی مرد نے یاد کیا ہو۔ ایسی باتیں ہمیشہ یورپ میں ظہور پذیر ہوئیں اور یورپین عورتوں نے ہمیشہ رائے دہندگی کے حق کا مطالبہ کیا یورپین عورتوں نے ہمیشہ مردوں کے مساوی حقوق کو حاصل کرنے کے لئے جد و جہد کی۔ یورپین عورتوں نے سماج میں اپنی بدتر حالت کو سدھارنے کے لئے تحریکات شروع کیں۔ قرونِ وسطیٰ کی مغربی ممالک کی تاریخ کو بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اس دور کے مغربی ممالک میں طبقۂ اناث کی حالت نہایت ہی دگرگوں تھی، سماج میں عورت کو نہایت ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کی کوئی قانونی حیثیت نہ تھی اور نہ ہی انہیں جائداد میں وراثت کا حق تھا، اور نہ وہ جائداد خرید سکتی تھیں اور نہ ہی فروخت کر سکتی تھیں اور مسیحیت صنفِ نازک کو اس قدر بے حرمتی اور بیعزتی کے سلوک سے بچا نہ سکتی تھی۔ اس کے پاس عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے کوئی قانون اور کوئی شرع نہ تھی۔ یہ صرف اسلام اور اس کے سنہری اصول ہی تھے جنھوں نے قعرِ مذلت میں پڑی ہوئی عورت کو اٹھا کر ترقی کے بام عروج پر پہنچا دیا۔ اس کی سماجی زندگی کی کایا پلٹ ڈالی، اور متاہل زندگی میں سہولتیں، آرام، راحتیں، آزادی اور حقوق عطا فرمائے کہ جس کا تصور بنی نوع انسان نے کبھی ابتدائے آفرینش سے نہیں کیا تھا، مردوں اور عورتوں کو مساوات کا درجہ عطا کیا۔

اور قرآن کریم نے مردوں اور عورتوں کے لئے مندرجہ ذیل قوانین وضع کر کے ان کی گرہستی اور متاہل زندگی کو ہمیشہ کے لیئے خوشگوار بنا دیا۔

"اور وہ (عورتیں) ایسے ہی حقوق رکھتی ہیں تم پر جیسے کہ تم ان پر رکھتے ہو"۔
(قرآن مجید)

"ان کے ساتھ نرمی سے سلوک کرو" (قرآن مجید)

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ "تم میں سے وہی بہتر ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں"
آنحضرت صلعم نے اپنے پیروؤں کو حکم فرمایا کہ "عورتوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں نہایت ہی احتیاط سے کام لو"۔

اسلام کے عظیم الشان پیغمبر طبقۂ اناث کے متعلق مزید فرماتے ہیں :۔

"ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے" ان الفاظ میں کس قدر پاکیزہ اور تقدس مآب خیالات کا اظہار کیا ہے اور عورت کے درجہ کو کس قدر بلند و بالا کر دیا گیا ہے۔

یورپین ہسٹری کے طالب علم شاید اس امر سے آگاہ ہیں کہ یورپ کا زمانۂ شجاعت اُندلس میں عربوں کی حکومت کا ہمعصر ہے اس دور میں یورپ میں شجاعت کے خیالات اور شخصی احترام کے شریفانہ جذبات کا ظہور رہا۔ لیکن اس امر کا اقرار نہیں کیا جاتا کہ مغربیت نے طبقۂ نسواں کے متعلق آئین۔ حقوق اور آزادی کے متعلق مشرقی تمدن سے کس قدر استفادہ کیا۔

مسٹر ایم ویارٹ ڈوٹ کے خیالات کے مطابق سرزمین یورپ میں زمانہ شجاعت کی ابتداء اندلس میں عربوں کی حکومت کے بعد ہوئی شجاعت کے دور کا آغاز اندلس میں اس وقت ہوا جبکہ اس پر پرچم اسلامی لہرا رہا تھا۔ اس کے تاثرات آہستہ آہستہ تمام یورپ میں پھیلنے شروع ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں تمام یورپ پر شجاعت کے دَور کا دور دورہ ہوگیا۔

اس خطۂ ارضی کے ممالک میں سے کسی ایک نے بھی صنف نازک کے لئے ابھی کوئی آئین مرتب نہ کیا تھا اقوام عالم میں سے کسی ایک نے بھی طبقۂ نسواں کو کوئی حقوق عطا نہیں کئے، دوشیزہ شادی شدہ، ماں یا بیوی، غرض عورت کسی حیثیت سے بھی احترام کی نظر سے نہیں دیکھی جاتی تھی، اور سرزمین عرب میں تو عورت کو اس قدر نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کہ جس کی مثال روئے زمین کے کسی ملک میں نہیں ملتی۔ وہاں تو بیٹی کی پیدائش کو ایک آفت ناگہانی سمجھا جاتا۔ اور اسے پیدا ہوتے ہی زندہ گڑھے میں گاڑ دیا جاتا۔ عورتوں کی حیثیت وحوش و بہائم سے زیادہ نہ سمجھی جاتی سماج میں انہیں ذلیل و رسوا کیا جاتا۔ برسرعام ان کی توہین کی جاتی .... ایسے ملک میں اسلام کے عظیم الشان پیغمبر اعظم نے طبقۂ اناث کو ایسے حقوق عطا کئے اور ایسی مراعات دیں جس کی مثال دنیا کی تمام متمدن اقوام مل کر بھی پیش نہیں کر سکتیں۔ اور آج تمام اقوام عالم آنحضرت صلعم کے نقش پر چل کر صنف لطیف کو حقوق آزادی عطا کر رہے ہیں اور بیسویں صدی کے تمام متمدن ممالک آنحضرت صلعم کے ممنون احسان ہیں کہ انھوں نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر طبقۂ نسواں کے لئے ایسا آئین مرتب کر دیا۔ جسے وہ صدیوں کی جدوجہد کے بعد اپنے ہاں مروّج کر سکے۔

اسلام نے عورتوں کو جو حقوق آزادی عطا کئے ہیں اس کے متعلق ایک انگریز مصنف مسٹر بلیک سٹون (Blackstone) لا آف انگلینڈ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

" انگلستان کے قوانین کے مطابق عورت کے بیوی بنتے ہی اس کی تمام قانونی حیثیت ختم ہو جاتی تھی یا کم از کم خاوند کے حقوق میں مدغم ہو جاتی تھی، لیکن اسلام میں کوئی ایسا قانون نہیں۔ اسلام کی شرع اور اس کے آئین کے مطابق تو بیوی کی جائداد کا جہاں تک تعلق ہے وہ اسی طرح آزاد ہے جس طرح کہ ایک پرندہ۔ اسلامی قانون بیوی کی حیثیت میں عورت کو جائداد کے متعلق پوری آزادی عطا کرتا ہے ایک بیوی اپنے خاوند سے مشورہ کئے بغیر اپنی جائداد کو فروخت کر سکتی ہے۔ مزید جائداد خرید سکتی ہے۔ اور خاوند کی حیثیت اس معاملہ میں ایک اجنبی سے زیادہ نہیں ہوتی۔"

اسلام میں غلامی کا استیصال

یوروپین مصنفین کی طرف سے اسلام پر یہ اکثر الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام غلامی کا حامی ہے اور غلامی نسل انسانی پر ایک بدترین لعنت ہے۔ پھر اسے ایسے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے کہ حقیقتاً انسان سمجھتا ہے کہ انسان بنی نوع انسان پر ظلم و تشدد روا رکھنے کا حامی اور مددگار ہے، وہ انسان کو مصائب و آلام میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی موضوع پر بار بار بحث کی جاتی ہے۔ اور ان مصنفین کی طرف سے اسے بدترین صورت میں پیش کرنے کے لئے، کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔

عدم غلامی کی تحریک کے لیڈر جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ انھوں نے غلامی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے وہ اسلام پر ایسا الزام لگاتے ہیں حق بجانب نہیں ہیں کہ اسلام غلامی کا ممد و معاون ہے اور اس کی پیٹھ ٹھونکتا ہے۔

غلامی کے متعلق جن عقاید کو اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ اسلامی عقاید نہیں بلکہ اسلام تو ایسے عقاید کی تکذیب کرتا ہے، اور غلامی کے تمام خیالات کی پر زور تردید کرتا ہے، غلامی کے متعلق اسلام کے وہی اصول ہیں جو مسیحی رکھتے ہیں یا جن کے ذریعہ سے امریکنوں نے ۱۸۶۵ء کی جنگ آزادی کے بعد غلامی کی بیخکنی کی۔

گو اسلام نے غلاموں کو یکایک آزادی نہیں دی، لیکن اس نے بنی نوع انسان کی شخصی، اور یکساں نسلی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے لئے سماج اور ملک میں ایسے حقوق عنایت کئے

جس سے غلاموں کی حالت بدرجۂ اتم بہتر ہوگئی۔ اور وہ سوسائٹی میں انسان سمجھے جانے لگے ورنہ اسلام سے قبل غلاموں کے ساتھ انسانوں کا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ وحوش و بہائم سے بھی بدتر انہیں سزائیں دی جاتی تھیں۔

مندرجہ ذیل اقتباس سے یورپ میں غلامی کی حالت کی کافی وضاحت ہوتی ہے :۔

" رومن قوانین کے مطابق آقا کو غلام پر پورا اختیار تھا، وہ چاہے تو اسے زندہ رکھے یا چاہے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔ غلام کسی قسم کی اپنی جائداد نہیں رکھ سکتا تھا، وہ جو کچھ حاصل کرتا یا کماتا وہ سب اس کے مالک کی ملکیت ہوتا تھا، اگر غلام فوجی ملازمت حاصل کر لیتا یا حکومت کے کسی دفتر میں کسی اسامی پر فائز ہو جاتا تو اس کا آقا اسے موت کی سزا کا مستوجب سمجھتا تھا۔ اور اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ آقا جب کبھی اپنے غلام کا معاینہ کرتا تو اسے جبر و تشدد کے شکنجۂ آہنی میں کس دیتا۔ غلاموں پر سخت سے سخت مظالم کئے جاتے۔ اور قانون کی طرف سے بھی ان کی ذراسی لغزش پر بھاری سزائیں دینے کی کھلی اجازت تھی۔"

مذکورہ اقتباس ہم نے اس وجہ سے پیش کیا ہے کہ تمام یورپ میں رومی تمدن کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور ان متمدن قوانین کے سایہ میں غلاموں کے لئے اس قدر شدید سزائیں۔ ایسے سخت قوانین اور ایسے بڑے مظالم روا رکھے گئے ہیں جن کا تصور کر کے نسلِ انسانی کانپ اٹھتی ہے، بدیں وجہ یہ بیان کرنا مبالغہ آمیز نہیں ہوگا کہ یورپ میں دیگر ممالک کے مقابلہ میں غلاموں کی بدترین حالت تھی۔

لیکن اسلام میں غلام کو ایسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر بنی نوع انسان کو حاصل ہیں۔ اسلامی قوانین کے مطابق اگر آج ایک انسان غلام ہے تو کل وزیر بن سکتا ہے اور کوئی چیز اس امر کی مانع نہیں کہ وہ اپنے آقا کی بیٹی سے شادی کرلے اور اپنے آقا کے خاندان کا ہی فرد بن کر اسی کی حفاظت اور سرپرستی میں رہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کا غلام فضل بن ربیع اس کا وزیر اور مشیرِ اعلیٰ بن گیا تھا۔

ہسٹری کا مطالعہ کرنیوالے حضرات خوب جانتے ہیں کہ غلاموں نے مصر اور ہندوستان میں حکومتیں کیں اور وہ ان پر عرصہ دراز تک فرمانروائی کرتے رہے۔

محمود غزنوی کا باپ سبکتگین بھی ایک غلام تھا، اور وہ غزنوی خاندان کا مورثِ اعلیٰ اور جدِّ امجد ہوا۔ اس نے سلطنت کی بنیاد رکھی اور کافی دیر تک اسکا خاندان اس پر حکومت کرتا رہا۔

دہلی کا شہنشاہ قطب الدین بھی غلام تھا۔ اس نے ہندوستان میں خاندان غلاماں کی بنا ڈالی۔ اور اس کا خاندان بھی ہندوستان پر ایک مدت تک حکومت کرتا رہا۔

کیا مسیحی یورپ کی تاریخ کے اوراق میں سے اس قسم کی کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں جس میں کسی غلام نے سلطنت کی بنیاد ڈالی ہو، یا کوئی غلام اپنے آقا کا وزیر بنا ہو یا اس نے اپنے آقا کی بیٹی سے شادی کی ہو۔

ہم اسلام کے ایک شدید مخالف اور نقاد پروفیسر مارگولیتھ کی غلامی پر اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق رائے کو ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

پروفیسر موصوف فرماتے ہیں:۔ "غلامی کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر قابلِ صد ستائش ہے، اسلام کے اصولوں کے مطابق غلام کو آقا کے مقابلے میں کوئی زیادہ حقیر حیثیت نہیں دی گئی۔ غلام خاندان ایک عرصہ دراز تک ہندوستان اور مصر میں حکومت کرتے رہے ہیں مصر میں غلامی ترقی کی شاہراہ کی اولین منزل رہی اور ہم دیکھتے ہیں کہ غلام فرمانرواؤں کے زیر اقتدار ان کی رعایا کبھی ان سے اس وجہ سے نفرت نہ کرتی تھی کہ ہمارے حکمران غلام ہیں۔

پیغمبر اسلام کے مقاصد حیات میں سے غلامی کی بیخکنی کرنا بھی ایک مقصد تھا۔ لیکن آپ نے ملک کو فتنہ و فساد اور قتال و جدال کے ہنگاموں سے بچانے کے لئے، غلامی کو بتدریج نیست و نابود کرنے کے طریقہ پر عملدرآمد کیا۔ آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ملک اضلاع متحدہ امریکہ کی طرح جنگ کی آماجگاہ بن جائے۔ آپ نے اس لعنت کو مٹانے کے لئے جس حسن تدبر سے کام لیا وہ اظہر من الشمس ہے۔"

غلامی کی بیخکنی کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً اور مختلف زمانوں کے اسلامی قوانین ہمیشہ غیر جانبدار اور غیر متعصب یورپین مصنفین جو غلاموں کی ناگفتہ حالت کو بہتر بنانے کی دلی تمنا رکھتے تھے۔ خراج تحسین و آفرین حاصل کرتے رہے ہیں۔ مسٹر رچرڈسن Mr. Richardson انڈیا کونسل میں ۱۸۱۰ء کے آغاز میں غلامی کو ختم کرنے کا بل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ "غلامی کی آزادی کے لئے ازبس ضروری ہے کہ ہندو شاستروں کی جگہ قرآن کریم کو دی جائے۔"

اسلامی جمہوری تاثرات } یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام نے جمہوریت پر حد سے زیادہ

زور دیا ہے۔ اور خود مختاری اور مطلق العنانی کے خوفناک خیالات کی شدید اور کھلے بندوں مخالفت کی ہے
گو اسلامی ممالک میں کچھ عرصہ تک مطلق العنان حکومتیں برسراقتدار رہیں۔ لیکن ان کا وجود کسی صورت میں
بھی اسلامی جمہوریت کے اصولوں پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اسلام کی طرف سے جن جمہوری اصولوں کو پیش کیا
گیا ہے ان سے یہ امر عیاں اور واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو رب ذوالجلال ولاکرام کی طرف سے احکام
نازل ہوئے کہ آپ ہر معاملہ میں دیگر مسلمانوں اور صحابہ کرام سے مشورہ کر لیا کریں۔ چنانچہ آپ نے اس
کی بہترین مثال اس صورت میں پیش کی کہ آپ نے اپنا جانشین خود نامزد نہیں کیا۔ مذہبی زاویۂ نگاہ سے
مسیحیت نامزد کرنے کے طریقہ کی حمایت کرتی ہے، لیکن اسلام نے انتخاب کے سنہری طریقہ کو رائج
کر کے دنیا پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں تحریر ہے کہ رومن کیتھولک چرچ کی سب سے زیادہ یہی جدوجہد اور
خواہش تھی کہ وہ خصوصیت کے ساتھ کلیسائی احکام کی پابندی کرائیں۔"

تمام یورپ نظام سلطنت کے سلسلے میں بھی اسلام ہی کا شرمندۂ احسان ہے۔ یورپ میں پارلیمنٹری
نظام حکومت اور جمہوری نظام سلطنت کی داغ بیل . . . محض اسلامی اصولوں کی بناء پر ڈالی گئی۔

مسٹر ڈیون پورٹ تحریر فرماتے ہیں۔ "یورپ اسلام کا ممنون احسان ہے۔ اسلئے کہ صلیبی جنگوں
کے دوران میں ہم نے ان سے فیوڈل سسٹم کی جڑ کو اکھاڑ پھینکنے کی صلاحیت سیکھی اور خود مختاری اور
مطلق العنانی کے گمراہ کن اور ہماری آزادی کے راستے میں سنگ گراں اصولوں کی لعنت سے نجات حاصل
کی"۔ اسلامی طرز حکومت کے متعلق مسٹر اڈمونڈ برق (Edmound Bark) اپنی تصنیف فرنچ
ریوولیوشن (French Revolution) میں تحریر فرماتے ہیں" اسلامی سلطنت سے مراد آئینی حکومت ہے
اور اس قانون کا احترام نہایت ہی سختی سے کیا جاتا ہے اور وہ اس سے بدرجہا اتم بہتر ہے۔ کہ جس قانون
نے مسیحیت فرمانرواؤں کو باندھ رکھا ہے"۔ اور وہ مزید فرماتے ہیں کہ کسی ایسے مسلمان کا وجود نظر نہیں آتا ہے
جو اسلامی شرح اور قانون کے مقابلے میں اپنی رائے کو وقعت دے۔ یا اُسے منوانے کی کوشش کرے
یہاں تک کہ سب سے بڑے قاضی کی رائے بھی ایک ادنیٰ سی حیثیت بھی نہیں رکھتی اور اسے بھی اسلامی قانون میں
دخل اندازی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی اور وہ بھی عوام کی طرح بالکل بے بس ہوتا ہے اور اس کی مجال نہیں کہ
شرح کے آگے کسی قسم کا دم مار سکے۔

(مترجم۔ اے رشید احمد)

دیوان ابو تمام کی تاریخی نظمیں

بقلم جناب ڈاکٹر عبد الحق صاحب ۔ آباد

ابو تمام کی اکثر نظمیں تاریخی واقعات سے لبریز ہیں جن سے ہمیں اس زمانہ کے حالات سے بہت کچھ آگاہی ہو سکتی ہے ۔ اگرچہ طبری اور دوسرے مؤرخین نے اس زمانہ کے اہم واقعات اپنی تاریخوں میں بیان کئے ہیں لیکن پھر بھی بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں جو صرف شعرائے ہمعصر کے کلام ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں ۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دیوان میں ہمیں تاریخی ترتیب کے ساتھ ملجائیں کیونکہ شعراء کا مقصد تاریخ نگاری نہیں ہوتا بلکہ ممدوح کی تعریف تاکہ انعام حاصل ہو ۔ جیسا کہ ڈاکٹر مارگولیتھ نے دیوان البحتری کے تاریخی پہلو پر تبصرہ میں لکھا ہے ، عہد عباسی میں شعراء کو موجودہ اصطلاح میں ایک جرنلسٹ کے فرائض بھی انجام دینے پڑتے تھے ۔ وہ عوام میں ، حکومت کی حکمت عملی کی حمایت بھی کرتا تھا اور رائے عامہ بھی معلوم کرتا تھا قبل ازیں کہ حکومت کسی معاملہ میں اقدام کرے ، اور بعض اوقات وہ حکومت کو فلاح رعایا کے لئے مشورہ بھی دیتا تھا ۔

م ۔ منظم تاریخی واقعات

ابو تمام کی نظموں میں حسب ذیل اہم واقعات بیان کئے گئے ہیں :۔

بابک خرمی کے ساتھ معرکہ آرائیاں ، جو ملاحدۂ ایران کا زبردست لیڈر گزرا ہے ، اس کی گرفتاری اور موت ، قیصر تھیافلس کی شکست اور سقوط اموریم ، رومی مملکت پر مسلمانوں کے حملے ، طبرستان کے امیر مزیار کا قتل ، اموریم کے محافظ ایٹیش کی گرفتاری اور قتل ، تسخیر ہرجام بدست ابو سعید ، شہیر عصر افشین کا قتل ابن طاہر کے ہاتھوں ابن الساری کی شکست ، ماموں کا مصر میں امن قائم کرنا ، اور چند معمولی واقعات ۔ وہ جاٹوں کی بغاوت کا بھی تذکرہ کرتا ہے جس کو ۲۲۰ھ میں سختی کے ساتھ فرو کیا گیا ۔ لیکن یہ نظمیں اس کے متداول دیوان میں شامل نہیں ہیں اور یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی لکھی ہوئی ہیں ۔ (اس زمانہ میں بصرہ کے قرب وجوار میں بہت سے ہندی آباد تھے جن کو جاٹ کہتے تھے) وہ سُرّمَن راء (سامرہ) کا بھی ذکر کرتا ہے جسے خلیفہ معتصم باللہ نے ۲۲۱ھ میں آباد کیا تھا اور

یہیں بابک خرمی قتل ہوا تھا۔ عموماً عرب مؤرخین نے معتصم کی تخت نشینی ۲۱۸ھ لکھی ہے لیکن ابوتمام نے ۲۱۹ھ لکھی ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ ۲۱۸ میں تخت نشین ہوا ہو اور دربار عام جس میں ابوتمام نے اپنا قصیدہ پڑھا ۲۱۹ھ میں منعقد ہوا ہو چنانچہ مسعودی لکھتا ہے کہ بعض کا یہ خیال ہے کہ لوگوں نے معتصم کی بیعت ۲۱۹ھ میں کی تھی۔ اس کی نظموں میں ایام جاہلیت اور صدرِ اسلام کی جنگوں کی تلمیحات بھی موجود ہیں جن کا ذکر کتاب الاغانی اور دوسری کتب میں بھی موجود ہے۔ اُس نے ایک جگہ بعد نوشیروان (در ۵۲۸ء) پیروانِ مزدک کے قتل عام کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور بعض تاریخی اہمیت کے حوالے بھی ملتے ہیں مثلاً وہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ جب سونا کمیاب ہو گیا تو حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے حکم دیا کہ اونٹ کے چمڑے کو مضروب کیا جائے۔ دوسری جگہ وہ اس عجیب طریقہ کا ذکر کرتا ہے جو افواجِ خلافت کی فتح و شکست کی اخبار مشتہر کرنے کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔ معتصم کے زمانہ میں جب حکومت بابک کے خلاف مسلسل جنگوں میں مصروف تھی تو قاصد نے جب وہ خبر دینے چلا فتح کی صورت میں اپنی دستار میں سیاہ پر لگائے اور شکست کی صورت میں سُرخ پر۔ اُس نے ہیلی کے مشہور دمدار ستارے کا بھی ذکر کیا ہے جو ۲۲۲ھ میں اپنے وقت پر نمودار ہوا تھا۔ اور نجومیوں نے عوام پر نزولِ بلا کی پیشگوئی کی تھی۔

جو نظمیں یعنی قصائد اُس نے امراء کی مدح میں لکھے ہیں ان میں محض تعریف ہی نہیں بلکہ تاریخی اہمیت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اعیانِ حکومت کی شان میں لکھے گئے تھے۔ اور جو قصائد اُس نے اپنے مربی ابوسعید کی شان میں لکھے ہیں ان میں بابک خرمی کے خلاف صف آرائیوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور خالد ابن یزید کی شان میں جو قصیدہ لکھا ہے اس میں اس کے رومی سلطنت پر حملہ کا ذکر بھی ہے۔ ابودُلف نے جو بابک کے خلاف لڑا تھا، افشین کے زیر کمان ایک دفعہ اس کی جان بچائی تھی لیکن افشین نے اُلٹا خلیفہ کو اس سے بدظن کرنے کی کوشش کی اگرچہ خلیفہ پر اس کا کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ محمد بن عبدالملک الزیات وزیر بھی تھا اور محکمہ پولس کا افسر اعلیٰ بھی، محتسب بھی، اور صدر مجلس شوریٰ بھی۔ ابوسعید ان میں سے تھا جو معتصم کی زندگی ہی میں واثق باللہ کی جانشینی چاہتے تھے۔

اگرچہ وہ درباری شاعر تھا لیکن، اکثر اُس نے خلیفہ اور اُمراء کو رائے عامہ سے آگاہ کیا، اور فلاحِ عوام کے مشورے بھی دیئے۔ چنانچہ ایک قصیدہ میں وہ معتصم سے کہتا ہے کہ مناسب یہ ہے،

کہ آپ ہارون (الواثق) کو اپنا جانشین نامزد کریں۔ اور اس سلطنت کا وارث جو ایک طرف چین سے لیکر یمن تک اور دوسری طرف۔ اسپین سے لیکر روم کی سرحد تک وسیع تھی، اسی طرح جب افشین پر تباہی آئی اور وہ محبوس و مقتول ہوا تو وہ ایک قصیدہ میں ممدوح کو مشورہ دیتا ہے کہ کاؤس پدرِ افشین کے تمام خاندان کو ختم کر دینا چاہیئے کیونکہ یہ لوگ غدار تھے۔ ایک جگہ وہ مالک ابن طوق سے بنو تغلب کی سفارش کرتا ہے کہ ان کی گستاخی سے درگذر کی جائے۔ اس قصیدہ سے مالک کا غصہ فرو ہو گیا اور اس نے اس قبیلہ کے ساتھ احترام کا سلوک کیا۔

ابو تمام نے اس غیر عربی یعنی الموالی فوج کا ذکر نہیں کیا جو معتصم نے مرتب کی تھی۔ اور جس کو قلیل مدت میں انصرامِ مملکت میں وہی پوزیشن حاصل ہو گئی جو سلطنت رومۃ الکبریٰ میں "پریٹورین گارڈز" کو تھی یعنی خلفاء کا عزل و نصب اُن کے اختیار میں تھا۔ اگرچہ ان فوجوں نے فتح اموریم میں بہت شجاعت کا ثبوت دیا تھا لیکن ابو تمام نے ان کا تذکرہ محض سرسری طور پر کیا ہے ہاں عربوں کی شجاعت کو بہت سراہا ہے غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے عہد میں موالی فوج کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہوئی تھی جو آگے چل کر ہوئی۔ مثلاً شاعر بحتری کے زمانہ میں، کیونکہ وہ اپنی نظموں میں جا بجا ان کا تذکرہ کرتا ہے۔ خاص واقعات جن کا وہ تفصیلاً ذکر کرتا ہے یہ ہیں:۔ بابک خرمی پر خلیفہ کی فتح یابی اور قیصر تھیافلس کی شکست۔ نیز اُس نے اپنی نظموں میں ان حملوں کا ذکر بھی کیا ہے جو المامون اور معتصم کے جرنیلوں نے رومی حکومت پر کئے تھے۔ ان فتوحات کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جب ہم ان کا مختصر حال بھی بیان کریں اور ضمناً ان تفصیلات کی طرف بھی اشارہ کر دیں جو ابو تمام نے بالخصوص ہمیں مہیا کی ہیں

بابک کی شکست گرفتاری اور قتل } بابک نے جو ملت اسلامیہ میں ایک بہت بڑا مبتدع اور مضل گذرا ہے۔ سب سے پہلے بعد مامون، ۲۰۱ھ میں خروج کیا۔ وہ اپنے پیشوا جاویدان بن سہل کے بعد، خرمیوں کا لیڈر بنا جن کو المحمرہ اور البابکیہ بھی کہتے ہیں۔ اس تاریخ سے لیکر ۲۲۲ھ تک وہ برابر افواج خلافت سے برسرپیکار رہا اور اس دوران میں اُس نے مامون اور معتصم کے اکثر سپہ سالاروں کو شکستیں بھی دیں جو اس کے مقابلہ پر بھیجے گئے تھے۔ بیس سال تک یہ شخص مغربی اور شمال مغربی ایران کے لئے بلائے آسمانی بنا رہا۔ لیکن انجام کار افشین نے دو سال کی مسلسل جد و جہد کے بعد اسکو گرفتار کر کے، کیفر دار تک پہنچایا۔ مامون نے بوقت وفات

اپنے جانشین کو، وصیت کی تھی کہ سب سے پہلے اس فتنہ کو فرو کیا جائے چنانچہ معتصم نے تخت نشین ہو کر، پہلا کام یہی کیا۔ رومی حکومت درپردہ بابک کی امداد کر رہی تھی۔ اور قیصر روم نے زبطرہ پر جو حملہ کیا تھا وہ بابک ہی کی انگیخت تھی تاکہ اس طرح خلافت کی توجہ ادھر مبذول ہو جائے، اور بابک کو اطمینان کا سانس لینے کا موقع مل سکے۔ پس حکومت کے استحکام اور اس کے وقار کو دنیا کی نظروں میں قائم کرنے کے لئے بابک کا استیصال اشد ضروری تھا۔ چنانچہ معتصم نے تخت نشینی ہونے کے بعد، فوراً اس مہم کو سر کرنے کی تیاری شروع کر دی اور ذی قعدہ ۲۲۰ھ میں، کامل تیاری کے بعد، افشین کو ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ، بابک کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا

ابو تمام نے جن جنگوں کا تذکرہ کیا ہے، طبری نے ان سب کی تفصیل اپنی مشہور تاریخ جلد سوم میں درج کی ہے۔ اسجگہ ہم اُن واقعات کا مختصر تذکرہ کریں گے اور ان جزئیات اور واقعات کا بھی، جن کی طرف ابو تمام نے اشارہ کیا ہے۔

۱۔ افشین کو روانہ کرنے سے قبل، خلیفہ معتصم نے اسحٰق ابن ابراہیم کو صوبۂ الجبل کی طرف روانہ کیا تاکہ پیروانِ بابک کی سرکوبی ہو سکے جنہوں نے وہاں ہنگامہ بپا کیا تھا۔ چنانچہ اس نے متعدد جنگوں میں اُن کو شکستیں دیں۔ اگرچہ طبری نے ان مقامات کے نام درج نہیں کئے ہیں جہاں جہاں مقابلہ ہوا بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ شوال ۲۱۸ھ میں ابن ابراہیم کو پیروان بابک کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا، جنہوں نے ہمدان میں خروج کر کے فتنہ برپا کیا تھا چنانچہ اُس نے ۶۰ ہزار ملاحدہ کو قتل کیا، اور بقیۃ السیف رومی سرحد کی طرف بھاگ گئے۔ دوسری جگہ وہ لکھتا ہے کہ ابراہیم ۱۱ جمادی الاولی ۲۱۹ھ کو بابک کے ایک لاکھ پیروؤں کو قتل کرنے کے بعد، بغداد واپس آیا۔ ابو تمام نے جو قصائد، ابراہیم کی مدح میں لکھے ہیں، قرآن، اشتر، ذرویہ، اور خیبرج کا تذکرہ کیا ہے جہاںتک جنگیں واقع ہوئی تھیں۔ اور یہ بھی کہ بہت سی جنگیں رات کو ہوئیں جیسا کہ بابک کا معمول تھا۔

۲۔ افشین کی اپنے ہیڈ کوارٹر برزند کو روانگی سے قبل، خلیفہ نے ابو سعید نامی دوسرے جرنیل کو، جس نے اس مہم میں بڑی شہرت حاصل کی۔ زنجان اور اردبیل کے قلعوں کی مرمت کا حکم دیا جن کو بابک نے تباہ کر دیا تھا، اور ہدایت کی کہ اردبیل جانے والی سڑکوں پر گارد

متعین کئے جائیں جو سامان رسد کی حفاظت کرسکیں۔ جب ابو سعید کو یہ خبر لگی کہ معاویہ برادر بابک کی سرکردگی میں ایک فوج تاخت کے بعد واپس آرہی ہے تو اس نے اس پر اچانک حملہ کر دیا، اور شدید نقصان پہنچایا۔ اگرچہ سردار نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تاہم بہت سے سپاہی وہیں کھیت رہے۔ طبری یہ نہیں بتاتا کہ یہ مقابلہ کس جگہ ہوا لیکن ابو تمام لکھتا ہے کہ سندبایہ کی پشت پر جنگ ہوئی تھی اور یہ بھی لکھا ہے کہ رات کی تاریکی میں معاویہ نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ جنگ رات کے وقت ہوئی تھی۔

۳۔ برزند اور اردبیل کے مابین قلعوں کی مرمت کے بعد افشین نے اپنی فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا اور اپنے ماتحت جرنیلوں کو مختلف محفوظ شہروں میں متعین کیا۔ ابو سعید کو خش پر، ہیثم الغنوی کو ارشق پر، علویہ الاعور کو النحر پہ۔ سامان رسد، مسلح سپاہ کی حفاظت میں بھیجا جاتا تھا۔ افشین بہت قابل سپہ سالار تھا اور بخوبی جانتا تھا کہ اگر براہ راست حملہ کیا گیا تو نقصان کا اندیشہ ہے اسلئے اُس نے بتدریج بڑھنا شروع کیا۔ اور بہت سی کامیاب جنگی چالیں بھی چلیں۔ اور نہایت ہوشیاری کے ساتھ، بابک کو قلعہ ارشق پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ جب اُس نے ارشق پر حملہ کیا تو افشین اور ابو سعید دونوں اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے رسالہ کو بالکل برباد کر دیا اگرچہ بابک نے چند آدمیوں کی ہمراہی میں بمشکل موقان کی طرف بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

اس واقعہ کے متعلق طبری لکھتا ہے کہ بابک نے چند روز قیام کے بعد، ایک فوجی مسلح دستہ کی حفاظت میں، بذ کی طرف کوچ کیا۔ ابو تمام نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ ابو سعید نے جمعہ کے دن موقان پر بھی حملہ کیا، اسلئے بابک مجبوراً وہاں سے بھاگا۔

ابو تمام نے ایک شبخون کا ذکر کیا ہے جو دشمن نے مارا تھا۔ اور ابو سعید نے نہایت حوصلہ کے ساتھ مدافعت کی تھی، صورت یہ ہوئی کہ اس کے ماتحت افسر بشر کو اچانک بابک کی فوج نے رات کے وقت آلیا۔ وہ سراسیمہ ہوگیا اور فوج میں ابتری پھیل گئی اس نازک موقع پر محمد ابن معاذ اپنی فوج لیکر مدد کو پہنچا لیکن کثرت اعداء کی وجہ سے، کچھ نہ کرسکا۔ یہ دیکھ کر ابو سعید خود فوج لیکر آیا اور عین وقت پر، اپنے آدمیوں کی جان بچائی۔ چنانچہ اس واقعہ کی

طرف ابو تمام نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے :-

" اے سپہ سالار اگر تو ایک گھنٹہ دیر میں پہنچتا تو اسلام پر مصیبت آجاتی "

طبری نے بھی ایک شبخون کا ذکر کیا ہے جو بابک نے مارا تھا، لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ وہ وہی تھا جس کی طرف ابو تمام نے اشارہ کیا ہے قرین قیاس یہ ہے کہ کوئی اور شبخون ہوگا کیونکہ بابک کے اصول جنگ میں شبخون کو خاص اہمیت حاصل تھی، وہ عموماً رات ہی کو حملہ کرتا تھا۔

۵۔ طل ایک مستحکم پہاڑی قلعہ تھا جس پر بابک کا نائب آذین متعین تھا، یہ بذ کے پاس تھا، اور اس کے مسخر ہو جانے کے بعد اس کی ہمت ٹوٹ گئی اور اس کا آخری قلعہ بذ بھی فتح ہو گیا۔ طل، غروب آفتاب سے پہلے مسخر ہوا تھا اور شدید مقابلہ کے بعد، لیکن بذ ۹ رمضان ۲۲۲ھ کو جمعرات کے دن، بآسانی مسخر ہو گیا۔ ابو تمام نے ان معمولی جنگوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو اس دو سال کی مدت میں واقع ہوئیں اور طبری نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ مثلاً

(الف) ایک جنگ ارشتق اور دروازہ کے درمیان مقام پر واقع ہوئی جس میں دشمن کو شبخون کے ذریعہ سے مار بھگایا گیا، اور اگر دشمن کی فوج رات کی تاریکی میں راہ فرار اختیار نہ کرتی تو بالکل نیست و نابود ہو جاتی بقول ابو تمام "یہ ایسی فتح تھی کہ اس کی بدولت زمانہ چمک اٹھا، اور افواج خلافت کے نیزوں نے امید کی کلیوں کو شگفتہ کر دیا "

(ب) وہ شبخون جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے

(ج) ابو تمام کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ارشق کے قریب دیوارین میں بھی ایک زبردست جنگ واقع ہوئی تھی جس میں ابو زلاف نے افشین کو ایک زبردست خطرہ سے باہر نکالا تھا،

(د) شاعر بابک کے دو قلعوں کا بھی ذکر کرتا ہے جو پہاڑیوں پر بنے ہوئے تھے اور ان کے ارد گرد بہت گھنا جنگل تھا۔

تسخیر بذ کے بعد بابک آرمینیہ کی طرف بھاگا، تاکہ رومی سرحد میں داخل ہو جائے، لیکن اسے ایک ارمنی شہزادہ سہل بن سنباط نے گرفتار کر کے افشین کے حوالہ کر دیا۔ جو اسے اسکے بھائی عبداللہ سمیت، رمضان میں خلیفہ کے حضور میں لیکر آیا۔ چنانچہ اسے ایک مرصع ہاتھی پر سوار کر کے شہر میں گھمایا گیا اور پھر خلیفہ کے حکم سے جلاد نے اس کا ہتھ

بند علیحدہ کیا اور آخر میں اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ کر اسکا خاتمہ کیا۔ اس کا سر کاٹ کر خراسان کے شہروں میں نمائش کے لئے بھیجا گیا، اور محل کے سامنے اس کی کھال کھینچی گئی۔ اور اس کے بھائی کو اسحٰق ابن ابراہیم گورنر بغداد نے قتل کرایا۔

بابک کے قتل کے بعد، وہ ہزارہا مسلمان مرد اور عورتیں اور بچے، جو اس کی قید میں تھے، رہا ہو کر اپنے اپنے گھروں کو واپس آئے۔ طبری نے افشین کی تاریخ واپسی مع بابک ۳ صفر ۲۲۳ھ لکھی ہے لیکن ابو تمام کے بیان سے بعض کو یہ شبہ ہوگا کہ بابک کا قتل شوال ۲۲۲ھ میں ہوا۔ بابک کے علاوہ، بعد ازاں، مزیار اور ایشیس کے ضمن میں شاعر لکھتا ہے:۔

"جب بابک مزیار کا ہمسایہ بنا تو لوگوں کے دل میں سرور پیدا ہوا وہ آسمان کے نیچے دو میں کا دوسرا ہے نہ کہ غار میں دو میں کا دوسرا۔ انھوں نے عجلت کی تاکہ ایٹیس سے اس خبر کو پوشیدہ رکھیں، اور ان کے سینے سیاہ ہیں گویا باسموم نے ان کے لئے سیاہ لباس تیار کئے ہیں[*] لئے بنائے وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے لیکن لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ برابر سفر کر رہے ہیں۔"

[*] ہیں وہ دن رات ان کے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں جو بڑھئی نے ان کے

رومی سلطنت پر حملہ ابو تمام نے اپنی نظموں میں، رومی سلطنت پر بہت سے حملوں اور جنگوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنے ایک شاندار قصیدہ میں اس نے تھیافلس پر معتصم کی فتحیابی اور سقوط اموریم کا تذکرہ کیا ہے۔ قیصر نے اپنی تخت نشینی کے بعد ہمیشہ ہر موقع پر، خلیفہ کی سلطنت پر حملے کئے تھے اور اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ خلیفہ کو مجبوراً اس پر حملہ کرنا پڑا، مامون اس کا خاص دشمن تھا اور اسے دم آخر تک، رومی سلطنت کو فتح کرنے کی آرزو رہی۔ اس نے اس پر ایک سے زیادہ حملے کئے اور آخری حملہ میں جب وہ اموریم فتح کرنے چلا تو پوڈنڈاس میں اس کی وفات ہوگئی۔ اس کے بعد معتصم کی فوج بابک سے برسرپیکار ہوگئی اس اثناء میں بابک کے اشارہ پر قیصر نے ایک لاکھ فوج سے خلیفہ پر چڑھائی کی اور زبطرہ اور دوسرے شہروں کو تباہ کر دیا۔ قیصر دل سے یہ چاہتا تھا کہ بابک کا خاتمہ نہ ہو کیونکہ اس طرح خلیفہ کی توجہ برابر اس طرف مبذول رہتی تھی اور بابک کو خطرہ سے نجات دینے ہی کے لئے قیصر نے اس وقت خلیفہ پر چڑھائی کی تھی۔ یہ حملہ ۲۲۲ھ میں ہوا ہوگا جبکہ بابک گرفتار نہیں ہوا تھا لیکن طبری اور یعقوبی دونوں نے ۲۲۳ھ لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بابک کی

گرفتاری اور قتل کے بعد، قیصر کو حملہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی علاوہ بریں طبری خود لکھتا ہے
کہ قتل بابک کے بعد خلیفہ نے اپنے مشیروں سے دریافت کیا کہ رومی سلطنت میں مستحکم
ترین شہر کونسا ہے؛

الغرض جب قیصری فوج کے ظلم وستم کی داستان خلیفہ کے کانوں تک پہنچی خصوصاً جب ایک
ہاشمی خاتون کو رومیوں نے بے عزت کیا تو اس نے پکارا وامعتصماہ (یعنی اے معتصم میری
مدد کر، یہ واقعہ خلیفہ نے سنا تو اس نے فوراً کہا لبیک۔ لبیک (یعنی میں حاضر ہوتا ہوں (ابن اثیر
جلد ۴ صـ ۳۳۹) ابو تمام نے اسی واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا ہے

"تو اس کا جواب دیا جس نے زبطرہ سے تجھے پکارا، تو نے اپنا بستر راحت ترک کیا اور
اپنی عفیفہ ازواج کی صحبت کو خیرباد کہا"

بابک کے قتل کے بعد خلیفہ کو موقعہ ملا کہ وہ قیصر کی سرکوبی کرے اور مشورہ کے بعد اس
نے اموریم پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ شہر قیصر کے اجداد کا مسکن تھا اسلئے اس کی تسخیر، قیصر کے
حق میں کافی توہین ہوسکتی تھی۔ حربی زاویہ نگاہ سے بھی یہ شہر بہت اہم تھا کیونکہ اس کی تسخیر کے بعد
قسطنطنیہ پر حملہ آسان تھا۔

۲ رجمادی الاول ۲۲۳ھ کو خلیفہ سامرہ سے روانہ ہوا اور تین فوجوں کے ساتھ ایشیائے
کوچک پر حملہ آور ہوا، اس کی کل فوج دو لاکھ سے زیادہ تھی بعض نے ۵ لاکھ تک لکھی ہے لیکن
طبری کہتا ہے کہ خواہ تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو قبل ازیں کسی خلیفہ نے اس اعلیٰ پیمانہ پر جنگ کی تیاری
نہیں کی تھی۔ مشرقی فوج نے جو افشین کے زیر کمان تھی، درۂ حدادث سے گزر کر طارس کو عبور کیا، اور
مغربی فوج کے دو ڈویژنوں نے جو خلیفہ اور اشناس کے زیر کمان تھے، سلیشیا سے نکل کر درۂ
طارس کو عبور کیا۔ خلیفہ کا مقصد اولیں، انقرا کو مسخر کرنا تھا۔ افشین نے درہ حدادث کو یوم مقررہ
پر عبور کیا تاکہ وہ انقرا کے نزدیک، مغربی فوج سے ملحق ہو سکے جو اشناس کے زیر کمان تھی اور وہ
خلیفہ کی ہدایت کے مطابق ۲۲ رجب کو روانہ ہوا تاکہ دونوں خلیفہ کی فوج سے بمقام صفصاف
ملحق ہو جائیں۔ اور خلیفہ جو مغربی سلیشیا میں دریائے لیموس کے کنارے خیمہ زن تھا، اشناس سے
دو دن کے بعد روانہ ہوا اور درہ درب السلام سے گذر کر، طارس کو عبور کر کے انقرہ کی طرف بڑھا

قیصر کو مشرقی فوج زیر کمان افشین کا کچھ علم نہ تھا، وہ حلیس کو عبور کر کے اس کے کنارے خیمہ زن ہوا تاکہ خلیفہ کی فوج پر جو انقرہ کی جانب کوچ کر رہی تھی، اچانک حملہ کر سکے۔ اشناس جب مرج الاسقف پہنچا تو اسے قیصر کی فوج کا کچھ علم نہ تھا۔ یہاں خلیفہ کا ایک خط اسے ملا کہ مرج میں قیام کرو، اور خلیفہ اسوقت مقام پہنچ چکا تھا اور یہ بھی لکھا کہ قیصر کی فوج حملہ کی منتظر تھی۔ بعدازیں دوسرے خط میں خلیفہ نے اشناس کو لکھا کہ قیصر کے قیام کا پتہ لگائے۔ چنانچہ اشناس نے چند رومی قیدیوں سے اطلاع حاصل کر کے خلیفہ کو لکھا کہ قیصر کو افشین کی پیشقدمی کا علم ہو چکا ہے اور وہ اس سے جنگ آزما ہونا چاہتا ہے۔ اس پر خلیفہ نے افشین کو رک جانے اور مزید ہدایات حاصل کرنے کیلئے لکھا، لیکن کوئی قاصد اس تک نہ پہنچ سکا۔ الغرض افشین بڑھتا گیا اور قیصر کی فوجوں سے مقابلہ ہو گیا جو انزن کے قریب رک گیا تھا۔ پہلے حملہ میں قیصر کامیاب رہا اور اس نے افشین کی فوج کے ایک حصہ کو زک دے دی لیکن اسی اثنا میں ایک طوفان باد و باراں نمودار ہو گیا۔ قیصر دو ہزار سواروں کو لیکر اپنی فوج کے اس حصہ کی کمک کیلئے چلا گیا، جو کمزور ہو رہا تھا، اس کی فوج نے یہ گمان کیا کہ وہ قتل ہو گیا چنانچہ اس کی کل فوج بھاگ نکلی۔ جب طوفان فرو ہوا تو قیصر نے دیکھا کہ فوج بھاگی جا رہی ہے اور وہ خود نرغہ میں آ گیا۔ افشین کی فوج نے منجنیقوں سے اس پر سنگ باری شروع کی لیکن وہ مع اپنے آدمیوں کے بڑی ہمت کے ساتھ جان بچا کر بھاگا۔ مسلمان مؤرخین اس کی شکست کا باعث ترکوں کی بے پناہ تیر افگنی کو قرار دیتے ہیں۔ اور وہ قیصر کی فوج کو بالکل تباہ کر دیتے اگر بارش کی وجہ سے ان کی کمانیں ڈھیلی نہ ہو جاتیں۔ طبری نے ایک رومی قیدی کی شہادت یہ درج کی ہے کہ عرب سواروں نے جنگ کا رخ پلٹ دیا۔ بہرحال جب قیصر اپنے پڑاؤ پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ فوج منتشر ہو چکی ہے اس نے غصہ میں آ کر اپنے رشتہ دار کو جو اس کی غیر حاضری میں فوج کا انچارج تھا، قتل کر دیا، اور حکم نافذ کیا کہ جملہ مفرور سپاہیوں کو سزا دی جائے، اور سب کو جمع کر کے، دوبارہ فوج منظم کی جائے تاکہ خلیفہ کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ابو تمام نے تھیافلس کے فرار پر لکھا ہے کہ "وہ میدان جنگ سے اس حالت میں بھاگا کہ خطی نیزہ اس کے کمربند کے آر پار گزر چکا تھا، اور اس کی آنتیں شدت کرب محسوس کر رہی تھیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو موت کا شربت پلایا اور خود بادپا گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا۔ اور اس پہاڑی پر جا کر دم لیا جو اس کے سر پر تھی وہ توقف

ت کانپ رہا تھا اور اس میں یہ پھُرتی، خوشی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ڈر کی وجہ سے"

القصہ کما نذار کو قتل کرنے کے بعد اور سپاہ کو سزا دینے کے بعد، اُس نے ایک خواجہ سرا کو الفراہ بھیجا لوگوں کو مدافعت کے لئے مائل کیا جائے لیکن جب وہ شہر میں داخل ہوا تو اُسنے دیکھا کہ لوگ تو شہر کو خالی کر چکے ہیں اور قیصر کی شکست کی خبر سنکر پہاڑوں میں روپوش ہو گئے ہیں۔ اشنّاس کوچ کرتا ہوا سب سے پہلے الفرہ پہنچا، اور اُسی دن خلیفہ بھی وہاں آ گیا۔ اور دو دن کے بعد افشین بھی پہنچ گیا۔ شہر بآسانی مسخر ہو گیا۔ یہ حال دیکھکر قیصر نے صلح کا قاصد خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن ... خلیفہ نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔ مجبوراً قیصر دوریلیاں چلا گیا تاکہ اموریم کی قسمت کے فیصلہ کو دیکھے۔

ابو تمام نے درخواست صلح کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جب قیصر نے اپنی آنکھوں سے جنگ کا نقشہ دیکھا اور جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ حرب کے معنٰی حراب (قتل وغارت) ہیں تو اس نے خلیفہ کو روپیہ کا لالچ دیا تاکہ مزید ذلّت سے بچ سکے۔ لیکن اُسے بحرِ مواج سے سابقہ پڑا، اور اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ پھر زمین اُس پر تنگ ہو گئی کیونکہ وہ شخص اس پر حملہ آور ہوا جو دنیاوی فوائد کے لئے نہیں بلکہ اپنے خدا کو خوش کرنے کے لئے جنگ کرتا ہے"

الفرہ میں چند روز قیام کے بعد، خلیفہ کی فوجیں اموریم کی طرف تین حصوں میں روانہ ہوئیں۔ اشنّاس کی فوج سب سے آگے، خلیفہ کی فوج وسط میں، اور افشین کی فوج آخر میں۔ اور ہر ایک کے مابین دو فرسنگ کا فاصلہ تھا۔ راہ میں جو کچھ ملا، اُسے نذرِ آتش کر دیا گیا۔

۶ رمضان یوم پنجشنبہ سے محاصرہ شروع ہوا۔ شہر پناہ بہت مضبوط تھی اور بہت بلند اور اس کے گرد وسیع خندق تھی۔ شہر کی حفاظت کا کام ایٹئس کے سپرد تھا۔ فصیل میں ایک جگہ کمزور تھی چنانچہ ایک سابق مسلمان نے جو مرتد ہو گیا تھا خفیہ طور پر خلیفہ کو اس راز سے آگاہ کر دیا۔ قیصر نے اس کمزور مقام کو خود دیکھا تھا اور کمانڈر کو اس کی مرمت کا حکم دیا تھا لیکن شومیٔ قسمت اُس نے اُس کی مرمت میں تساہل سے کام لیا۔ جب اُسے قیصر کی آمد کی اطلاع ملی تو اُسنے فوراً پتھر چنوا کر اُوپر سے یونہی برائے نام مرمت کرا دی، تاکہ بظاہر وہ حصہ باقی ماندہ دیوار کی طرح نظر آ سکے۔ چنانچہ خلیفہ نے اسی کمزور حصہ کے بالمقابل پڑاؤ کیا۔ اور حکم دیا کہ منجنیقوں سے

مسلسل سنگباری شروع کر دی جائے۔ دو دن کے بعد دیوار میں شگاف پڑ گیا، یہ دیکھکر اٹیٹس نے قیصر کو خط لکھا کہ اب چونکہ دیوار میں رخنہ پڑ چکا ہے اور شہر کے بچنے کی کوئی امید نہیں اسلیئے مناسب ہے کہ میں رات کے وقت پھاٹک کھول کر ایک دم نکل پڑوں اور دشمن کی فوج کو چیر پھاڑ کر، جس طرح ہو سکے آپکے پاس پہنچ جاؤں۔ یہ خط ایک عربی بولنے والے رومی قاصد کو دیا گیا تاکہ اس پر دشمن کو شبہ نہ ہو سکے لیکن وہ گرفتار ہو گیا اور جب خلیفہ کو اس خط کے مضمون سے آگاہی ہوئی تو اس نے فیصلہ کیا کہ ایسا نہ ہوگا۔ جب بالکل ناامیدی ہوگئی تو اس کمزور دیوار، کا کپتان جس کا نام بوائڈیز تھا، خود خلیفہ کے پاس آیا اور اس شرط پر تسلیم کا وعدہ کیا کہ جان و مال کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ جبکہ یہ گفتگو ہو رہی تھی، خلیفہ کی فوجیں فصیل کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ۔ ۔ ۔ رومی سپاہی اپنے افسر کے حکم کے مطابق تلواریں نیام میں کئے ہوئے تھے اور حملہ آوروں سے کہہ رہے تھے کہ آگے مت بڑھو۔ جب خلیفہ کپتان کی ہمراہی میں خیمہ سے باہر نکلا، تو اس نے فوج کو حکم دیا کہ دیوار کو مسمار کر کے شہر میں داخل ہو جائے۔ اس پر کپتان کو بہت غصہ آیا اور اس نے خلیفہ پر بدعہدی کا الزام لگایا جس پر خلیفہ نے اسے اطمینان دلایا کہ تیری درخواست منظور کی جائے گی چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ خلیفہ نے اسکو دس ہزار اشرفیاں بطور انعام دیں۔

القصہ خلیفہ کی فوجیں شہر میں داخل ہوگئیں۔ بہت سے لوگوں نے ایک کلیسا میں پناہ لیکر فوج کا مقابلہ شروع کیا لیکن سب مارے گئے۔ ایٹشس حاکم شہر گرفتار ہو گیا اور اُسے بغداد بھیج دیا گیا فصیل مسمار کر دی گئی اور شہر کو نذر آتش کر دیا گیا اور کئی ہزار مرد و زن قیدی بنائے گئے اور اسی قدر قتل ہو گئے۔ محاصرہ تقریباً دو ہفتے تک جاری رہا، اور خلیفہ پچپن یوم کی مہم کے بعد دارالخلافت میں واپس آیا۔ دراصل وہ چاہتا تو یہ تھا کہ قسطنطنیہ تک فتح کرتا چلا جائے لیکن اسے اطلاع ملی کہ بعض بدخواہ عباس ابن مامون کو تخت نشین کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ عباس قیصر سے ساز باز کر رہا ہے اسلیئے اس نے فوراً اپنی سلطنت میں واپس آنے کو مناسب سمجھا۔

روایت ہے کہ محاصرہ کے دوران میں خلیفہ نے نجومیوں سے پوچھا کہ قلعہ کب تک فتح ہوگا، انھوں نے کہا انجیر پکنے سے پہلے نہ ہوگا (یعنی کئی ماہ لگیں گے) لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے قلعہ صرف دو ہفتے میں فتح ہو گیا اور یہ پیشگوئی بالکل غلط نکلی۔ ابو تمام نے اسی کی طرف اشارہ

کیا ہے:۔ "کتابوں کے مقابلہ میں تلوار زیادہ صحیح طور پر پیشگوئی کرسکتی ہے کیونکہ اس کی تیز دھار سچ اور جھوٹ میں بہت خوب امتیاز کرلیتی ہے۔ شکوک اور اوہام، سیاہ صفحات سے دو نہیں ہوسکتے، بلکہ سفید پھل سے دور ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ حقیقی علم اُن تیزوں کی نوک میں ہے جو دشمن کی نگاہوں کو خیرہ کرتے ہیں نہ کہ سبع سیارگاں میں۔

کیا انجام ہوا پیشگوئی کا، اور ستاروں کی چال کا، اور جھوٹے بیانات کا، اور ان قیاسات کا جو اس دروغ پر مبنی تھے؟ صرف یہ کہ انجیروں کے پکنے سے بہت پہلے نوے ہزار انسانوں کو خلیفہ کی فوج نے مچھلیوں کی طرح آگ میں بھون دیا۔

گوشوارہ آمدی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔

بابت ماہ نومبر ۱۹۴۳ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۴ ۱۱/۴۳	۱۸۸۲	جناب فخرالدین صاحب	۰	۰	۲۵
"	۱۸۸۳	" شمس الحسن صاحب	۰	۰	۵
۵ ۱۱/۴۳	۱۸۸۶	حسب وصیت سیٹھ قاسم علی جیراج بھائی	۰	۰	۱۰۰
"	۱۸۸۸	خانصاحب محمد عبدالسلام صاحب	۰	۰	۱۰
۶ ۱۱/۴۳	۱۸۹۶	جناب واحد علی صاحب	۰	۰	۱۰۰
۸ ۱۱/۴۳	۱۹۱۲	جناب علی احمد خانصاحب داتمن	۰	۰	۵
"	۱۹۱۳	عملہ دفتر لاہور	۰	۱۲	۱
۹ ۱۱/۴۳	۱۹۳۴	جناب محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۲
۱۱ ۱۱/۴۳	۱۹۸۰	جناب عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
۱۵ ۱۱/۴۳	۲۰۲۳	جناب خواجہ خلیل احمد صاحب	۰	۰	۱۰
۱۷ ۱۱/۴۳	۲۰۴۷	جناب خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۰	۵
۱۸ ۱۱/۴۳	۲۰۵۳	جناب نذیر احمد صاحب ایم ایس	۰	۰	۵
۱۸ ۱۱/۴۳	۲۰۵۴	ایس ایل ایم۔ شریف	۰	۰	۷
۲۲ ۱۱/۴۳	۲۰۷۴	جنابہ سیدہ خیرالنساء بیگم صاحبہ	۰	۰	۲۴
۲۴ ۱۱/۴۳	۲۱۸۸	جناب عبدالرحمن صاحب	۰	۰	۴
۲۶ ۱۱/۴۳		جناب ٹی ان سید ڈین صاحب کولمبو	۰	۰	۵
		جناب بی ڈی اے رینٹ صاحب کولمبو	۰	۰	۵
		فروخت اسلامک ریویو	۰	۰	۸۴۹
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام	۰	۰	۱۴
		فروخت کتب	۰	۱	۳۷۵
		میزان کل	۰	۱۳	۱۵۵۶

گوشوارہ اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ نومبر ۱۹۴۳ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۴/۱۱/۴۳	۵۹	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۳ء ۔۔	۰	۰	۵۶۷
"	۶۰	کرایہ دفتر بکڈپو بابت اکتوبر ۱۹۴۳ء ۔۔	۰	۰	۳۸
	۶۱	کرایہ گودام بابت اکتوبر ۔۔	۰	۰	۷
	۶۲	الاؤنس بابت اکتوبر ۔۔	۰	۰	۳۰
	۶۳	طباعت اسلامک ریویو بابت ستمبر ۔۔	۰	۰	۱۰۰
	۶۴	خرید کرافٹ پیپر ۔۔	۰	۰	۱۲۴
	۶۵	پیشگی برائے خرید کاغذ اسلامک ریویو ۔۔	۰	۰	۴۸۰
	۶۶	امپریسٹ بل بہ تفصیل ذیل:۔ (پائی — آنے — روپے)			
		محصول ڈاک ۔۔ ۰ — ۰ — ۱۰۱			
		کتابت اشاعت اسلام ۰ — ۱۵ — ۲۰			
		خرید کرافٹ پیپر اینڈ ٹائپ پیپر وغیرہ ۳ — ۷ — ۲۸			
		خرید کتب برائے فروخت ۔۔ ۰ — ۶ — ۸۷			
		سٹیشنری ۔۔ ۰ — ۲ — ۱۲			
		تاریں ۔۔ ۰ — ۳ — ۱۵			
		متفرق ۔۔ ۹ — ۸ — ۱۴			
		۰ — ۱۰ — ۲۷۹	۰	۱۰	۲۷۹
	۶۷	امپریسٹ بل بہ تفصیل ذیل:۔			
		محصول ڈاک ۔۔ ۰ — ۸ — ۵۳			
		جلد سازی اسلامک ریویو ماہ نومبر ۱۹۴۳ء ۰ — ۰ — ۱۸			
		جلد سازی اشاعت اسلام ۰ — ۰ — ۲			
		مرمت رجسٹر وغیرہ ۰ — ۶ — ۳			
		لیٹر پیڈ وغیرہ کی طباعت ۔۔ ۰ — ۰ — ۱۳			
		خرید کتب برائے فروخت ۔۔ ۰ — ۰ — ۲۰۸			
		متفرق ۔ ۰ — ۱۲ — ۱			
		میزان ۰ — ۱۰ — ۲۹۹	۰	۱۰	۲۹۹
		کل میزان	۰	۴	۱۹۷۵

[illegible] کے تمام احباب [illegible] ہندوستانی [illegible]

[illegible] کی ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی [illegible]

(۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر [illegible]

[illegible] مسلم و غیر مسلم زائرین آتے ہیں ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن [illegible]

جماعت [illegible] ہیں۔ برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی کے نام سے اشاعت اسلام کی [illegible]

(۵) مشن کے آرگن۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) [illegible]

لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری [illegible]

مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن افراد

خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین [illegible]

تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد

تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر

تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف

مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر

ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں

اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ

میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک

روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد

ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف

قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہم خیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام

نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج

اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض

نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں

جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہو چکے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار

کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں خصوصاً حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی

قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں

ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت

نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیج کر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق

کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے

ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔

یوں تو مغرب کے دیگر ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں

اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے

دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے جس سے کل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی دور بھی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک [illegible] اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی

اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ [illegible] سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس

تحریک کے [illegible] عالم اسلام [illegible] کی وجہ صرف فرقہ وارانہ امتیازات سے اس کی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے

اس کا کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔

اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف علاقات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں

[illegible] اسلامی مشن کو عالمگیر [illegible] حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ [illegible] آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ [illegible] سیلون۔ افریقہ

[illegible] امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ... ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ... ہے اور ممالک غیر کیلئے ... ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کراتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے از بس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس ۲۱ سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے سر انجام ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔

(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

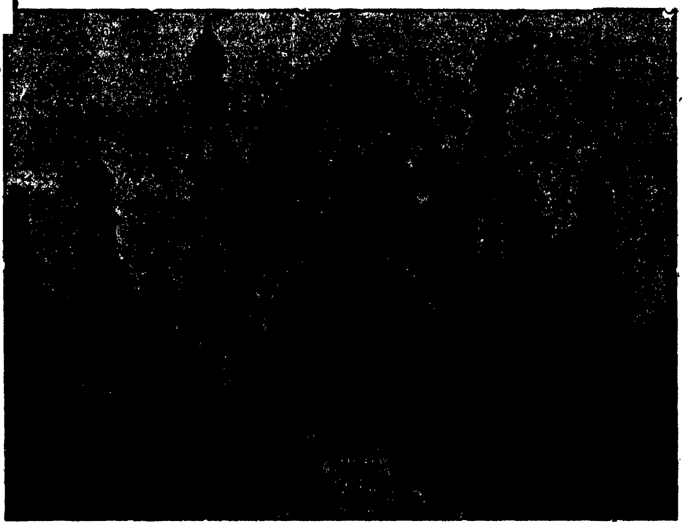
تمام خط و کتابت بنام سیکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ ... هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مُرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عـہ) سالانہ

قیمت پانچ روپے (صـہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　اللّٰہُ اکبر　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

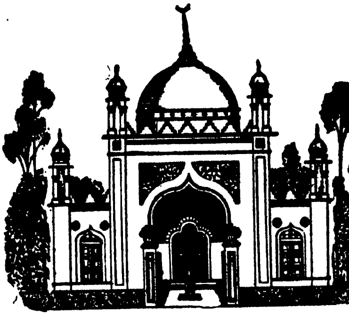
ترجمہ — اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ — وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان



مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن** — ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد** — (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک** — (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع** — (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنیت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۰ | بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ م۔ مارچ ۱۹۴۴ء | نمبر ۳

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

شذرات

تثلیث توحید کی آغوش میں!

دورِ حاضرہ کے پر از آلام اور غیر یقینی حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم میں سے بعض احباب کا یہ خیال ہوگا کہ مسجد ووکنگ کی تبلیغی سرگرمیاں معرض التوا میں پڑی ہوں گی اور سرزمین تثلیث میں توحید کی آواز کو سننے کی کسے فرصت نصیب ہوگی لیکن ہم بصد مسرت اعلان کرتے ہیں کہ حالات اس کے بالکل برعکس ہیں اور مسجد ووکنگ کی تبلیغی سرگرمیاں نہ صرف حسب سابق جاری ہیں بلکہ ان میں گوناگوں اضافہ ہو چکا ہے اور توحید کا جو پار آور پودہ سرزمین تثلیث میں بویا جا چکا ہے اس کے دو شیریں ثمرات سے ہم ناظرین رسالہ اشاعت اسلام کا تعارف کراتے ہیں۔

ثمر اوّل۔ لفٹننٹ سی۔ این آف ہزمیجسٹی فورسز برضا ورغبت خود نہایت ہی صمیم قلب سے اعلان فرماتے ہیں:

"میں خداوند توحید کی پرستش کروں گا اور حضرت محمدؐ کو خدا کا رسول برگزیدہ بندہ تصور کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ کا مساوی احترام کروں گا۔ میں خداوند ذوالجلال کے لطف وکرم سے ایک ادنیٰ مسلمان کی حیثیت سے لمحات حیات بسر کروں گا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ بندگی کی سزاوار محض ذات یزداں ہے۔ اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔

اس کے علاوہ میں اعلان کرتا ہوں کہ آج ہی میں نے اپنے فوجی افسروں کو تبدیلی مذہب کے متعلق مطلع کرتے ہوئے ہدایت کی ہے کہ میرے کاغذات میں تبدیلی کریں۔

میرے دستخطوں سے آج مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۴۳ء کو شائع ہوا۔ دستخط۔ سی۔ این۔ لفٹننٹ

ثمر دوم۔ مسز اے۔ ای۔ ٹوٹن آف کینٹ برضا ورغبت خود نہایت ہی صمیم قلب سے اعلان کرتی ہیں:۔

"میں محض خداوند توحید کی پرستش کروں گی۔ اور حضرت محمدؐ کو خدا کا رسول اور برگزیدہ بندہ تصوّر کرتی ہوں۔ علاوہ ازیں تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یکساں احترام کرونگی۔ میں خداوند ذوالجلال والاکرام کے فضل وکرم سے ایک ادنیٰ مسلمہ کی حیثیت سے لمحات زندگی گذاروں گی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ قابل پرستش محض ذات باری تعالیٰ ہے اور محمد خدا کے رسول ہیں۔"

اے۔ ای۔ ٹوٹن

اسلام اور مسئلہ قربانی

{ از قلم عالی جناب نواب محمد سرور علی خاں صاحب والئ ریاست کروائی }

"کفر و الحاد کے موجودہ تاریک دور میں جبکہ نجات اخروی کا معیار صرف مادہ پرستی رہ گیا ہے اور حرص و آز کا پتلا انسان خالق ارض و سما کے خوف کو یکسر فراموش کر کے تعیش کی زندگی بسر کرنے کا عادی ہو چکا ہے۔ دولت کے سنہری و روپہلی پردوں کی آڑ میں انسانیت سوز مظالم اور حیا سوز گناہ کئے جاتے ہیں اور مذہب کی حیثیت صرف صفر کے برابر رہ چکی ہے ایسی حالت میں ایک والئے ریاست کی طرف سے خالص مذہبی اور حق و صداقت کی آواز کا بلند ہونا یقیناً قابل صد ستائش ہے۔ اعلیحضرت نواب محمد سرور علی خانصاحب بہادر فرمانروائے ریاست کروائی نے "قانون حق" ایسی انمول اور قرآنی تعلیم کے جواہر ریزوں سے بھرپور کتاب تحریر فرما کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ باوجود افراط دولت منصب حکومت اور صاحب اقتدار ہوتے ہوئے بھی بعض بندگان خدا ابھی خدا پرستی کی طرف مائل ہیں اور اپنے فریضۂ مذہبی کو نہیں بھولے۔

عالیجناب نواب صاحب موصوف نے ریاست کی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود نہایت ہی محنت اور عرق ریزی سے "قانون حق" میں قرآن کریم کی تعلیمات کو اس خوش اسلوبی اور عمدگی سے پیش کیا ہے کہ اسے بے اختیار مطالعہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ کتاب آپ کی قرآن کریم سے محبت، عشق اسلام۔ پاکیزہ خیالات، مذہبی جوش۔ زہد و اتقا اور بلند شخصیت کی آئینہ دار ہے اور اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قرآن کریم پر خاص عبور حاصل ہے جس کی بنا پر آپ نے ایسی اہم کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

آپ کی یہ زندہ جاوید تصنیف نہ صرف والیان ریاست، بلکہ آپ کی آیندہ نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی، بلکہ ہم متوقع ہیں کہ اس کے مطالعہ کے بعد دیگر والیان ریاست بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں گے۔

ہم دست بدعا ہیں کہ رب جلّ شانہٗ آپ کو اس سے بھی زیادہ مذہبی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

چونکہ اس میں بہت سے دینی اور شرعی مسائل کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ لہذا ان میں سے ہم ایک گرانقدر باب "اسلام اور مسئلہ قربانی" ہدیۂ ناظرین رسالہ اشاعت اسلام کرتے ہیں اور آیندہ بھی ہم اس کتاب کے مضامین سے رسالہ ہذا کے صفحات کو زینت دیتے رہیں گے۔

مؤرخہ ۱۲ر فروری ۱۹۴۴ء　　خواجہ عبدالغنی

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور　　سکرٹری مسلم مشن و وکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ

قربانی کے معنی ہیں۔ وہ چیز جو دُوری کو ہٹائے اور انسان کو کسی دوسری بہتر چیز کی طرف لے جائے۔ قربانی خدا کا قانون ہے۔ قربانی پیغمبروں کی سنت ہے، قربانی زندگی اور کامیابی کا سرچشمہ ہے۔ اور اس دنیا میں صرف وہ ہی قومیں اور وہ ہی شخص کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جو اپنے مقصد کے لئے جان۔ مال۔ اولاد۔ وقت اور آسائش کو بے دریغ اور مردانہ وار قربان کر سکیں۔ تاریخ اسلام اور تاریخ جدید کا سب سے بڑا فتوے اور فیصلہ یہ ہی ہے۔

زمانہ جاہلیت کی قربانی انسان کی توہم پرستی کا نتیجہ تھی۔ لوگ دیوی۔ دیوتاؤں سے مرادیں لینے یا ان کی ناراضگی اور عذاب سے بچنے کے لئے جانوں کی قربانیاں کرتے تھے۔ اور اس چیز کو دیوتاؤں کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ یہ قربانی ایک ظاہری رسم تھی اور محض انسانی فطری کمزوری کا نتیجہ تھی۔ اس قربانی سے انسان کو ترک خودی۔ ترک استقلال۔ شرک بزدلی اور اخلاقی کمزوری کے سوا کچھ حاصل نہ تھا۔ طمع اور خوف کے زیر اثر وہ جس قدر زیادہ انسانوں یا جانوروں کا خون بہاتے تھے اسی قدر زیادہ روحانی قوت اور اخلاقی زندگی سے محروم ہوئے جاتے

تھے ـــــ قربانی کے معاملہ میں مذہب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ جین اور بُدھ مذہب

ان مذاہب نے جانوروں کی قربانی کو سخت ترین گناہ قرار دے کر اپنی ساری قوت انسانی خواہشات و جذبات کی قربانی اور ہلاکت پر صرف کی ہے۔ اور قرار دیا ہے کہ جب تک کوئی انسان کرم کے بندھن سے تعلقات دنیوی کی قید سے اور دُکھ سُکھ کے احساس سے بری ہو کر اپنے آپ کو فنا نہ کر دے۔ نجات (مکتی) حاصل نہیں کر سکتا۔

۲۔ ہندو۔ یہودی اور عیسائی

یہ تینوں مذہب جین اور بدھ کے مدِمقابل ہیں، ہندوؤں کے ہاں قربانی کی رسم اس خیال پر قائم تھی کہ وہ جانوروں کا خون اور گوشت پیش کر کے دیوتاؤں کو خوش رکھ سکتے ہیں اور ان کی ہولناکی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ یہودی اپنے گناہوں کے کفارے کے لئے قربانی کرتے تھے۔ عیسائیوں نے کہا کہ اگر منفرق طور پر قربانی کرنے کے بجائے ایک ہی قربانی حضرت مسیح کے سولی دیئے جانے پر ایمان لے آئیں تو یہ ایمان نجات کے لئے کافی ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر پہلے دو مذہب انسان کی خودی کو فنا کر کے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آخری تینوں مذہب، دوسروں کو فنا کر کے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں غلط ہیں۔ اگر انسان جین اور بدھ مذہب کی تعلیم کے مطابق اپنے جذبات اور خواہشات کی ہلاکت پر کمر باندھ لے تو انسانی قویٰ کی آزاد نشو و نما اور ترقی بالکل رک جائے۔ اور اس دنیا میں موت، مایوسی اور فقیری کے سوا کچھ باقی نہ رہ جائے گا۔ اور اگر ہم ہندو۔ یہودی اور عیسائی مذہب کی تعلیم کے مطابق یہ سمجھ لیں کہ انسان جانوروں یا مسیح کی قربانی سے نجات حاصل کر سکتا ہے تو لازماً اپنے اعمال پر سے ہمارا اعتماد اٹھ جائے گا۔ ہم نیک اعمال کے ضرورتمند نہ رہیں گے۔ صرف دوسروں کے سہارے پر جینا شروع کر دیں گے۔

اس سلسلے میں ایک اور قابل لحاظ چیز یہ ہے۔ کہ ان قربانیوں کا بہ حیثیت ایک رسم یا

عقیدہ کے انسانی تمدن اور دنیوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جین اور بدھ ایثار نفس کی تعلیم ضرور دیتے ہیں مگر یہ ایثار دنیا کے لئے نہیں بلکہ ترک دنیا۔ ترک خودی اور ترک عمل کے لئے ہے۔ اور یہی حال ہندو۔ یہودی اور عیسائی مذہب کی قربانیوں کا ہے۔ وہ محض دوسروں (دیوتاؤں وغیرہ) کو خوش کرنے کے لئے دوسروں (جانوروں وغیرہ) کی قربانیاں کرتے ہیں اور خود بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جین اور بدھ کی قربانیوں سے جو ایثار نفس سے شروع ہوتی تھیں۔ انسان نے خود کو قتل کرنا (ترک دنیا اور خودکشی) سیکھا۔ ہندو۔ یہودی اور عیسائی قربانیاں جو حیوانات کو قربان کرنے سے شروع ہوئی تھیں۔ اور بعد میں انسانوں کی قربانیاں بھی اسی میں شامل ہو گئیں۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اوروں کو قربان کرکے اوروں کو تکلیف دے کر خود غرضی سے خود ایک فرضی اطمینان قلب حاصل کریں۔

ان میں کوئی چیز بھی اسلامی قربانی پر عاید نہیں ہوسکتی۔ اسلامی قربانی ایک قابل فخر اور قابل تقلید تاریخی واقعہ کی یادگار ہے۔ جسے قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

رب هب لی من الصّلحین۔ فبشرنه بغلٰم حلیم۔ فلما بلغ معه السعی قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تریٰ ۚ قال یٰابت افعل ما تومر ستجدنی ان شاء الله من الصّٰبرین۔ فلما اسلما وتله للجبین وناديْنه ان یا براهیم۔ قد صدقت الرءیا۔

یعنی۔ حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی۔ اے خدا مجھے نیک بیٹا دے۔ پس ہم نے اسے نیک اور بردبار بیٹے کی خوشخبری دی۔ جب وہ لڑکا دوڑ دھوپ کے قابل ہوا تو ابراہیمؑ نے کہا۔ بیٹا میں خواب دیکھتا ہوں کہ گویا تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اس بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ حضرت اسمٰعیل نے جواب دیا۔ اے باپ تجھ کو خدا کا جو حکم ہوا ہے۔ پورا کر۔ تو خدا کے فضل سے مجھے صابر پائے گا۔ جب باپ اور بیٹا دونوں تعمیل حکم پر تل گئے۔ باپ ذبح کرنے پر تل گیا اور بیٹا ذبح ہونے پر تل گیا تو باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا۔ اُس وقت ہم نے ابراہیم کو آواز دی کہ اے ابراہیم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا

اس واقعہ کے بیان کے بعد قرآن پاک میں ارشاد ہوا:۔

۱۔ ان کذالک نجزی المحسنین۔ ان ھذا لھو البلوا المبین۔ وفدینٰہ بذبح عظیم

۲۔ وترکنا علیہ فی الاخرین۔ سلٰم علیٰ ابراھیم۔

۳۔ کذالک نجزی المحسنین۔ انہ من عبادنا المومنین۔

پہلی آیات ۔ "ہم محسنین کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بیشک یہ ایک کھلا ہوا امتحان تھا" میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قربانی ایک امتحان ہوتا ہے اور قربانی سے انسان کچھ کھوتا نہیں بلکہ پاتا ہے۔ مثال اس کی حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ ہے۔ آپ اسمٰعیلؑ کو راہ حق میں قربان کردینے پر آمادہ تھے مگر واقعہ یہ ہوا کہ اسمٰعیلؑ بھی سلامت رہے اور قربانی بھی مقبول ہوگئی اور خدا نے اس کا فدیہ قبول کرلیا۔

دوسری آیت ۔ "حضرت ابراہیمؑ پر سلامتی ہو"۔ پہلی آیت میں بیان ہوا کہ قربانی محض ایک امتحان ہوتا ہے۔ اور اس سے کچھ ضائع نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ ملتا ہے۔ اصل قربانی صرف وہ قربانی ہے جو حکم خدا کی اطاعت میں ہو۔ اب دوسری آیت میں خداتعالےٰ نے حضرت ابراہیم کی قربانی اور امتحان میں کامیابی کا اعتراف فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس سے حضرت ابراہیم پر سلامتی کا دروازہ کھل گیا۔

تیسری آیت ۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتا ہے"۔ اعلان سلامتی کے بعد حکم ہوتا ہے کہ ہم ارباب احسان کو اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کا یہ قانون ہے کہ جو لوگ حضرت ابراہیمؑ کے نقش قدم کی پیروی کریں گے انہیں اسی طرح جزا دی جائے گی امن اور سلامتی بھی قربانی کی لازمی جزا ہے۔ اور صرف وہی قومیں اور افراد امن اور سلامتی کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ جو پہلے قربانی دیں۔ مسلمانوں کی عید کی قربانیاں ابراہیمی قربانی کی یادگار ہیں۔ تاکہ ہم کو وہ قربانی یاد آجائے اور ہم اسی طرح اطاعت خداوندی میں قربانیاں دیں۔ اسی لئے حضرت ابراہیم کی اس روح اطاعت کو جو اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے، نوع انسان کے لئے ہدایت کا ایک مستقل نشان مقرر کردیا۔ ذرا واقعہ ابراہیمؑ کے تمام اجزا کو مرتب فرمائیں۔

۱۔ حضرت ابراہیمؑ بیداری میں نہیں۔ بلکہ خواب میں قربانی کا حکم پاتے ہیں۔

۲۔ مطالبہ کسی معمولی چیز کا نہیں۔ بیٹے کی قربانی کا مطالبہ ہے۔
۳۔ بیٹا بھی معمولی نہیں۔ اسمٰعیلؑ ہے۔ حسین جمیل۔ صالح اور نبی۔
۴۔ بیٹے پر جوانی کی عمر ہے اور بیٹا پہلوٹا ہے۔
۵۔ باپ پر بڑھاپا طاری ہے۔ اور اب نعم البدل کی توقع بھی نہیں۔
۶۔ یہ وہ بیٹا ہے جو دعائیں مانگ کر لیا ہے۔

ذرا کیفیت کا اندازہ کیجئے اور پھر حضرت ابراہیمؑ کی قربانی پر غور کیجئے کہ رنج وغم اور فکر کا نہ باپ میں نہ بیٹے میں پتہ۔ اطاعت الٰہی میں کس خوشی سے باپ بیٹے کو قربان کرنے کو تیار ہیں۔ تیار بھی نہیں بلکہ نہایت خوشی اور تزک واحتشام کے ساتھ تیار اور اسی طرح بیٹا بھی نہایت خوشی اور جوش وخروش سے قربان ہونے کو تیار۔ یہ ہے قربانی اور اس طرح کی قربانی کی ہدایت مسلمانوں کو ہے۔ جس کی ہر سال خداوند پاک ہم کو یاد دلاتا ہے اور وہ اس لئے کہ ہم کو وہ رتبے حاصل ہو جائیں کہ جن کا اگر ذرا ہم کو اندازہ ہو جائے تو دنیا کی سب نعمتیں ہیچ ہیں۔ یہ ہے اسلامی قربانی اور یہ ہے اس کا ثمر۔ فھل من مدکر؟ کوئی غور کرنیوالا ہے؟

خلوص دل سے سجدہ ہو۔ تو اس سجدے کا کیا کہنا
وہیں کعبہ سرک آیا جبیں ہم نے جہاں رکھدی

نتیجہ:۔ تمام مذاہب میں قربانی کی رسم موجود ہے۔ لیکن قربانی کے معنی اور شرائط قبولیت جو معقول ہوں۔ بالکل موجود نہیں ہیں۔ اسلام نے دنیا کے سامنے یہ حقیقت پیش کی ہے کہ اسلامی قربانی کے نظام کا مقصد سیرت انسانی کی تکمیل ہے، اور یہی معیار قربانی کی معقولیت کا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

" لن ینال اللہ لحومھا ولا دماوھا ولٰکن ینالہ التقوٰی منکم۔" اللہ کو (قربانیوں کے) نہ گوشت پہنچتے ہیں اور نہ خون پہنچتا ہے۔ بلکہ اس کو تمہارا تقوٰے (پرہیزگاری) پہنچتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ جب تک تقوٰے نہ ہو قربانی قبول نہیں ہوگی۔ پس اسلامی قربانی کی آخری فضیلت یہ ہے کہ ایک ایسی حقیقت کو قربانی کا انتہائی مقصد اور قبولیت کی شرط قرار دیا گیا۔ جو خود انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ قرآنی تعلیم کے مطابق۔ قربانی۔ گوشت

اور خون کا نام نہیں ہے۔ بلکہ تقویٰ کا نام ہے۔ اور احادیث نبوی کے مطابق تقویٰ یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے گناہوں سے علیحدہ ہو جائے۔ اے ظاہر بیت کے طلبگار رو رسم کے پجاریو۔ بھیڑوں اور بکریوں کے گلوں پر ہاتھ صاف کرنے والو۔ اُس حیوان کیطرف بھی دیکھو جو خود غرضی اور نفس پرستی کی شکل میں تمہارے اندر موجود ہے۔ آؤ سب سے پہلے اس حیوان کو ذبح کریں اور پاکبازی حاصل کریں اور حیات انسانی پر حقیقت اسلام اور صداقت قرآن کے بند دروازے کھول دیں۔

عید الضحیٰ کی قربانی

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور مبلغ اسلام

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانیٔ مسلم مشن ووکنگ۔ (انگلستان) و مبلغ اسلام کو دورانِ قیام انگلستان اور دنیا کے دوسرے مقامات پر عیسائی مذہب یا کسی دوسرے مذہب کے اصحاب سے اکثر مذہبی گفتگو یا بحث کا موقع ملتا رہا۔ انھوں نے وہ ابحاث حوالۂ تحریر کر دیئے۔ اس مبلّغانہ زندگی میں حضرت خواجہ صاحب مذکور سے بیسیوں پادری اور ایسا ہی مذہب سے دلچسپی رکھنے والے دوسرے اصحاب ملے۔ قسما قسم کی گفتگوئیں ان سے ہوئیں ـــــ جو نہ صرف اسلام اور دوسرے مذاہب پر روشنی ڈالتی ہیں۔ بلکہ بہت سے دیگر امور مذہبی پر ایک سبق ہو سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں ان ابحاث سے یورپین نکتہ خیال اور ان سے طریق گفتگو بھی سمجھ میں آتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب موصوف نے ان بیشمار ابحاث و مکالمات میں سے چند ایک کو تحریر فرما دیا۔ ان مکالمات میں سے اشاعتِ حاضرہ میں "عید الضحیٰ کی قربانی" پر ایک دلچسپ مکالمہ ہدیہ ناظرین کرام کیا جاتا ہے جو ایک ایل۔ ایل۔ ڈی۔ سرنائٹ اور حضرت خواجہ صاحب کے درمیان مقام پر فرڈ ویکارج متصل ووکنگ انگلستان ہوا۔ یہ مکالمات آیندہ مبلّغانِ اسلام کی ہدایات و رہنمائی کے لئے فائدہ سے خالی نہیں۔ اور عامۃ المسلمین بھی اس سے انشاءاللہ مستفید ہوں گے۔

لاہور۔ ۵ فروری ۱۹۴۴ء

خواجہ عبد الغنی۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔

مضمون:- عید الضحیٰ کی قربانی۔ قربانی نہ بیرحمی ہے نہ اسراف۔ انتقال مدرکہ۔ رفعت حیوانات بہ انسانیت۔

مقام۔ پرفرڈویکاریج متصل ووکنگ۔

میرے ایک معزز دوست سرناٹ ہیں۔ لنڈن میں معزز خدمات پرممتاز رہ چکے ہیں۔ وہ اور ان کا خاندان مجھ سے خاص محبت رکھتا ہے۔ ۱۹۱۸ء کی عید الضحیٰ سے دو ہفتے پہلے وہ ووکنگ سے دو میل پر بمقام پرفرڈ چند ہفتوں کے لئے آرہے۔ عید سے تین چار دن پہلے ایک دن اس مقدس تقریب میں شمولیت کی دعوت دینے کے لئے میں ان کے پاس گیا۔ اثنائے گفتگو میں قربانی پر بھی گفتگو چل نکلی۔ جس میں سے ذیل کا حصۂ گفتگو یہاں درج کرتا ہوں۔

سرناٹ:- "آخر یہ اس قدر جانور ذبح ہوتے ہیں۔ کیا یہ امر رحم کے منافی نہیں۔ کیوں نہ اس کے عوض میں نقد خیرات دی جائے"۔

مَیں:- "یہ آپ کا رحم عید کے دن ہی کیوں جوش میں آتا ہے۔ کم از کم آپ تو یہ اعتراض نہیں کر سکتے

سرناٹ:- "وہ کیوں میں آپ کا مقصد نہیں سمجھا"۔

مَیں:- "لیڈی (اہلیہ صاحبہ سرناٹ) مجھے کہا کرتی ہیں کہ جس دن میز پر یہ گوشت نہ آئے اُس دن آپ کو کھانے کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ شاید آپ کی میز پر گوشت جانوروں کے ذبح کئے بغیر آجاتا ہوگا۔ وہاں بھی کسی کی جان لیکر آپ کی عادت گوشت خوری کو پورا کیا جاتا ہے۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ خاص عید کی قربانی کیوں آپ کے رحم کی محرک ہوئی"۔

سرناٹ:- "لیکن وہ ہماری آنکھ کے سامنے نہیں ہوتا۔ نہ ہم خود جانور خرید کر ذبح کرتے ہیں"

مَیں:- "یہ باتیں ایسے بزرگ کے منہ سے تو خوبصورت نہیں معلوم ہوتیں جو مجسٹریٹ بھی رہ چکا ہو کسی قتل کا اصل مجرم تو وہ ہوتا ہے جس کے اشارہ یا خرچ پر کوئی قتل ہو۔ لیڈی صاحبہ اکثر مجھے کہا کرتی ہیں کہ باورچی خانہ کی ضروریات میں سب سے بڑا بل قصاب کا بل ہوتا ہے۔ اگر جانور کا ذبح کرنا بالفرض بمنزلہ قتل ہے تو پھر قصاب تو ایک اُجرتی قاتل ہے اصلی مجرم تو گوشت کھانے والے ہیں۔ آپ گوشت خریدنا چھوڑ دیں۔ مذبوح جانوروں کی تعداد میں کمی واقع ہو جائیگی رہا یہ کہ قصاب آپ کی آنکھ کے سامنے ذبح نہیں کرتے۔ قربانی بھی آپکی غیر حاضری میں ہو سکتی ہے

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

سر نائٹ :۔ "لیکن بے ضرورت لکھوکھا جانور ذبح ہو جاتے ہیں"

مَیں :۔ "ایک لنڈن شہر میں ہر روز کتنے ذبح ہوتے ہیں۔ چلو ایک دن دوگنا سہی"

سر نائٹ :۔ "کم از کم اس کا نام اسراف تو آپ ضرور کہیں گے"

مَیں :۔ "اسراف تو تب ہو جو ضائع ہو جائے ۔ میں ایک بات آپ سے عرض کرتا ہوں۔ گوشت ایک لذیذ اور مقوی غذا ہے ۔ اس کے کھانے کے مستحق محتاج و غریب دونوں ہیں لیکن غربا میں سے ایسے بھی ہیں جنہیں مہینوں گوشت نصیب نہیں ہوتا۔ اسلام نے مختلف راہیں خیرات کی نکالی ہیں جو کچھ ہم کھاتے ہیں ۔ اس میں کبھی کبھی ناداروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ چنانچہ عید کے دن اس سید الطعام میں سارے شہر کے مفلس شریک ہو جاتے ہیں یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم تو ایک وقت بھی گوشت کے بغیر نہ رہیں اور انہیں سال میں بھی ایک دفعہ نصیب نہ ہو"۔

سر نائٹ :۔ "زید یا بکر کے فعل سے تو ایک امر ناجائز جائز نہیں ہوتا ۔ اگر ہم لوگ گوشت کے عادی ہو گئے ہیں تو ہماری بھی غلطی ہے ۔ اس سے تو یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ بیرحمی جانوروں پر نہیں ہوتی ۔ کیا کبھی انسان نے ذبح ہونیوالے جانور سے بھی مشورہ کیا ہے کہ اس کی جان پر کیا گذرتی ہے"

مَیں ۔ "وہ مشورہ کے قابل ہستی ہی نہیں ہم تو اپنے کم سن بچوں سے کبھی مشورہ نہیں لیا کرتے اگر بچوں کے نکتہ خیال سے کوئی بات تکلیف دہ ہو لیکن ہمارے نزدیک وہ امر مفید ہو تو بچوں کی رائے آپ نہیں لیا کرتے ۔ وہ لاکھ اس چیز کو تکلیف دہ سمجھیں ہم کر گذرتے ہیں"۔

سر نائٹ :۔ "اچھا۔ گوشت تو ہم کھائیں۔ بکرے کی جان جائے ۔ لیکن یہ سب اس کے فائدہ کے لئے ۔ خواجہ صاحب ! یہ فلسفہ بھی کچھ نرالا ہی نظر آتا ہے"

مَیں "۔ غنیمت ہے کہ میرا مخاطب ایک ذی علم اور فلسفی ہے ۔ بات کرنیکا بھی یہاں ہی مزہ ہے ۔ کائنات میں ہر ایک چیز رو بہ ترقی ہے ، ایک ہی قسم کے ذرات مختلف مقداروں میں ترکیب پا کر کچھ کا کچھ بن جاتے ہیں ۔ کائنات کے اعلیٰ اور ادنیٰ طبقے اسی طرح پیدا ہوتے ہیں لیکن بعض وقت ادنیٰ طبقے کی چیزیں اعلیٰ طبقہ کا جزو بدن بن کر اعلیٰ ہو جاتی ہیں۔ مٹی کے اجزاء نباتات کے مقابل کم رتبہ ہیں۔ لیکن ایک بیج زمین میں دفن ہو کر اجزاء ارضیہ کو اپنی خوراک بنا لیتا ہے

اور جس مٹی میں پہلے کوئی حرکت نہ تھی۔ اب اس میں نمو اور بالیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ گھاس اور ایسے ہی دوسرے درختوں میں بالیدگی تو ہے لیکن اگر ان میں حرکت پیدا کرنا ہو یعنی وہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے کے قابل ہو سکیں پھر ان میں ادراک بھی ہو تو اس کا سہل علاج ایک ہی ہے۔ یعنی وہ کسی جانور کی خوراک بن جاوے۔"

سرنائٹ: "تو کیا جانوروں کو کھا کر آپ انہیں انسان بناتے ہیں۔ اور کیا وہ اس پر راضی بھی ہیں"۔

مَیں: "آپ اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ ایک بکرے میں وہ تعقل و ادراک نہیں جو انسان میں ہوتا ہے۔ حالانکہ اسکے جسم اور گوشت نے انہی اجزا سے ترکیب پائی ہے جن سے انسان بنتا ہے۔ انسان کا گوشت تعقل تصوّر، تخیّل، حافظہ جیسی قیمتی چیزوں کو اپنے اندر رکھتا ہے بکرے کے گوشت میں صرف ایک ادنےٰ درجہ کا ادراک ہے۔ اب اگر وہی گوشت میرے گوشت میں جا ملے تو آپ فرمائیں کہ اس گوشت نے ترقی کی یا تنزل اب رہی جانوروں کی رضامندی اسکا جواب میں عرض کر چکا ہوں۔ بچوں کی رضامندی اگر آپ لیں گے تو ان میں سے دس فیصدی بھی مدرسہ جانے پر راضی نہ ہونگے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جس دن ایک بچہ کسی وہم سے اگر مدرسہ جانا نہیں چاہتا تو جو تکلیف اسے والدین کے جبر تلے مدرسہ جانے میں ہوتی ہے وہ بکرے کی تکلیف سے کم یا زیادہ ہے خصوصاً جب یہ امر پیش نظر ہو کہ انسانی ادراک حیوانی ادراک کے مقابل زیادہ احساس رکھتا ہے"۔

سرنائٹ: "آخر ایک جان جاتی ہے اس کا احساس بہرحال زیادہ ہوگا"۔

مَیں: "اگر آپ اس امر پہ اُتر آئیں گے تو پھر مشکلات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر بوس کی تھیوری سے آپ واقف ہی ہیں جانور چھوڑ نباتات میں درختوں میں پھلوں میں اور میرے نزدیک لکڑی اور پتھر میں بھی احساس ہے تو پھر آپ سبزیاں کھانا بھی چھوڑ دیں۔ اناج کو بھی ہاتھ نہ لگائیں۔ ان تمام امور کی جو از نیت اگر ہے تو اسی میں ہے کہ اگر ایک طبقہ کے افراد کسی نزدیک کے اعلیٰ طبقہ کے جسم میں منتقل ہو کر طبقہ آخر الذکر کے خواص کے مالک ہو سکتے ہیں تو یہ انتقال صحیح اور جائز ہوگا لیکن اس انتقال میں پہلی ہستی کو چھوڑ دینا ہوگا"۔

سرناٹ :- "خواہ آپ کوئی بھی الفاظ استعمال کریں اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ جسے آپ انتقال یا منتقل ہونا کہتے ہیں اس کا دوسرا نام موت ہے"۔

مَیں :- "تو موت اور کیا چیز ہوتی ہے۔ موت بھی انتقال مکان ہے۔ بہشت کا مفہوم کچھ بھی آپ کے نزدیک ہو بہشتی زندگی اس زندگی سے بہتر ہے۔ لیکن اس زندگی میں اگر آپ داخل ہونا چاہیں تو پھر موت کو پہلے بلالیں۔ الغرض ادنےٰ طبقہ سے اعلیٰ طبقہ میں داخل ہونیکا دروازہ موت ہے"۔

سرناٹ :- "تو کیا میں یہ سمجھوں کہ ان جانوروں کی جنت ہمارا جسم ہے"؟

مَیں :- "آپ نے تو صوفیانہ خیال کا ایک نکتۂ معرفت بیان کر دیا۔ بات یہی ہے۔ ذراتِ عالم رو بہ ترقی ہیں۔ ادنیٰ طبقہ کا اعلیٰ طبقہ میں جانا مقام رفعت کو جانا ہے۔ افراد طبقہ ادنےٰ کا مقام اعلیٰ میں جانا گویا ان کا بہشت میں داخل ہونا ہے۔ موت اگر تبدیلی حالت سمجھ لی جائے تو جیسے میں نے عرض کیا جس دروازہ سے گذر کر ادنیٰ مقام اعلیٰ کو پہنچتے ہیں اسکا نام موت ہے"۔

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مغفور بانیٔ مسلم مشن ووکنگ انگلستان

نبی کامل ...	۲/۱/-	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ...	-/۱۰/-	ام الالسنہ ...	-/۸/-
ینابیع المسیحیت ...	۱/۱۴/-	ذرات عالم کا مذہب ...	-/۴/-	مقصد مذہب ...	-/۴/-
موضوع قرآن ...	-/۴/-	روحانیت فی الاسلام	۱/۲/-	پیام اسلام ...	-/۸/-
توحید فی الاسلام ...	۱/۱۰/-	تمدن اسلام ...	۱/۱۴/-	یسوع کی الوہیت ...	-/۴/-
مکالمات طیبہ ...	-/۱۰/-	راز حیات ...	۱/۲/-	اسلام اور علوم جدیدہ ...	-/۴/-
اسوۂ حسنہ ...	۱/۸/-	تحفۂ کرسمس ...	-/۴/-	حیات بعد الموت ...	-/۸/-
لمعات انوار محمد ...	۱/۶/-	سلک مروارید ...	-/۱۰/-	صلائے نصرت بہ اہل ہمت	-/۴/-
براہین نیرہ ...	۱/۲/-	مذہب محبت ...	۱/۴/-	پتہ :- منیجر مسلم بک سائٹی، عزیز منزل	
ہستی باری تعالیٰ ...	۱/۸/-	مطالعۂ اسلام ...	-/۱۰/-	برانڈرتھ روڈ - لاہور	

مکتوبات

لنڈن - این - ڈبلیو - ۲ - مؤرخہ ۱۶ جولائی ۱۹۴۳ء

مکرم بندہ - آپ ازراہ نوازش اسلام کی تعلیمات کے متعلق مجھے چھوٹا سا پمفلٹ ارسال فرماتے ہوئے یہ بھی تحریر فرمائیں کہ دیگر مذاہب کی طرح اسلام میں بھی کنسرویٹو - ارتھوڈکس اور پروگریسیو ایسی مختلف تحریکات ہیں - میں آپ کو پمفلٹ کی قیمت معہ محصولڈاک بھیجدونگی - اگر آپ مجھے اس کی قیمت سے آگاہ کردیں - فقط - آپ کی وفادار - مس ایچ - ایم -

---

لسٹر - مؤرخہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۳ء

مکرم بندہ - ارباب کلیسا کی نفس پرستی اور جاہ وحشمت کے لئے بڑھتی ہوئی حرص وآز کی وجہ سے میں اپنے مسیحی عقیدہ کے مطابق برسوں سے کلیسا نہیں جاسکا -

کچھ عرصہ ہوا جب میں ہندوستان میں تھا تو مجھے قرآن کریم کے ترجمہ کو مطالعہ کرنیکا موقعہ ملا - میں اسکی دلکش اور دلپذیر تعلیم کو پڑھکر بہت ہی متعجب ہوا - میں بہت ہی ممنون ہونگا اگر فرزندان توحید مجھے ایسے صراط مستقیم پر جادہ پیما کردیں یا ایسی تعلیم سے بہرہ ور ہونے کا موقع دیں - جس کا مسیحیت میں فقدان ہے - میں اسلامی تعلیمات کے مزید مطالعہ کا متمنی ہوں - اگر میں نے اسکو مبنی برحقیقت پایا تو میں حلقہ بگوش اسلام ہوجاؤں گا -

میں آپ کا ازحد ممنون ہونگا - اگر آپ میری اس سلسلہ میں اعانت فرمادیں اور ایسا اسلامی لٹریچر ارسال فرمائیں جو میرے لئے مشعل راہ ثابت ہو - اور یہ بھی تحریر فرمادیں کہ قرآن کریم کا بہترین ترجمہ مجھے کہاں سے حاصل ہوسکتا ہے -

میرا خیال تھا کہ ایک یوروپین کیلئے اسلام قبول کرنا ممکن نہیں لیکن مجھے یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی ہے کہ متعدد یوروپین اسلام قبول کرتے رہے ہیں اور میں بھی کرسکتا ہوں - اس کے علاوہ میں آپ کی اطلاع کیلئے یہ عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس وقت میری عمر ۳۹ سال کی ہے - پس میں اس معاملہ کو بسبیل ظرافت نہیں لے رہا بلکہ دلی شوق وولولہ سے یہ معلومات حاصل کررہا ہوں - میں متوقع ہوں کہ آپ اولین فرصت میں مجھے اس خط کے جواب سے ممنون فرمائیں گے - آپ کا شکرگذار

میں ہوں آپ کا وفادار - سی - این (لفٹنٹ)

لسٹر۔ مورخہ ۲۷ر جولائی ۱۹۴۳ء

میرے پیارے امام۔ آج صبح مجھے آپ کا مرسلہ اور پمفلٹ موصول ہوا۔ آپ کی نوازش کا شکریہ میں نے وٹ از اسلام (What is Islam) کا مطالعہ کیا ہے اس کے مطالعہ سے میرے دماغ میں وہ تمام تعلیم از سرِنو پھر تازہ ہوگئی ہے جو کہ عرصہ ہوا میں نے قرآن کریم کے ترجمہ میں پڑھی تھی۔ میں نے اسلام قبول کرنے کا اب مصمم ارادہ کر لیا ہے اور آپ کا میں از حد ممنون ہونگا اگر آپ مجھے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے لئے جملہ تفصیلات سے آگاہ کریں۔ میں ۱۳ شلنگ کا چیک آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں۔ آپ ازراہ کرم قرآن کریم مترجمہ حافظ غلام سرور مجھے بھیجکر ممنون فرماویں۔

مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی ہے کہ مسیحیت کی طرح اسلام کے علماء میں درجات نہیں ہیں۔ درحقیقت میرے مسیحیت چھوڑنے کا باعث بھی ارباب کلیسا کا سلوک ہوا ہے۔ مسیحی عقیدہ کے مطابق تو ہر ایک عیسائی خدا تعالیٰ کی نظر میں یکساں حیثیت رکھتا ہے لیکن افسوس کہ عملی طور پر ایسا نہیں ہوتا۔

میرے خیال میں مرحوم آرک بشپ گنگ ایسے اوصاف کا حامل نہیں تھا۔ جیسا کہ ایک مجتہد دین عیسوی کو ہونا چاہیئے۔ اور موجودہ پوپ آف روم ہمیشہ اپنے آرام و آسائش کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور انہیں ان ذمہ داریوں کا احساس نہیں جو مذہبی پیشوا ہونے کی صورت میں ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اور نہ ہی دنیا جن مصائب و آلام کے دور سے گذر رہی ہے اس کا انہیں احساس ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ مسلم مذہب کے بہت سے دفاتر لاہور میں موجود ہیں۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں میں سی فورتھ ہائی لینڈرز کے ساتھ ٹھہرا تھا۔ لیکن مجھے ان دفاتر میں جانا یاد نہ رہا۔ آپ یہ سن کر محظوظ ہونگے کہ میں نے جامع مسجد لاہور اور موتی مسجد دہلی کی سیاحت کی۔ اور میں نے اکثر اوقات فرزندانِ توحید کو قلعہ دہلی کی دیواروں کے پاس سربسجود ہوتے دیکھا۔

آپ کا وفادار۔ سی۔ این (لفٹنٹ)

لسٹر۔ مورخہ ۲۹ر جولائی ۱۹۴۳ء۔

پیارے امام۔ آپ کے مرسلہ لٹریچر کو مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کے متعلق میرے خیالات زیادہ پختہ ہو گئے ہیں اور اب میرا یہ ایمان ہے کہ اسلام ہی دنیا میں صادق مذہب ہے۔ اب میں اسلامی طریقۂ عبادت اور اس کے سنہری اصولوں کی پابندی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی زندگی اسلامی طریقہ سے بسر کروں گا۔ میری یہ دلی خواہش (باقی برصفحہ ۹۲)

اسلام اور تمدن

از قلم جناب عبداللطیف صاحب

پیشتر اس کے کہ میں اپنے مضمون پر مزید روشنی ڈالوں میں ازبس ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلامی تمدن کی روشنی میں جو نشوونما دنیاوی علوم و فنون نے کی ہے اُسے مختصراً آپ کے گوش گزار کردوں۔ میں قبل ازیں اس کا ذکر کرچکا ہوں کہ پرستاران توحید نے سائنس، فلاسفی، لٹریچر اور دیگر علوم کو ترقی کے انتہائی منازل پر پہنچانے اور اس کی اشاعت و ترویج کے لئے اپنا تن من اور دھن لگا دیا۔ اور ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تمام اقوام عالم نئے تمدن کے حصول میں مسلمانوں کی مرہون منت ہیں۔ وہ صحرائے عرب کا توحید پرست مسلمان ہی تھا جو مشعل ہدیٰ کو ریگستان سے لیکر اٹھا اور جہالت و بہیمیت سے تیرہ و تار دنیا کو منور و درخشاں کرتا چلا گیا۔ تہذیب و تمدن کے نام سے بے بہرہ لوگ دلدادۂ تمدن بن گئے۔ قعر مذلت میں گری پڑی دنیا بام ترقی کی طرف آہستہ آہستہ جادہ پیما ہوئی۔ مبادا کہ دیگر اقوام کے لوگ یہ سمجھیں کہ اپنے تمدن کی تعریف و ستائش میں ہم رطب اللسان ہیں میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بعض عظیم المرتبت اور بلند پایہ شخصیتوں کی تحریرات سے اپنے اس بیان کی حمایت میں چند حوالے پیش کروں۔ چنانچہ انگریزی کے بلند پایہ مصنف مسٹر ڈریپر Draper اسلامی تمدن کی نشوونما اور ترقی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

"مسلمان جغرافیہ دانوں نے نہایت ہی محنت اور جفاکشی سے کرۂ ارض کی وسعت کو معلوم کرکے اس کی شکل و صورت کو دنیا اور دنیا والوں کے سامنے پیش کیا۔ اور انکے خلفاء نے مشرق و مغرب سے نادر و نایاب کتب کا ذخیرہ جمع کرکے بڑی بڑی لائبریریاں قائم کیں اور سائنس کے ہر شعبہ اور لٹریچر کی ترقی کے لئے انتہائی جدوجہد کی۔ علم ہیئت اور نجوم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے رصدگاہوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔

علم ریاضی میں متعدد ترمیمیں کیں اُسے عام فہم اور قابل عمل بنایا۔ الجبرا کے قواعد کو ایجاد کیا جس سے

علم ریاضی میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ جیومیٹری اور ٹرگنومیٹری میں بہت اصلاحیں کیں، اور نئی نئی اصطلاحوں سے ان علوم کو جامع اور اکمل بنایا۔ لاطینی میں تحریر کردہ علمِ ریاضی اور نجوم کی کتب کو اپنی زبان میں ترجمہ کرکے ان سے بھی استفادہ کیا اور "ارسطو" کے مجوزہ ابتدائی قوانین کو بنیاد قرار دے کر پھر اس میں مسلسل اور لگاتار تجسّس و تفحص سے ہمہ تن مصروف ہو گئے انھوں نے بہت سے کالجوں کو کھولا۔ اور نسطوری طریقۂ تعلیم کے تعاون سے ملک میں پبلک سکولوں کا وسیع پیمانہ پر جال پھیلا دیا۔ اور سب سے اوّل علم ریاضی میں عربی عدد شماری کے طریقہ کو رائج کیا اور اس چرخِ نیلی فام کے تمام ستاروں اور سیّاروں کو شمار کرکے ان کے علیحدہ علیحدہ نام تجویز کئے۔ علم کیمیا نجوم اور علم طبیعات کے نئے اصولوں کی بنیاد رکھی اور زراعت اور صنعت کے علوم میں بھی بہت سی اصلاحیں کیں جن سے یہ علوم دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتے چلے گئے۔ حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے یکصد سال بعد یونان کے سب سے بڑے مصنف اور شاعر کے فلسفہ کی نظموں مثلاً ایلیڈ Iliad اور اوڈیسے Odyssey کا ترجمہ نہایت ہی فصیح و بلیغ عربی میں کیا گیا۔ لیکن اسے ان لوگوں کی پرانی روایات کے مطابق غیر مذہبی رجحانات پر محمول کیا گیا تھا اسلئے علماء اور فضلا کی اضطراری اور بے چینی کو تسکین دینے کے لئے انہیں پھر شامی زبان میں منتقل کر دیا۔

خلیفہ المنصور (۷۷۵ - ۷۵۳) نے اپنے دورانِ خلافت میں سرزمین بغداد کو اپنی تخت گاہ کے لئے تجویز کیا اور اسے دنیا کا ایک عظیم الشان شہر بنا دیا۔ خلیفہ موصوف علم نجوم کے مطالعہ اور ترقی کے لئے اپنے اوقات کا بیشتر حصہ صرف کرتا تھا۔ اور اس نے علم طبیعات کی تعلیم کیلئے بہت سے سکول کھول دیئے۔

خلیفہ المنصور کے پوتے ہارون الرشید (۸۰۶ء) نے اپنے جدّامجد کے نقش قدم کی پوری پوری تقلید کی اور اپنی سلطنت کے تمام ممالک میں احکامات جاری کرا دیئے کہ میری سلطنت کی حدود میں تمام مساجد سے مدرسے ملحق ہو جانے چاہئیں۔ لیکن برّاعظم ایشیاء کی سرزمین میں علوم و فنون کی ترقی کا دَور مامون الرشید (۸۱۳ - ۸۳۲) کے عہد سلطنت سے شروع ہوتا ہے۔

مامون الرشید نے بغداد کی سرزمین کو ایشیا میں سائنس اور دیگر علوم کا ایسا مرکز بنا دیا جس پر تمام اقوامِ عالم آج تک رشک کرتی ہیں۔ بغداد کی لائبریریوں میں تمام علوم و فنون کی کتابوں کو جمع کر دیا گیا اور یہی شہر تمام قسم کے عالموں، فاضلوں اور محققوں کا مرکز بن گیا۔ معلم و متعلم گرد و نواح سے جمع ہو گئے۔ بعض اندرونی تنازعات کے باعث اس عربی سلطنت کے تین حصوں میں منقسم ہو جانے کے بعد بھی ان کا یہ عظیم الشان مشغلہ جاری رہا۔

ایشیا میں خاندان عباسیہ، مصر میں فاطمی خاندان اور سپین میں بنو اُمیہ کے خاندان برسرِ اقتدار آ گئے۔ ان کا اختلاف نہ صرف ملکی سیاسیات اور اقتصادیات تک ہی محدود تھا، بلکہ یہ علوم و فنون کی برتری اور کہتری کی وجہ سے بھی ایک دوسرے کے شدید مخالف بن گئے تھے۔

علم و فن کے حصول اور عقل و دانش کے نشو و نما اور تخیلات کی بلندی کے لئے عربوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور وہ اکثر اوقات اس امر پر فخر و مباہات سے کہہ سکتے تھے کہ تمام اقوامِ عالم کی متحدہ کوششوں کے باوجود بھی دنیا میں اس قدر شاعر پیدا نہیں ہو سکے جتنے کہ صرف ہماری قوم نے پیدا کر دیئے ہیں۔ سائنس کو ارتقائی منازل پر پہنچانے میں وہ اسلئے دیگر اقوام سے سبقت لے گئے کہ انھوں نے سکندرِ اعظم کے دور کے یونانی محققوں کی تحقیقات سے استفادہ کیا۔ اور اپنے فہم و فراست اور عقل و دانش سے اس میں برسوں جستجو کر کے انہیں مفید خلائق بنا دیا، لیکن انھوں نے مغرب زدہ یونانیوں کی کتب سے کچھ حاصل نہیں کیا عربوں کا مقولہ تھا کہ کوئی علم اور کوئی ہنر، کوئی سائنس اور کوئی آرٹ صرف تخیلات کی بلند پروازی سے ترقی پذیر نہیں ہو سکتا۔ اس کی نشو و نما اور ترقی کے لئے عملی اقدام کی ضرورت ہے۔ عملی طور پر تجربات کرنے کی وجہ سے ہی ہر علم و فن پر عبور حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور فطرت کی مخفی و پوشیدہ صلاحیتوں کو بھی منصۂ شہود پر لا کر ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ پس عرب ہر سائنس اور ہر آرٹ کے حصول اور اس کی ترقی کے لئے تجربات اور عملیات میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے۔ اور یہی ان کی کامیابی کا سب سے بڑا راز تھا۔ وہ دانا ہونے کے علاوہ محنتی بھی تھے۔ فہیم و ذکی ہونے کے علاوہ جفاکش بھی تھے۔ اور بہادر و نڈر ہونے کے علاوہ مردِ میدان بھی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جس کام کے لئے انھوں نے ہاتھ اُٹھایا۔ اسے بطریق احسن سرانجام دیا۔

کثرت تجربات ہی ان کے علم کیمیا کو ایجاد کرنے کا موجب بنے اور علم کیمیا کی ایجاد کے ذریعہ انھوں نے مختلف ادویات کے عرق کشید — ان کے جوہر نکالنا، اور دھاتوں کے پگھلانے کے عملوں کے علاوہ انھوں نے مائیات کو نتھارنے اور چھاننے کے طریقے وغیرہ بھی ایجاد کئے۔ اور علم نجوم اور ہیئت میں تجربات کے عمل کو جاری رکھنے کے لئے آلات بنائے اسطرلاب اور بلندی ناپنے کے آلات کی ایجادات نے علم نجوم کی تحقیقات اور تجربات میں بھی بہت سی آسانیاں پیدا کر دیں۔ اوزان کے صحیح اندازہ کے لئے بہت سے پیمانے تیار کئے وہ بالکل تیر بہدف تھے، اور ان میں کسی قسم کی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ اسی طرح علم نجوم کے پیمانے بھی انھوں نے بنا لئے تھے۔

بغداد، سپین، اور سمرقند وغیرہ کی اسلامی حکومتوں کے حسن تدبر اور علم نوازیوں کی وجہ وہاں کے مہندسوں اور محققوں نے جیومیٹری اور ٹریگنومیٹری میں بہت ہی نمایاں اصلاحیں کیں اور الجبرا کو ایجاد کرنے کے علاوہ ہندی عدد شماری کے طریقہ کو بھی معلوم کیا۔ علم ریاضی کو بہت سہل الفہم بنا دیا۔ یہ سب ایجادات ارسطو کے ابتدائی ایجاد کردہ اصولوں کو بنیاد قرار دے کر ہی انھوں نے سرانجام دیں لیکن یہ سب فلاطوں کے نظریات کی تخریب کرتے تھے۔ اور اس کی تھیوریوں کو ان عرب مہندسوں اور محققوں نے بالکل جھٹلا دیا۔

علم و فن کی وسعت اور ترویج و اشاعت کے لئے جگہ جگہ سے کتابوں کو نہایت سرگرمی سے اکٹھا کیا گیا تاکہ ان کے ذخیرہ سے پبلک لائبریریاں قائم کی جائیں۔ اور ہر ادنے و اعلیٰ اس کے مطالعہ سے اپنے علم اور معلومات کو وسیع کر کے ملک و ملت کے لئے سودمند ثابت ہو۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ المامون بغداد میں ہزارہا اونٹوں پر مختلف کتابوں کے مسودات کو لاد کر لایا۔ اور اسی دوران میں اس نے یونان کے شہنشاہ مچل سوئم سے ایک اس قسم کا عہدنامہ استوار کیا جس کی سب سے بڑی شرط یہ تھی کہ قسطنطنیہ کی ایک بہت بڑی لائبریری کی تمام کتب اس کے سپرد کر دی جائیں۔ اور مال و منال کے علاوہ اس نے مچل سے بوعلی سینا کی تمام نظام فلکی کے متعلق تفصیلاً لکھی ہوئی کتابوں کو بھی حاصل کر لیا۔ اور اسے فوراً ہی عربی میں المامغنت کے نام سے موسوم کر کے ترجمہ کرا لیا — ایسی کتابوں کا ذخیرہ بہت بڑھ چکا تھا جس کا شمار کرنا ممکن نہ تھا۔ چ

میں فاطمی سلطنت کی لائبریری کی کتب کی تعداد لکھوکھا کتب تک پہنچ چکی تھی، اور وہ نہایت حسن تدبر اور سلیقہ سے تحریر کردہ اور مجلد کی گئی تھیں انہیں کتب میں چھ ہزار پانچسو ایسی جلدیں تھیں جو محض علم نجوم اور ہیئت، علم طبیعات پر ہی لکھی گئی تھیں اور اس لائبریری میں سے قاہرہ میں سکونت پذیر طلباء کو کتب مطالعہ کے لئے مہیا کی جاتی تھیں۔ تاکہ وہ اپنی علمی استعدادوں کو بڑھا سکیں۔ اس لائبریری میں ایک بہت بڑا چاندی اور دوسرا تانبے کا کرۂ ارضی بھی تھے۔ جن کے ذریعہ سے طالب علم جغرافیہ اور نجوم میں استمداد کرتے تھے۔

تانبے کے کرہ کے متعلق یہ خیال اغلب ہے کہ اسے بوعلی سینا کے ہاتھوں سے بننے کا شرف حاصل تھا چاندی کے کرہ کی قیمت ۳ لاکھ طلائی سکہ تھی۔

اس طرح سپین کے خلفاء کی لائبریری کی کتب کا شمار جب آخری بار کیا گیا تو اس میں مختلف علوم پر لکھی ہوئی کتابوں کی چھ لاکھ جلدیں پائی گئیں۔ اور ان کتب کی فہرست ۴۴ جلدوں پر مشتمل تھی اس کے علاوہ سرزمین اندلس میں ۷۰ کے قریب پبلک لائبریریاں تھیں۔ اور فرداً فرداً لوگوں کے پاس جو کتب تھیں ان کی تعداد کو معلوم نہیں کیا جا سکا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک پرائیویٹ ڈاکٹر نے سلطان بخارا کی دعوت کو بدیں وجہ نامنظور کر دیا کہ اس کی کتابوں کو اٹھانے کے لئے چار سو اونٹوں کی ضرورت تھی۔

ہر ایک لائبریری میں نقل نویسی اور ترجمہ کیلئے علیحدہ علیحدہ شعبے قائم تھے۔ اور ان میں دن رات نہایت ہی سرگرمی سے کام ہوتا رہتا تھا۔ اور پرائیویٹ طور پر مسودہ کا تحریر کرنا تو عام لوگوں کا ایک دلی مشغلہ ہو چکا تھا۔ لوگ اکثر گھروں میں فرصت کے اوقات میں مسودوں کو نقل کرتے اور علمی استعدادوں کو بڑھانے کے علاوہ حکومت کی طرف سے مالی فوائد بھی حاصل کرتے تھے

سنہ ۸۵۰ء میں ایک نسطوری طبیب بن نامی نے بغداد میں ایک ایسا ادارہ بھی قائم کیا اور اس نے ارسطو۔ فلاطون کی کتب کے اقتباس شائع کرنے شروع کئے۔ ان دنوں کالجوں کے ارباب حل وعقد چاہتے تھے کہ ان کے پروفیسر مجوزہ مضامین کے متعلق تحقیق کر کے ان پر کتابیں تحریر کریں۔ ، بیتے مستشرقین کے کام سے انہیں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ ہر ایک خلیفہ کے پاس تاریخ لکھنے کے لئے اپنا ایک مؤرخ ہوتا تھا اور وہ ملک اور قوم کے حالات

کا مطالعہ کر کے اس کی جامع اور مفصل تاریخ لکھتا۔ اس زمانہ میں کہانیوں، ناولوں، اور افسانوں کی بہت سی کتب لکھی گئیں جن میں سے الف لیلیٰ اور دیگر کتب ثابت کرتی ہیں کہ مسلمان تخیلات کی بلند پروازی میں یکتائے روزگار تھے۔ ان کتب کے علاوہ ہر ایک شعبہ علم پر بہت سی کتابیں تحریر کی گئیں، تاریخ، فلسفہ قانون، سیاست، فلاسفی اور سوانح حیات کے متعلق اس دور کی لکھی ہوئی بہت سی کتابیں ملتی ہیں۔ اور سوانح حیات نہ صرف ممتاز اور بڑی بڑی ہستیوں کی لکھی جاتی تھیں۔ بلکہ گھوڑوں اور اونٹوں کی بعض تقریبات اور رسوم پر بھی مقالے تحریر کئے جاتے تھے اور انہیں حکومت کی طرف سے بغیر کسی پابندی اور سنسر شپ کے شائع کیا جاتا تھا لیکن بعد میں علوم دینیات کے متعلق کتب شائع کرنے کے لئے لائسنس کے حصول کا قانون وضع کر دیا گیا تھا۔ حوالجات کے لٹریچر کو چھوڑ کر جغرافیہ۔ اعداد و شمار۔ ریاضی علم طب۔ تاریخ اور لغات تحریر کرنے کے ماسوا۔ ان کتب کے خلاصے اور مختصر نوٹ بھی شائع کئے گئے اور اس زمانہ کے ایک بہت بڑے مصنف محمد ابو عبداللہ نے تمام علوم کی ایک انسائیکلوپیڈیا نہایت ہی محنت کاوش سے تیار کی اور اس کے لئے کاغذ کی سپیدی، پاکیزگی، خوبصورتی، اور برتری کو پورے طور سے ملحوظ رکھا گیا۔ اور طباعت میں کئی قسم کی رنگ آمیزی سے کام لیا گیا اور اس کے سرورق کو سنہری روپہلی نقش و نگار سے مرصع مسجع بنایا گیا۔ عربوں کی سلطنت کے چپہ چپہ میں کالجوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ ترکی، منگولیا۔ ایران، شام۔ مصر غرضیکہ جو جو بھی ملک ان کے زیر نگیں تھے، کالجوں سے پٹے پڑے تھے۔ شمالی افریقہ۔ مراکو۔ فیض اور سپین ان کالجوں کی برکات سے محروم نہ تھے۔ ان کی وسیع و عریض سلطنت کی حدود جہاں جغرافیائی لحاظ سے اختتام پذیر ہوتی تھی اور جہاں سے دمن ایمپائر شروع ہوتی اس کے سرے پر بھی انھوں نے سمرقند ایسی علم نجوم کی رصدگاہوں کو قائم کر دیا تھا۔ اور دوسری رصدگاہ سپین میں غرناطہ کے مقام پر قائم کی گئی تھی۔ ان سکولوں اور کالجوں کے سپرنٹنڈنٹ انتخاب کرنے میں نہایت ہی فیاضی سے کام لیا جاتا تھا۔ اور بسا اوقات مسطوری اور یہودی اقوام کے شرفاء اور صاحب علم لوگوں کو ان سکولوں کی نگہبانی تفویض کر دی جاتی۔ اس امر کو قطعاً ملحوظ نہ رکھا جاتا تھا کہ کوئی شخص کس مذہب اور قوم سے متعلق ہے۔ یا اس کے مذہبی خیالات کیا ہیں۔ ماہر فن، عالم اور فاضل لوگوں کو ہر معاملہ میں اور ہر موقعہ پر ترجیح دی جاتی تھی، اور ان کی

دماغی اور ذہنی قابلیت کو ہمیشہ مدنظر رکھا جاتا تھا۔

قاہرہ کے طبیہ کالج کی نظیر کو سامنے رکھکر ملک کے دیگر طبیہ کالجوں نے بھی اپنے طبی امتحان کے معیار کو بہت بلند کر کے اسے سخت کڑا کر دیا۔ اس امتحان کے پاس کرنے کے بعد پھر طبیبوں کو مطب کرنے کی اجازت دی جاتی تھی، ورنہ کالج کی طرف سے سند حاصل کئے بغیر وہ اپنے مطب نہیں چلا سکتے تھے۔ ان عربوں نے سب سے پہلا طبی کالج اٹلی میں سلرنو کے مقام پر کھولا۔ اور سب سے پہلی علم نجوم کی رصدگاہ سپین میں اشبیلیہ کے مقام پر قائم کی۔

اس قدیم اور کہنہ سائنٹیفک تحریک کے نتائج پر مفصل تبصرہ کرنا ان صفحات کی حدود سے بہت متجاوز کرنا ہے یہ پرانی سائنس بہت وسیع ہو چکی تھی۔ پھر نئی سائنس نے جنم لیا اور وہ معرض وجود میں آئی۔ الجبرا اور تمام اقوام عالم کے مشترکہ علم ریاضی کو ایجاد کیا۔ اور غیر معین اور ناقابلِ اختتام پذیر عددوں کو شمار کرنے اور ہر ایک قسم کے عدد میں باہمی تعلق اور مقدار کو معلوم کرنے کے طریقہ اور اصول وضع کئے۔ خواہ وہ جیومیٹری کے اصول تھے یا ریاضی کے۔ لیکن وہ . . . [illegible] کے ادھورے چھوڑے ہوئے تھے۔ لیکن ان عرب لوگوں نے ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ محمد بن موسےٰ نے دوئم درجہ کی مساوات کو، اور عمر بن ابراہیم نے سوئم درجہ کی مساوات کو حل کیا اور انہی مسلمانوں نے ٹریگنومیٹری کو عصر حاضرہ کی شکل وصورت میں پیش کرتے ہوئے وتر کے لئے انہی علامتوں کا بھی انتخاب کیا جو زمانہ سلف میں استعمال ہوتی تھی اور اس کے بعد انھوں نے ترقی کے ارتقائی منازل پر لے جا کر یہاں تک پہنچا دیا کہ یہ ایک علیحدہ علم قرار دیا جانے لگا

موسےٰ جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس نے سطحی ٹریگنومیٹری پر ایک کتاب تحریر کی اور البغدادی نے سطح زمین کی پیمائش پر ایسی جامع کتاب تحریر کی کہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ [illegible] کے ضائع شدہ صفحات کی نقل تھی۔

علم نجوم کی تحقیقات میں ان لوگوں نے نہ صرف سیاروں کو معلوم ہی کیا . . . . . . بلکہ ان سیاروں کے نقشہ جات بھی بنا لئے جو انہیں آسمان پر دکھائی دیتے تھے۔ اور انہیں ستاروں کی روشنی کا سب سے بڑا درجہ عطا کر کے ان کے نام تجویز کئے اور آج بھی انہی کے مجوزہ نام کرۂ فلکی پر نظر آتے ہیں۔ سطح زمین پر ان باہمت اور صاحب استقلال لوگوں نے رجات

لگا کر اس کی وسعت کو نہایت ہی صحیح طور پر ماپا۔ اور چاند اور سورج گرہن کی وجوہات کو معلوم کیا، اور شمس و قمر کے صحیح اوقات معلوم کئے اور سال کے عرصہ اور دونوں کو مقرر کیا، آفتاب کے خطِ استوا کو قطع کرنے کے عمل کی تصدیق اور تحقیق کی۔ علم نجوم کے متعلق البتانی کے مقالات کو لاپلاس بھی نہایت ہی قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس نے مصر کے خلیفہ الحکم سن ۱۰۰۰ء کے ہیئت دان اور مشہور منجم ابن یونس کی کتب کے بعض حصص کو نہایت ہی استحسان کی نظر سے دیکھا ہے۔ ابن یونس کی کتب میں خلیفہ المنصور کے دورِ حکومت کی چاند اور سورج گرہن۔ آفتاب کا خط استوا کو قطع کرنا۔ خط سرطان، اجرام فلکی کے تعلقات۔ ستاروں کے مخفی راز اور افعال کے متعلق جامع اور مبسوط مقالات موجود ہیں جو نظامِ عالم پر کما حقہ روشنی ڈالتے ہیں۔

بقیہ مکتوبات ہے کہ آپ مجھے حلقہ بگوش اسلام کر لیں بدیں وجہ میں اسلام میں داخلہ کا فارم منسلک کرتا ہوں۔ میں نے اپنی اس خواہش سے اپنے کمانڈنگ آفیسر کو بھی مطلع کر دیا ہے اور آج سے میں اپنے حلقہ احباب میں اسلامی اصولوں کی اشاعت کی کوشش کروں گا۔ اگر آپ میرے اس اعلان اسلام کو اسلامک ریویو میں شائع کرنا چاہیں تو میری طرف سے اسکی بھی آپ کو اجازت ہے۔ میں مسرور ہوں کہ میرے قیام دہلی اور لاہور میں مجھے قرآن کریم کے مطالعہ کا موقعہ ملا جس کی وجہ سے آج مجھے اسلامی اصولوں کے سمجھنے میں کافی اعانت ملی ہے ورنہ اتنی جلدی میں اپنے خیالات کو اسلام کے متعلق ایک مرکز پر نہیں لاسکتا تھا۔ میں قرآن کریم کے ترجمہ کے اس نسخہ کا منتظر ہوں جس کے متعلق میں آپکو آرڈر کر چکا ہوں۔ از راہ نوازش آپ اسے جلد ارسال فرمادیں۔ تاکہ اسے مطالعہ کر کے میں اسلام کے متعلق اپنی معلومات کو زیادہ وسیع کرسکوں۔ میں آپ سے متوقع ہوں کہ آپ گاہے بگاہے مجھے اسلام کے اصولوں کے متعلق ہدایت فرماتے رہیں گے۔ اور میری مشکلات کو بھی حل کرنے میں میری مدد فرمادیں گے۔

جب میرے اسلامی خیالات کی اشاعت میرے آفیشل حلقہ میں ہوئی تو میری بیحد مخالفت شروع ہوگئی لیکن میں اس مخالفت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر طرح تیار ہوں۔ اور اس مخالفت کے سلسلے میں اگر مجھے اپنے کمیشن سے بھی مستعفی ہونا پڑا تو میں اس کی بھی پرواہ نہیں کرونگا۔

آپ پر خدا تعالےٰ کے انعامات کی بارش ہو۔ فقط۔

سی۔ این۔ (لفٹنٹ)

بہشت میں جنسی کیفیت

از قلم جناب مولانا مولوی آفتاب الدین صاحب بی۔اے ایڈیٹر رسالہ اسلامک ریویو

یٰعباد لاخوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون۔ الذین آمنوا بآیٰتنا وکانو مسلمین۔ ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم تحبرون۔

ترجمہ:۔ اے میرے بندو۔ تم پہ آج کوئی خوف نہیں۔ اور نہ تم غمگین ہوگے۔ وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے۔ اور فرمانبردار ہیں۔ تم اور تمہارے ساتھی جنت میں داخل ہوجاؤ۔ خوش رکھے جاؤ گے (۴۳: ۶۸ - ۷۰)

وازواجھم وذریتھم والملٰئکۃ یدخلون علیھم من کل باب ہ سلٰم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

ترجمہ۔ دائمی باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور بیبیوں اور اولاد میں سے جن کے اندر صلاحیت ہوگی (وہ بھی داخل ہونگے) اور ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے) السلام علیکم۔

(۱۳: ۲۳ - ۲۴)

ایک صحیفۂ آسمانی کے لئے یہ ازبس ضروری ہے کہ وہ حیات بعدالممات کے متعلق تفصیلی طور پر روشنی ڈالے اور بتائے کہ بنی نوع انسان کے ساتھ وہاں کیا کیا گذرے گی۔ ہمارے مسیحی احباب کو یہ بات اکثر ناگوار گذرتی ہے کہ قرآن کریم، بہشت و دوزخ کے حالات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ لیکن ایک صاحب فہم و ذکا انسان قرآن کریم کے اس نظریہ کی تعریف اور مسیحی خیالات کی مذمت کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہر شخص جانتا ہے، کہ وہ آسمانی کتاب جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کرتی۔ جو حیات بعدالممات

کے متعلق خاموش ہے۔ وہ کس طرح کامل واکمل کہلانے کی مستحق ہے۔ وہ تو ناقص اور نامکمل ہے اور اس کے آسمانی صحیفہ ہونے کا دعوے بھی مبنی برحقیقت نہیں۔ مضمون زیر بحث میں سب سے اوّل اس سوال کا تصفیہ ہونا نہایت ہی ضروری ہے کہ اس جہانِ آب و گل کو خیرباد کہنے کے بعد بنی نوع انسان کی جنسی کیفیت کیا ہوگی۔ بہشت میں کن حالات سے اسے دوچار ہونا پڑے گا اس سوال کا حل ہونا اسلئے بھی نہایت ہی اہم ہے کہ دورِ حاضرہ کے بڑے بڑے مفکر اور فلسفی اس موضوع کو زیر بحث لا رہے ہیں۔

موت کے بعد جب ہم دوبارہ زندہ ہونگے تو کیا وہ زندگی مرد عورت کیلئے تنہائی کی زندگی ہوگی؟ یا آیندہ زندگی میں مرد عورت کا جنسی تعلق بھی بدستور ایسا ہی رہیگا۔ جیسا کہ اس دنیا میں ہے؟ اگر اوّل الذکر صورت پیش آئے گی تو کیا ایک جنس پورے طور پر دوسری جنس سے علیحدہ رہیگی اور مرد عورت کے جنسی تعلقات بالکل ختم ہو جائیں گے جیسا کہ بعض مشرقی قدامت پرست سوسائٹیوں کے خیالات ہیں۔ کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی میں جنسی تعلقات کا خاتمہ ہوگا۔ یا کیا ہم وہاں ایسی سماجی زندگی گذاریں گے۔ جہاں انسان تمام تمدنی پابندیوں سے آزاد ہو کر خواہشات کے بہاؤ کے ساتھ بہہ جانے اور جذبات کے سیلاب میں غرق ہو جانے کا احتمال ہوتے ہوئے بھی غیر متاہل اور تاکتخدائی کی زندگی بسر کرنا فخر سمجھتا ہے؟ یا کیا وہاں دورِ حاضرہ کی سی مغربی سوسائٹیوں کی صورت پیش آئے گی جہاں مرد عورت کے غیر آئینی تعلقات، اور انسانیت سوز گناہوں کو گناہ نہیں سمجھا جاتا؟

اگر روز جزا و سزا کی کچھ حقیقت ہے۔ تو ان تمام مذکورہ بالا سوالات کا حل اور تصفیہ ہونا از بس ضروری ہے۔

ہم یقینی طور پر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے مسیحی حضرات ان سوالات کا کیا حل پیش کریں گے لیکن ان کے زاویہ نگاہ کے مطابق انسانی زندگی کی بہترین صورت رہبانیت اور دوشیزگی میں مضمر ہے بدیں وجہ یہ خیال اغلب ہے کہ بہشت میں داخل ہونے سے قبل مرد و زن کے ازدواجی اور جنسی تعلقات ختم ہو جائیں گے، پروٹسٹنٹ ازم کے خیالات کے مسیحی حضرات نے اس نکتۂ نظر کو تبدیل کرنے کی ازحد کوشش کی ہے اور دورِ جدید کے جنسی تعلقات کے مفکر

ہستیوں نے بھی دوشیزگی۔ غیر متاہل اور ناکتخدائی زندگی کی شدید مخالفت کی ہے۔ اور انھوں نے پورے تجسس و تفحص سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ طبعی اور فطرتی طور سے مرد و زن کے جنسی تعلقات لازمی اور ضروری ہیں اور بعض مفکرین نے باقاعدہ اعداد و شمار پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارے تمدن کی حیات بھی جنسی تعلقات پر مبنی ہے۔ بغیر جنسی تعلقات کے نہ تو کوئی تمدن زندہ رہ سکتا ہے اور نہ کوئی تہذیب جادۂ ترقی پر گامزن ہو سکتی ہے۔

نسل انسانی کے تسلسل سے قطع بھی اگر ہم غور کریں تو بھی ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بغیر جنسی تعلقات کے نوع انسان، تہذیب، تمدن اور سماجی زندگی کی تمام قیود سے بے نیاز ہوگا۔ اخلاق حسنہ اس سے کوسوں دور رہیں گے۔ اور وہ سوسائٹی کے کسی مقصد کو بھی حل نہیں کر سکے گا۔ پس جنسی تعلقات سے احتراز نہ صرف طبعی اور جسمانی خرابیوں کا باعث ہوگا بلکہ نوع انسانی بھی تمدنی۔ روحانی اور اخلاقی خرابیوں اور مایوسیوں پر ہی منتج ہوگا۔ پھر سماج کا تمام نظام متزلزل ہو جائے گا۔ اس پر شک نہیں کہ اس موضوع پر بہت سے مفکرین نے دماغ سوزی کی ہے لیکن اس وسیع مضمون کے متعلق صحیح رہبری اور معلومات نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس پر سطحی طور پر ہی روشنی ڈال سکے ہیں۔ اور بعض مقامات پر تو انھوں نے کئی بار لغزشیں بھی کی ہیں لیکن وہ پھر بھی ان لوگوں سے بہت اچھے ہیں اور سچائی کے قریب ہیں جو جنسی تعلقات کو ایک ضروری برائی اور گناہ سمجھتے ہیں اور طبعی طور سے اسے ایک اتفاقی امر تصور کرتے ہیں۔ ڈاکٹر میری سٹوپس اپنی کتاب "Married Love" میں مرد و زن کے باہمی تعلقات Mutual adjustment پر بحث کرتے ہوئے محض اسلام کے زاویۂ نگاہ کی تقلید کی ہے۔ ڈاکٹر میری سٹوپس بیان کرتی ہے۔

"بچپن کا خواب آور بے پروائی کا دور گذرنے کے بعد جب مرد و زن پر شباب کے کیف آفریں اور بہار افزا دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اور ان کے اعضائے جسمانی سن بلوغت کو پہنچکر شباب کی اولین منزل میں قدم رکھتے ہیں تو ان میں دفعتاً عجیب النوع نفسی تحریکات موجزن ہو جاتی ہیں۔ دونوں کے اجسام کی مخفی تفریقات نمایاں صورت اختیار کر کے ایک دوسرے کے لئے ترغیب و تحریص اور کشش کا باعث بن کر مرد و عورت کو اس طرح باہم ملا

دیتی ہیں کہ ان کا یہ ملاپ او رسنگم تازیست نہیں ٹوٹتا اور نزع کے آخری لمحہ تک بھی وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ اس ملاپ کا پیوند مکڑی کے جالے سے زیادہ نازک نغمات سحر آفریں کے تاروں سے زیادہ دلکش اور قوس قزح کے فرحت بخش اور مسرت آفرین رنگوں سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ گو ان خوبصورت اور دلکش رنگوں کو ہم بادی النظر میں دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن ایک دوربین نگاہ یہ دیکھتی اور ایک فہمیدہ و سنجیدہ دل محسوس کرتا ہے کہ دونوں زندگی کی اس رنگیں قوس و قزح پر پیار و محبت کے بحر تموّج میں نہایت ہی اطمینان و سکون سے بہے چلے جاتے ہیں،، (Married Love page 2.)

ان خیالات کی تصدیق میں ڈاکٹر میری سٹوپس اگر اپنے مذہب کی کتب مقدسہ یا مذہبی روایات سے کوئی اقتباس پیش کرتیں تو وہ میرے لئے تعجب کا باعث بھی ہوتا۔ لیکن ان کی مذہبی کتب تو اس مسئلہ پر بالکل خاموش ہیں قرآن کریم نے عیسائیوں کے اس مسئلہ پر غور کرنے سے تیرہ سو سال قبل نہایت ہی کھلے اور واضح الفاظ میں مرد و عورت کے جنسی تعلقات کو بیان فرما دیا۔ مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ومن اٰیٰتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذالک لاٰیٰتٍ لقومٍ یتفکّرون - (۳۰:۲۲، ۲۰)

اور اسکے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے بیبیاں پیدا کیں۔ تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ۔ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم قائم کیا۔ ان میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو فکر کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیت سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ قرآن کریم بنی نوع انسان کے جنسی تعلقات کو نہ صرف مادیت تک ہی محدود رکھتا ہے۔ بلکہ روحانیت کے دائرہ تک وسیع کر دیتا ہے اور اس کے علاوہ مزید بیان فرماتا ہے کہ رب عزّ و جل تک پہنچنے اور اس کے انعامات و اکرامات حاصل کرنے کی اوّلیں شاہراہ ہے۔ لیکن برخلاف حضرت مسیح علیہ السلام جو مسیحیت کے لئے، انسانیت کا بہترین نمونہ ہیں، وہ ان جنسی تعلقات کو رب جلّ شانہ تک پہنچنے کے رستہ میں ایک سنگ گراں تصوّر کرتے ہیں۔

ڈاکٹر میری سٹوپس اور اسی قسم کے دیگر ماہرین جنسیات نے جنسیات کو روحانیت کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لئے نادانستہ طور پر یسوع مسیح کو بطور بہترین نمونہ انسانیت نظرانداز کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کو پیش کر دیا ہے۔

لیکن چونکہ ڈاکٹر میری سٹوپس کے دل و دماغ کی تربیت مسیحی ماحول میں ہوئی ہے لہذا وہ جنسی تعلقات کو زیادہ زور اس کے مادی اور جسمانی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی دیتی ہیں۔ اور مزید کہتی ہیں کہ تمام بین الاقوامی مذاہب کے اصولوں کی بنیاد بھی اسی نظریہ پر استوار ہے کہ جنسی تعلقات جسمانی لحاظ سے ازبس ضروری ہیں اور اسکو مذہب میں مدغم کرنا قومیت کے لیئے بظاہر خفت کا باعث اور اسے اس قدر بیہودہ اور لغو خیال کیا جاتا ہے کہ جیسے کہ غیر آئینی شادیاں ہوتی ہیں (See her Marriage in My Times

مذہبی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے ڈاکٹر میری سٹوپس کا غیر مستند استدلال معقولیت پر مبنی نہیں ڈاکٹر موصوفہ اگر اسلام کی پیرو ہوتیں تو اس کے مدلل اصول آپ کے خیالات کی کافی رہنمائی کرتے اور آپ اسلامی اصولوں کی حدود میں رہتے ہوئے بھی اس وسیع مضمون پر اپنے جامع خیالات کا اظہار فرماسکتی تھیں۔ خیر جو کچھ بھی ہو۔ لیکن یہ ایک امر واقع ہے کہ جنسیات اور روحانیات کے رشتۂ اتحاد کے متعلق مسیحیت کے زاویہ نگاہ میں کافی ترمیم ہو چکی ہے اور اب وہ کسی حد تک تسلیم کرتے ہیں کہ بنی نوع انسان کی جنسی خواہشات کا تعلق ان کی روحانی زندگی سے بھی ہے۔ ڈاکٹر میری سٹوپس یہ ظاہر کرنے کے لیئے کہ اس نے بنی نوع انسان کی زندگی میں جنسیات کی حقیقی کیفیت کو کماحقہ پالیا ہے ذیل میں ایک نہایت ہی مقفع اور مسجع عبارت ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں۔

" اگر کوئی شخص دو ایسے اجسام کا موازنہ دو ایسے اجسام سے کرے جن میں پوری برقی قوت بھری جا چکی ہو اور وہ دو نو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہوں گو برقی قوت کی تیز رَو جوان میں موجود ہے۔ ہمیں بادی النظر میں دکھائی نہ دے گی لیکن اگر وہ دونوں اجسام ایک دوسرے کے مدمقابل ہو جائیں گے تو فوراً بجلی کی تیز رَو ان میں سرایت کر جائے گی اور ان میں سے ایک دلکش چمک۔ ایک روح افزا روشنی اور ایک منور شعلہ نمودار ہوگا۔ اور اسی شعلہ کا نام الفت

اور محبت ہے ،، جنسی تعلقات کے پیدا ہونے کے بعد پھر ہم میں دفعتاً ایسی تحریکات پیدا ہوتی ہیں کہ ہم میں سے خوبصورت اور دلکش تمثیل پیدا ہو اور وہ بڑھے، پھولے اور پھلے۔ ہماری زندگی میں یہ تغیر نہ صرف ہم میں ایک نئی زندگی اور نئی روح پھونک دیتا ہے، بلکہ انسانی ہمدردی کے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کر کے ان میں روحانیت کے جذبات کو بھر دیتا ہے اور یہ چیز ایک اکیلے جسم اور تنہا انسان سے ہویدا نہیں ہو سکتی (Married Love page 7)

بہت خوب۔ مادیت سے روحانیت کے ظہور کا تصور عین اسلامی اصول کے مطابق ہے۔ ملاحظہ ہو قرآن کریم:۔

اولٰئك مبرءون مما يقولون ۔ لهم مغفرة ورزق كريم۔ يايها الذين امنوا لاتدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستانسوا وتسلموا على اهلها۔ ذالكم خير لكم لعلكم تذكرون (۲۴: ۲۶ - ۲۷)

یہ لوگ ان باتوں سے بری ہیں جو یہ کہتے ہیں ان کے لئے مغفرت والا اور عزت والا رزق ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ اجازت لے لو۔ اور ان کے رہنے والوں پر سلام کرو۔ یہ تمہارے لیئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ الخ

اگر ہم بنظر غائر مطالعہ کریں تو یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اچھا فعل یقیناً ترقی پذیر ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں اب دیکھنا چاہیئے کہ اچھے افعال کیا ہیں؟

نیک اعمال اور اچھے افعال وہ ہیں جو ہمیں عالم بالا کے اس روحانی مسکن کی طرف جادہ پیما کریں جس کا نام بہشت بریں ہے جہاں روحانیت تمام پابندیوں سے آزاد ہو کر انتہائی عروج کا مظاہرہ کرتی ہے۔

اس موضوع کے متعلق ایک مشہور اور شہرۂ آفاق مصنف اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:۔ "پس وہ قادر مطلق خدا جس نے انتہائی فراست، دانائی اور قدرت سے روح کو جسد عنصری میں پیدا کیا ہے اور اس کی یہی خواہش اور یہی ارادہ ہے کہ بنی نوع انسان کی دوسری پیدائش (انسان کی روحانی پیدائش) بھی اسی جسم سے ہو"۔

ڈاکٹر میری سٹوپس اور دورِ حاضرہ کے دیگر جنسی نفسیات کے ماہرین نے قرآن کریم کی بیان کردہ اس حقیقت کو نہایت ہی کور چشمی سے مطالعہ کیا ہے۔ اور ہمارے خیال میں اس معاملہ کے متعلق ان کا پرواز تخیل شاعرانہ جذبات سے زیادہ تجاوز نہیں کرتا، اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیحیت کے کسی ایک فرد کو بھی یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ وہ روح کے اسرارِ نہانی سے ان جنسیاتی تعلقات کی وجہ سے متمتع ہو سکے ۔ جہاں تک میرے علم میں ہے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اہلِ مغرب تذبذب و پریشانی کے اسی بھنور میں تھپیڑے کھا رہے ہیں کہ ان کی مادی ترقی و تنزل کا انحصار کیا روحانیت پر ہے۔ روحانیت کی طمانیت۔ دوامیت اور گرانی سے اب بھی مغربی قلوب ناآشنا ہیں . - - - - - - - ..اس موضوع کے متعلق اُن کا نکتۂ نظر خواہ کس قدر بلند کیوں نہ ہو۔ لیکن ہمارے خیال میں جنسیات کی وجہ سے بقا حاصل کرنا ان کے لئے ایک امرِ موہوم سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس کے حصول کے لئے انہیں عرصہ دراز تک ضبطِ نفس کی تربیت حاصل کرنا چاہیئے ۔ ڈاکٹر میری سٹوپس بھی قریباً اسی نظریہ کے پیش نظر یوں تحریر کرتی ہیں:-

"اس امر کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ضبطِ نفس کے بغیر انسان ابدی راحت اور دائمی مسرت حاصل نہیں کر سکتا۔ طبّی نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی ابدی خوشی اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جبکہ انسان اپنے فطرتی جذبات کو پورے طور سے قابو میں رکھے"

(Married Love page 73)

مذکورہ بالا اقتباس میں یہ بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ ڈاکٹر میری سٹوپس کے پیش نظر صرف جسمانی راحت اور نفسانی لذت ہی ہے لیکن ان حالات میں وہ اپنے نفسانی جذبات کو پورے طور پر قابو رکھنے کی ہدایت کرتی ہیں۔ مگر جس صورت میں حقیقی طور پر روح کی باعظمت اور دائمی مسرتوں سے متمتع ہونا مقصود ہو، اس صورت میں ضبطِ نفس اور جذبات کو قابو میں رکھنے کی کس قدر ضرورت ہو گی۔

دورِ حاضرہ کے ماہرین جنسیات بسا اوقات یہ غلطی کرتے ہیں کہ وہ روحانیت کی حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے وہ جنسی تعلقات کی عیاشی کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکی عمیق ترین

گہرائیوں میں غوطہ زن ہو جاتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جسمانی تجربات ہی انسان کے لئے روحانی تجربات کے راستہ میں مشعلِ راہ ثابت ہوتے ہیں لیکن سب سے پہلے روحانی اغراض کو مد نظر رکھنا بھی نہایت ہی ضروری ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو پھر جسمانی تجربات میں جو اضطرابی کیفیت ہوتی ہے وہ روحانیت کو پیشِ نظر رکھنے کی وجہ سے اطمینان وسکون سے متبدل ہو جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر یا اسے یوں کہنا مناسب ہوگا کہ جسمانیت کو روحانیت میں رنگنے کے لئے انسان کو اپنے افعال وکردار کی اعتدالی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ روحانی تجربات کی نشوونما اور ترقی کے لئے اوّلین زینہ جسمانی تجربات ہیں لیکن اگر ہم صرف جسمانیت کے ہی دلدادہ ہو کر روحانی مقاصد کو بالکل نظر انداز کر دیں تو ہم بہت بڑی غلطی کے مرتکب ہونگے۔ اور موجودہ زمانے کے مفکروں کا بھی یہی نظریہ ہے کہ ہم ایسی گمراہی کے بھنور میں سرگرداں اور بھٹکتے رہیں، روحانیت کی راہ ہم سے کوسوں دور ہو۔ جسمانیت اور مادیت کی وقتی اور ناپائدار خواہشات اور لذات ہی ہمیشہ ہمارے پیش نظر ہوں لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہیں کہ روحانیت ایک ابدی راحت اور ایک دائمی مسرت ہے اور اس کے حصول کے لئے ہمیں اپنے جسمانی افعال پر پورا پورا ضبط رکھنا چاہیئے انہیں کسی صورت میں بھی حدِ اعتدال سے بڑھنے نہ دیا جائے اگر ہم اپنے افعال کو اس معیار پر لے آئیں۔ تو یہی افعال ہمیں روحانیت کے حصول میں ممد ومعاون ہو سکتے ہیں۔

حقیقت میں روحانیت کے حصول کے لئے جن جسمانی تجربات کو ہم مشعلِ راہ تصور کرتے ہیں وہ اس معیار کے مطابق نہیں جیسا کہ انہیں ہونا چاہیئے۔ وہ میانہ روی کی حدود سے بہت بڑھ جاتے ہیں۔ روحانیت کے حصول کے لئے خواہشات پر قابو پا کر انہیں حدِ اعتدال کے اندر رکھنا ازبس ضروری ہے۔ اگر ہم اپنی روزمرّہ زندگی کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جسم کو تندرست وتوانا اور خداتعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے خوراک کی ضرورت ہے لیکن خوراک اسی قدر ہونی چاہیئے جس قدر کہ زندگی کے بقا وقیام کے لئے ضروری ہے۔ وہ نہ تو زیادہ مرغن ہو اور نہ فضول خرچی پر مبنی ہو۔ مرغن غذا بھی انسانی جسم پر بُرے اثرات ڈالے گی۔ اور فضول خرچی سے تیار شدہ غذا بھی صحت جسمانی کے لئے مضر ثابت ہوگی۔ اس ہم دیکھتے ہیں کہ جسم کو موسموں کی

پریشانی اور تکالیف سے بچانے۔ حجاب اور پردہ کو ملحوظ رکھنے کے لئے ہمیں لباس کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمارا لباس موسم کی ضرورت کے عین مطابق ہونا چاہیئے اور وہ ہمارے جسمانی پردہ کی ضرورت اور مقصد کو بھی پورا کرتا ہو۔ نہ زیادہ قیمتی ہو اور نہ ہی زیادہ خوبصورت ہو اگر ہم ان پابندیوں کو مدنظر نہیں رکھتے تو لباس اور غذا بجائے ہماری زندگی کے روحانی مقاصد کو پورا کرنے اور صحت کے برقرار رکھنے کے لئے ممد و معاون ہو۔ ہماری صحت کے لئے مضرت رساں ثابت ہوں گے۔

پس یہی اصول جنسی تعلقات کے بارے میں یاد رکھنے چاہئیں اور جسمانی خواہشات کی تکمیل کے سلسلہ میں ہمیں اخلاقی حدود کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ جہاں تک ہمیں اخلاق اجازت دے ہم ان خواہشات کو پورا کریں۔ لیکن اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یہ اغلب ہے کہ ہماری زندگی کے ساتھ جو روحانی مقاصد ہیں انہیں ہم حاصل نہیں کر سکتے —— ہماری زندگی کا مقصد پھر نفسانی خواہشات کی تکمیل کے علاوہ کچھ نہیں رہتا۔ حالانکہ روحانیت اولیں مقصد ہے اور جسمانی لذت ثانیاً یہی ٹھوکر میری سٹوپس نے کھائی ہے۔ گو اس نے کہیں کہیں یہ کوشش تو کی ہے کہ جنسی تعلقات کو روحانیت پر محمول کرکے اسے عشائے ربانی سمجھا جاتے۔ لیکن ان کی تمام تر کوشش میں یہی جھلک نظر آتی ہے۔ کہ یہ تمام جنسی تعلقات انسان کی نفسانی خواہشات، جسمانی اور ذہنی مسرت کے لئے ہیں اور نفسانی خواہشات کی تکمیل ہی انسانی زندگی کا مقصد حیات ہیں۔

زندگی کے ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضرت صلعم کی جامع اور اکمل تعلیمات مرد کے لئے عورت کی ضرورت پر بھی نمایاں روشنی ڈالتی ہیں۔ اور اس کے ہر پہلو کو ایسا روشن کرتی ہے۔ اس پر عمل پیرا ہو کر ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ ایک ان پڑھ اور جاہل مسلمان جنسیاتی تعلقات کے ان تمام رموز سے کماحقہٗ آگاہ اور خبردار ہوتا ہے۔ جنہیں مغرب کے بڑے بڑے مفکر نہایت ہی دقت سے یورپ کے متمدن مرد اور عورت کو بیسویں صدی کے اس سائنٹیفک دور میں سمجھانے کی زحمت اٹھاتے ہیں۔

شاید ہمارے مسیحی دوستوں کے لئے یہ بات دلچسپی کا باعث ہو کہ اسلام میں اگر مرد و عورت کی طبائع مختلف ہوں اور اس اختلاف کی وجہ سے ان کا باہم اتحاد اور نباہ مشکل ہو جائے یا دونوں

ہیں سے کوئی ایک دوسرے کے روحانی معیار پر پورا نہ اترتا ہو۔ تو اس صورت میں اسلام نے طلاق کو جائز اور مباح قرار دیا ہے۔ تاکہ ایسی حالت میں مرد عورت کی زندگی اجیرن نہ ہو جائے۔ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر اپنی زندگی کے لئے بہتر صورت سوچ سکیں۔ اس اجازت کے باوجود بھی اگر دیکھا جائے تو اسلام میں طلاق کی تعداد بہت ہی کم نظر آئے گی۔ ہزاروں شادیوں میں کہیں ایک جگہ طلاق کی صورت پیش آتی ہے۔

مسلمان اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ انسان کے طبعی افعال روحانی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ لیکن وہ پھر بھی انہیں حد اعتدال سے تجاوز نہیں ہونے دیتے وہ ان حدود میں رہ کر روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی ترقی کے مراحل طے کرتے ہیں اور جنسی تعلقات سے جو احساسات پیدا ہوتے ہیں انہیں روحانیت میں تبدیل کرنے کے لئے انہیں کوئی علیحدہ جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔

ڈاکٹر میری سٹوپس کی سکیم کے مطابق اسلام میں (Non - domestic) غیر گھریلو شادی کی گنجائش نہیں۔ جس میں شادی کا پاکیزہ رشتہ استوار کرنے سے قبل مرد اور عورت ایک دوسرے کو آزمالیں۔ اس سے یہ بات نمایاں طور پر واضح ہوتی ہے کہ گو اسلام نیکی اور روحانیت کے تجزیہ کے لئے خواہشات کا اعتراف کئے بغیر بھی نہیں رہتا۔ لیکن جس طریقہ سے وہ بیان کرتا ہے اس کے ذریعہ سے نفسانی خواہشات کی حیثیت ایک صفر کے برابر بھی نہیں رہتی اور شادی کا معاملہ صرف تکمیل زندگی اور خدا تعالےٰ کی رضا تک ہی محدود ہو جاتا ہے۔ اسلام جھوٹے شرم و حیا کا قائل نہیں، اس کی شریعت نہایت واضح اور کھلے الفاظ میں ہر ایک چیز کو بیان کرتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مرد عورت کے جنسی تعلقات کو نہایت ہی کھلے اور واضح الفاظ میں بیان کیا۔ لیکن بیان کرتے ہوئے حیا کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور نہایت ہی پاکیزہ اور اچھے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو شاید ہمارے مسیحی مرد و عورت کے فہم و فراست سے بالاتر ہیں۔

اب جنسیات کے متعلق اہل یورپ کے نظریات میں نمایاں تغیر نظر آتا ہے اور خیالات بھی قدرے اصلاح پذیر دکھائی دیتے ہیں۔ یوروپین ماہرین جنسیات اب جنسی

تعلقات کو روحانیت کے ساتھ وابستہ کرنے کی طرف مائل ہیں اگر وہ ایک قدم اور آگے بڑھکر اس مسئلہ پر ذرا غور وتفحص سے کام لیں اور ضبط نفس اور پاکیزہ خیالات رکھیں۔ تو وہ آہستہ آہستہ یہ محسوس کریں گے کہ جنسی احتلاط خواہ کس قدر ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اگر اس کے ساتھ روحانیت کی چاشنی نہ ہوگی تو اس کا رو عمل نہایت ہی اندوہناک ہوگا۔ اور وہ معلوم کریں گے کہ بغیر روحانیت کی چاشنی کے جنسی تعلقات خواہ کتنے ہی خوشگوار اور مسرت آفریں کیوں نہ ہوں۔ میاں بیوی میں ایک دوسرے کے احترام کی روح پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کے اخلاقی جواہر کو قدر کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد وعورت میں اختلاف رونما ہو کر دونوں میں نفرت وحقارت کے جذبات ترقی کرتے ہیں اور پھر علیحدگی کی تدابیر سوچی جاتی ہیں۔ اف غیر روحانی شادی کا یہ انجام کس قدر دردناک ہوتا ہے۔

اہلِ یورپ کو یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ مرد عورت کے باہمی تعلقات اور شادی کا مقصد اپنے اندر بہت سے فرائض رکھتا ہے شادی کے بعد مرد ایک بڑے کنبہ کی کی پرورش کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس پر اپنی اولاد کی پرورش کے فرائض، ان کی تربیت کی ذمہ داریوں کے علاوہ اور بیسیوں قسم کے فرائض عائد ہوتے ہیں جنہیں وہ شخص برداشت کر سکتا ہے جس نے نہ صرف احتظاظ نفس کے لئے بلکہ خدا تعالےٰ کی رضا اور تکمیل زندگی کے لئے اپنے ذمہ لیا ہو۔ بس یہ ایک حقیقت ہے کہ مرد وزن کے باہمی اختلاط اور تعلق آئندہ نسلوں کی پیدائش کا آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انہی تعلقات میں نظام قدرت اور بنی نوع انسان کی پیدائش کے راز کو مضمر کر رکھا ہے۔

یہ تو صحیح ہے کہ موت کے ساتھ انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک انسان کی سماجی زندگی میں جو اخلاقی خوبیاں اور روحانی صفات موجود ہوتی ہیں وہ خود بخود ہی نمایاں ہوتی ہیں۔ جنہیں ہمارا افلاس تعقل سمجھنے سے قاصر ہے۔

جس طرح مرد عورت کے باہمی ملاپ سے احتظاظ کے علاوہ ایک نہایت ہی دلکش اور خوبصورت چیز پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے اچھی چیز یعنی انسانی ہمدردی کا مادہ جو انسان کے دل میں دیگر بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھر دیتا ہے

اور پھر اس سے مہر و محبت اور اخلاق و روحانیت ہویدا ہوتی ہے کیا نفسانی لذات کے علاوہ جنسی تعلقات سے یہ نادر چیزوں کا ظہور کم درجہ رکھتا ہے۔

وہ قوت جو قدرت کے پوشیدہ رموز کو بروئے کار لانے میں ممد و معاون ہوتی ہے، یعنی پیدائش نسل انسانی۔ اسی کے ذریعہ سے دنیا کے سماجی نظام قائم رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے دنیا کا تمدن قائم ہے۔ اگر آج پیدائش نسل انسانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ تو یہ نظام چند ہی دنوں میں ختم ہو جائے گا۔ پس جس طرح کہ اس نظام کا ختم ہو جانا قرین قیاس نہیں اس طرح یہ کیا ممکن نہیں کہ دوسرے جہان یعنی بہشت میں یہ جنسی تعلقات کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ وہاں تو یہ اور بھی خوبی کے ساتھ قائم رہے گا اگر جنسی تعلقات کو اس جہان آب و گل میں روحانی صورت حاصل ہے۔ جیسا کہ اب مغربی مفکرین نے بھی تسلیم کرنا شروع کیا ہے۔ تو یہ کس طرح ناممکن ہو سکتا ہے کہ یہی صورت بہشت میں ہمارے ساتھ پیش نہ آئے جنسی تعلقات وہاں بھی اسی صورت میں ہوں گے جیسا کہ اس دنیا میں موجود ہیں۔

قرآن کریم نے نہایت ہی واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے اور مرد و عورت کی بہشتی زندگی کے متعلق ذیل کے الفاظ استعمال کئے ہیں:-

كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُم بِحُورٍ عِينٍ - (۴۴:۵۴)

"ایسا ہی ہوگا۔ ہم انہیں خوبصورت جوڑوں کے ساتھی بنائیں گے"۔

مُتَّكِـِٔينَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنٰهُم بِحُورٍ عِينٍ -

"برابر بچھے ہوئے تختوں پر تکئے لگائے ہوئے۔ اور ہم انہیں خوبصورت جوڑوں کا ساتھی بنائیں گے"۔ (۵۲:۲۰)

قطع نظر اس عہد مسرت اور راحت کے جو انسان نے خدا تعالےٰ کے ساتھ کیا قرآن کریم اس عہد کے ظاہری (مبنی بر مادیت نہیں) مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ بہشت میں بنی نوع انسان کے لئے خوشی اور مسرت ہوگی، وہاں ایک خاص قسم کی غذا ہوگی اور ایک خاص قسم کا پانی پینے کے لئے ہوگا۔ اور ایک خاص قسم کی مسرت و شادمانی کا ماحول ہوگا، جس کے متعلق آنحضرت صلعم بھی فرماتے ہیں:۔" اس مادی اور سفلی دنیا میں جن مسرتوں اور خوشیوں

سے ہمیں دوچار ہونا پڑتا ہے۔ دوسری دنیا کی مسرتیں ان سے بالکل علیحدہ قسم کی ہوں گی ان میں ہم زیادہ لذت اور راحت محسوس کریں گے۔ اس دنیا کی خوشیاں اور راحتیں تو اس جہان کی راحتوں کا صرف ایک حصہ ہوں گی۔ قرآن کریم نے نہایت ہی خوبصورت الفاظ میں فرمایا ہے :- "جن سے اس جہان میں ہم پیدا ہوئے ہیں وہاں بھی انہیں کے ساتھ اس جہان کی زندگی کی مسرتوں کو دوبالا کرنے کے لئے موجود ہوں گے۔"

ہر صاحب فہم و فراست یہ سوچ سکتا ہے کہ حیات بعد الممات میں جنسی تعلقات کی صورت کس طرح ختم ہو سکتی ہے۔ اگر رُوح کو محض ایک دھواں یا ہوا کے تصور کر لیا جائے تو یہ بات ممکن ہو سکتی ہے۔ کہ مرد و عورت کے جنسی تعلقات اسی دنیا میں ختم ہو جائیں اور وہ دوسری دنیا میں ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہیں۔ لیکن روح تو ایسی چیز نہیں۔ وہ تو ہمیشہ قائم رہنے والی شئے ہے۔ اُسے کسی نہ کسی طرح زندہ رہنا ہے۔ تو پھر ایسا خیال کرنا ہی بیہودہ اور فرسودہ ہے کہ بہشت میں جنسی تعلقات کی صورت ختم ہو جائے گی۔ اور مرد عورت ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکیں گے۔ ایک دانا اور فہیم و فریس انسان کی فراست یہ کبھی باور نہیں کر سکتی کہ اگلے جہان میں مرد و عورت مخنثوں کی حالت میں ایک دوسرے کو مبارک باد کہتے ہوئے ظہور پذیر ہوں گے یا وہ اپنی اپنی جنس میں علیحدہ علیحدہ رہیں گے۔ نہ مرد کا تعلق عورت سے ہوگا نہ عورت مرد کی غمخوار و غمگسار ہوگی۔ ایک دوسرے کی ہمدردی کے جذبات دونوں کے دلوں سے مفقود ہو جائیں گے۔

مرد اور عورت زندگی کے حقیقی معنوں کو سمجھنے کے لئے ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوتے ہیں۔ جنسی اور نفسانی تعلق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بھی ایک صاحب عزت آدمی اور عورت میاں بیوی کے کاموں پر غور کریں ہمیں معلوم ہوگا کہ زندگی کی جدوجہد میں پیش آنے والی مشکلات کو دونوں مل کر کسی محنت اور دماغ سوزی سے حل کرتے ہیں اگر ایسی صورت نہ ہو تو ہماری زندگی کس قدر خشک۔ مغموم اور بیکار سی ہو جائے۔ بنی نوع انسان کی تمام خوشی۔ راحت اور مسرت سب اسی میں مخفی ہے کہ ہم متاہل زندگی بسر کریں اور اپنی مشکلات کا مرد و عورت مل کر مقابلہ کریں تو ہماری زندگی نہایت ہی خوشگوار ہو سکتی ہے

ہے۔ اور وہ چمک یا برقی رو جو دونوں اجسام یعنی مرد عورت کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے ایک دوسرے میں عجیب قسم کے جذبات مہر و محبت پیدا کر دیتی ہے۔ اسے بیان کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ یہ کشش اور یہ مہر و محبت کے احساسات گو بظاہر نظر نہیں آتے لیکن یہ اندر ہی اندر ایک دوسرے کے دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتے ہیں۔ نہ صرف اسی دنیا میں یہ حالت رہتی ہے بلکہ ابدالآباد تک یہ تعلق ختم نہیں ہوتا۔ دونوں کی ہمدردی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رہتی ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی پریشانی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر دکھ ہوتا ہے تو دونوں کو۔ اگر سکھ میں رہتے ہیں تو دونوں گویا زندگی کی گاڑی کو دونوں مل کر چلاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہماری زندگی کی ابتداء جسمانی تجربات سے ہوتی ہے۔ لیکن اس کی شاخیں ساتویں آسمان تک جا پہنچتی ہیں۔ اور جب وقت آتا ہے تو اس سرزمین سے موت کے بعد پھر یہی درخت ہویدا ہوتا ہے اور فرحت بخش اور جان آفریں بہشت کے باغ کی زینت بن جاتا ہے اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اسلام روح کی جسمانی موت کا قائل نہیں پس مرد عورت حیات بعد الممات میں نہایت احسن شکل صورت میں دوبارہ ظہور پذیر ہوں گے اور بہشت میں بھی نہایت اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اہلِ مغرب کو اسلام کے اس نظریہ کو ذہن نشین کرنا اور اس کی تعریف کرنی چاہیئے کہ جنسیات کی کیفیت بہشت میں نہایت مسرت آفریں ہوگی۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہیں گے۔ اور نہایت مسرت و شادمانی کی زندگی بسر کریں گے ❊❊❊❊

گوشوارہ آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور
بابت ماہ جنوری ۱۹۴۴ء

تاریخ	بل نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے	تاریخ	بل نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۱ ۱/۴۴	۲۲۹۷	جناب ایس ایم شریف صاحب سرگودھا	۰	-	۱۰۰	۱۸ ۱/۴۴	۲۴۵۹	جناب رب نواز خاں صاحب آسن سول	۰	۰	۱۵
"	۲۲۹۸	لفٹننٹ کرنل ایچ ایم سلامت اللہ صاحب میرٹھ	۰	۰	۱۰۰	"	"	" حاجی عبد الشکور صاحب " "	۰	۴	۲۵
"	۲۲۹۹	جناب ابراہیم احمد صاحب جیوا علیگڈھ	۰	۱۲	۷۶	"	"	" کالو میاں صاحب " "	۰	۰	۵
	۲۳۰۰	حسب وصیت جناب سیٹھ قاسم علی جیراج بھائی صاحب مرحوم بمبئی	۰	-	۱۰۰	"	"	" محمد الدین اینڈ برادرز "	۰	۰	۱۰
"	۲۳۰۱	عملہ دفتر لاہور	۰	۱۲	۱	"	"	" اے۔ کے۔ محمد صاحب "	۰	۰	۵
۵ ۱/۴۴	۲۳۱۵	جناب قاسم علی صاحب بنگلور	۰	۰	۵۰	"	"	" عبد الواحد اینڈ سنز "	۰	-	۵
۹ ۱/۴۴	۲۳۱۶	جناب خواجہ خلیل احمد صاحب لاہور	۰	۰	۱۰						
"	۲۳۲۳	جناب عظیم الدین خاں صاحب "	۰	۰	۵	"	"	" حاجی عبد المطلب صاحب "	۰	۰	۵
۱۰ ۱/۴۴	۲۳۴۸	جناب سید شکور علی صاحب	۴	۱	-	"	"	" محمد ہاشم صاحب "	۰	۰	۵
"	۲۳۲۵	جناب محفوظ الکریم صاحب جبلپور	۰	۰	۲	"	"	" شیخ عید و میاں صاحب "	۰	۰	۵
"	۲۳۲۶	خانصاحب محمد عبد السلام صاحب جالندھر	۰	۰	۱۰	"	"	" شیخ عطاء اللہ صاحب "	۰	۰	۵
"	۲۳۴۳	جناب یو۔ ایل۔ ایم۔ ایم محی الدین صاحب کولمبو	-	-	۱۰۰	"	"	" محمد یٰسین اینڈ برادرز "	۰	۰	۵
"	۲۳۴۴	اعلیٰحضرت نواب صاحب بہادر کروائی	۰	۰	۱۰۰۰	"	"	" محمد عبد الستار صاحب "	۰	۰	۲
۱۳ ۱/۴۴	۲۳۶۷	جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب لاہور	۰	۰	۲	"	"	" محمد عثمان صاحب "	۰	۰	۸
۱۴ ۱/۴۴	۲۴۰۴	جناب بیگم احمد مبین صاحب ایٹہ	۰	۰	۵	"	"	" ایم اے مجید صاحب "	۰	۸	۲
۱۷ ۱/۴۴	۲۴۳۹	جناب ایس۔ سی لطیف صاحب کراچی	۰	۰	۱۰۰	"	"	" صدیق حسین صاحب "	۰	۸	۲
"	۲۴۴۰	جناب عبد الحق صاحب قبولہ	۰	۰	۷	"	"	" احمد کریم صاحب "	۰	۰	۱
۱۸ ۱/۴۴	۲۴۵۹	جناب عبد الغفور صاحب آسن سول	۰	-	۵	۱۸ ۱/۴۴	۲۴۶۰	جناب محی الدین عبد القادر صاحب کولمبو	۰	۰	۲۵
"	"	جناب اے ایم عثمان صاحب "	۰	۰	۱۰	۱۹ ۱/۴۴	۲۵۳۸	" این ڈی آئی۔ عبد الغفور صاحب کولمبو	۰	۰	۵۰
"	"	جناب اے۔ غفار صاحب "	۰	۰	۵	۳ ۱/۴۴	۲۵۶۴	" شمس الحسن صاحب مالیر کوٹلہ	۰	-	۵
"	"	" ایم شکور علی صاحب "	۰	-	۱۰						

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۳۱/۱/۴۴	۲۵۹۱	جناب ایم ایند-ایچ موسےٰ ڈربن افریقہ	۰	۳	۱۰۵
"	۲۵۹۲	جناب خواجہ اے۔ کے خاں صاحب مدراس	۰	۰	۱۰۰
"	۲۶۲۶	جنابہ مدینہ جعفری صاحبہ الہ آباد	۰	۰	۳۰
۳۱/۱/۴۴	۲۶۳۸	جناب علی احمد خاں صاحب دشمن	۰	۰	۵
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۴	۱۳۹۶

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام	۰	۸	۱۵۲
		فروخت کتب	۰	۰	۲۷۷
		کل میزان - -- --	۶	۱۲	۹۴۹

۹۴۹ — ۱۲ — ۶

گوشوارہ اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔
بابت ماہ جنوری ۱۹۴۴ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۳۱/۱۲/۴۳	۷۵	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء	۶	۳	۵۶۱
"	۷۶	کرایہ دفتر لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء	۰	۰	۳۰
"	۷۷	الاؤنس بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء	۰	۰	۳۰
"	۷۸	کرایہ گودام بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء	۰	۰	۱۵
"	۷۹	آفس امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک — ۹۱ — ۰ — ۰ خرید کتب برائے فروخت — ۱۰۰ — ۰ — ۰ جلد بندی اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر ۴۳ء — ۲۰ — ۰ — ۰ اشاعت اسلام کتابت و جلد سازی بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء — ۲۳ — ۲ — ۰ سٹیشنری — ۵ — ۱۱ — ۰ پریس پیپر پرنٹنگ و جلد بندی کتب — ۳۵ — ۰ — ۰ بل بجلی وغیرہ — ۱ — ۵ — ۰ متفرقات — ۲۳ — ۲ — ۶ ۲۹۹ — ۵ — ۰	۰	۵	۲۹۹
		کل میزان	۶	۸	۹۳۵

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اِس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اوّلیں نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اِسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے

(۱) حیثیت علیحدہ صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمدنی سے کچھ حصہ مقرر کر کے ماہ بماہ مشن کو پہنچاتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام زود ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا ہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے! ور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اُس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے! اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عیدین اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبرانِ مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔

(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

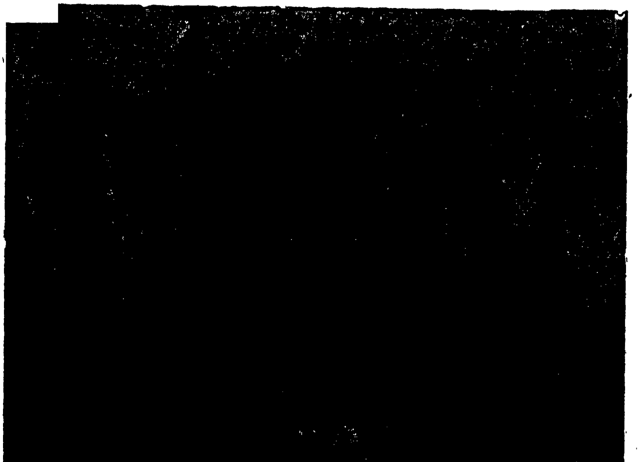
تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔اے۔بی۔ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ

قیمت پانچ روپے (للعہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　اللہ اکبر　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

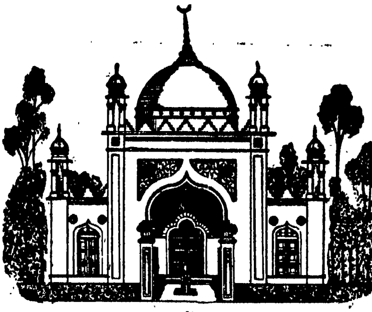
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دینِ حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز　　　　شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیلِ مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظہ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بحد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ⅓ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۰ | بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ م۔ اپریل ۱۹۴۴ء | نمبر ۴

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

اسلام کا نظریۂ حکومت

از قلم عالیجناب نواب محمد سرور علی خاں صاحب والئے ریاست کرنائی

اسلام کے متعلق یہ فقرہ آپ اکثر سنتے رہتے ہیں کہ "یہ ایک جمہوری نظام ہے" مگر جو لوگ اسکو زبان سے نکالتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان میں سے شاید ایک فی ہزار بھی ایسے نہیں ہیں جنہوں نے اس دین کا باقاعدہ مطالعہ کیا ہو اور سمجھنے کی کوشش کی ہو کہ اسلام میں جمہوریت کس حیثیت سے ہے اور کس نوعیت کی ہے۔ ان میں سے بعض لوگ تو اسلامی نظام جماعت کی چند ظاہری شکلوں کو دیکھکر جمہوریت کا نام اس پر چسپاں کر دیتے ہیں اور اکثر ایسے ہیں جن کی ذہنیت ہی کچھ اس طور پر بنی ہے کہ دنیا میں اور خصوصاً ان کے حکمرانوں میں جو چیز مقبول عام ہو۔ اسکو کسی نہ کسی طرح اسلام میں موجود ثابت کر دینا ان کے نزدیک مذہب کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ شاید وہ اسلام کو اس یتیم بچے کی طرح سمجھتے ہیں۔ جو ہلاکت سے بس اسی طرح بچ سکتا ہے کہ کسی با اثر شخص۔ کسی حکمران کی سرپرستی اسکو حاصل ہو جائے۔ قضیات اور علما نے شوء حکمرانی کی ہوا دیکھتے ہوئے اس کے مطابق اسلامی احکامات کو نیا جامہ پہنا دیتے ہیں۔ اسکو قانونی شکل دیدیتے ہیں۔ ان کا شاید خیال یہ ہے کہ ہماری عزت محض مسلمان ہونے کی حیثیت سے قائم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ صرف اس طرح قائم ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے مسلک میں دنیا کے کسی چلتے ہوئے موڈرن (Modern) مسلک کے اصولوں کی جھلک دکھا دیں۔ اسی ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ جب دنیا میں اشتراکیت کا زور اور غلبہ ہوا تو مسلمانوں میں کچھ لوگوں نے پکارنا شروع کر دیا کہ اشتراکیت تو محض اسلام ہی کا ایک جدید اڈیشن ہے۔ اور جب ڈکٹیٹر شپ کا آوازہ اٹھا تو کچھ دوسرے لوگوں نے اطاعت امیر کی صدائیں بلند کرنی شروع کیں۔ اور لگے کہنے کہ دیکھو یہاں سارا نظام ڈکٹیٹر شپ ہی پر قائم ہے۔ غرض اسلام کا نظریۂ حکومت

اس زمانہ میں ایک چوں چوں کا مربہ بن کر رہ گیا۔ جس میں سے ہر وہ چیز نکال کر دکھا دی جاتی ہے۔ جس کا بازار حکمرانی میں چلن ہو۔

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ اسلام محض چند منتشر خیالات اور منتشر طریقہائے عمل کا مجموعہ نہیں ہے جس میں ادھر اُدھر سے لا کر اصول جمع کر دیئے گئے ہوں۔ بلکہ یہ ایک باضابطہ نظام ہے جس کی بنیاد چند مضبوط اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ اس کے بڑے بڑے ارکان سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے جزئیات تک ہر چیز اس کے بنیادی اصولوں کے ساتھ ایک منطقی تعلق اور ربط رکھتی ہے۔

اسلامی زندگی کے تمام مختلف شعبوں کے متعلق اس نے جتنے قاعدہ مقرر کئے ہیں ان سب کی روح اور ان کا جوہر اس کے اصول خداوندی سے ماخوذ ہیں۔ ان اصولِ خداوندی سے پوری اسلامی زندگی اپنی مختلف شاخوں کے ساتھ بالکل اسی طرح نکلتی ہے جس طرح درخت میں آپ دیکھتے ہیں۔ بیج سے جڑیں اور جڑوں سے تنا اور تنے سے شاخیں اور شاخوں سے پتیاں پھوٹتی ہیں۔ اور خوب پھیل جانے کے باوجود اسکی ایک ایک پتی اپنی جڑ کے ساتھ مربوط وبستہ رہتی ہے۔ پس آپ اسلامی زندگی کے جس ڈیپارٹمنٹ کو بھی سمجھنا چاہیں آپ کے لئے لازمی ہے کہ اس کی جڑ کی طرف رجوع کریں۔ کیونکہ اس کے بغیر آپ اسکی روح کو نہیں پا سکتے۔

اسلام کے متعلق یہ بات تو سب جانتے ہی ہیں کہ یہ انبیاء علیہم السلام کا مشن ہے۔ یہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا مشن نہیں ہے بلکہ انسانی تاریخ کے قدیم ترین دور سے جتنے انبیاء بھی خدا کی طرف سے آئے ہیں ان سب کا یہی مشن تھا۔ اسکے ساتھ یہ بھی سبکو اجمالی طور پر معلوم ہے کہ یہ سب نبی ایک خدا کی خدائی منوانے اور اسی کی عبادت کرانے کے لئے آئے تھے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس اجمال کا پردہ اُٹھا کر ذرا گہرائی میں اتریں۔ سب کچھ اس پردے کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ جستجو کی نگاہ ڈال کر ذرا غور کیجئے کہ خدا کی خدائی منوانے سے مقصد کیا تھا۔ اور صرف اس کی عبادت کرانے کا مطلب کیا تھا۔ اور آخر اس میں کونسی بات تھی کہ جہاں کسی اللہ کے بندے نے مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ کا اعلان کیا۔

ساری طاقتیں جماڑ کا کانٹا بن کر اسکو چپٹ گئیں۔ اگر بات صرف اتنی ہی تھی جتنی آجکل سمجھی جاتی کہ مسجد میں خدائے واحد کے آگے سجدہ کر لو اور پھر نکل کر حکومت وقت کی وفاداری و اطاعت میں لگ جاؤ۔ تو کس کا سر پھرا تھا کہ اتنی سی بات کے لئے خواہ مخواہ اپنی وفادار رعایا کی مذہبی آزادی میں مداخلت کرتا؟

دیکھنا یہ ہے کہ خدا کے بارے میں انبیاء علیہم السلام اور دنیا کی دوسری طاقتوں کا اصل جھگڑا کس بات پر تھا؟ قرآن پاک میں ایک جگہ نہیں بکثرت مقام پر یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ کفار و مشرکین جن سے انبیاء کی لڑائی تھی۔ اللہ کے منکر نہ تھے۔ ان سب کو تسلیم تھا کہ اللہ ہے اور وہی زمین و آسمان کا خالق اور خود ان کا اور مشرکین کا خالق بھی ہے۔ کائنات کا سارا انتظام اسی کے اشارہ سے ہو رہا ہے۔ وہی پانی برساتا ہے۔ وہی ہواؤں کو چلاتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں سورج اور چاند زمین اور سب کچھ ہے۔

قُل لِّمَنِ الۡاَرۡضُ ۔۔۔ ۔ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ"۔ ان سے پوچھو کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے وہ کس کا ہے۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ وہ کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہو پھر تم غور نہیں کرتے؟۔ ان سے پوچھو ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ کہیں گے اللہ۔ پھر کہو تم اس سے ڈرتے نہیں؟ ان سے پوچھو وہ کون ہے؟ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔ اور وہ سب کو پناہ دیتا ہے، مگر کوئی اس کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ وہ کہیں گے اللہ۔ کہو پھر تم کس دھوکے میں ڈال دیئے گئے ہو؟

اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے سورج اور چاند کو اپنا تابع فرمان بنا رکھا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ خدا نے۔ پھر آخر یہ کدھر بھٹکائے جا رہے ہیں۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا اور کس نے مری ہوئی زمین کو روئیدگی بخشی؟ وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر آخر یہ کدھر بھٹکائے جا رہے ہیں۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے ہونے میں اور اس کے خالق

ہونے اور مالک ارض و سما ہونے میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ لوگ ان باتوں کو خود ہی مانتے تھے۔ لہذا ظاہر ہے کہ انہی باتوں کو منوانے کے لئے تو انبیاء کے آنے کی ضرورت تھی ہی نہیں۔ اب پوچھئے کہ انبیاء کی آمد کس لئے تھی اور جھگڑا کس چیز کا تھا؟ قرآن پاک کہتا ہے کہ سارا جھگڑا اس بات پر تھا کہ انبیاء کہتے تھے جو تمہارا اور زمین اور آسمان کا خالق ہے۔ وہی تمہارا رب اور اللہ بھی ہے۔ اس کے سوا کسی کو رب اور اللہ نہ مانو۔ مگر دنیا اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھی۔ ذرا پھر غور کیجئے کہ اس جھگڑے کی نوعیت کیا ہے۔ اللہ سے کیا مراد ہے۔ رب کسے کہتے ہیں۔ انبیاء کو کیوں اصرار تھا۔ کہ صرف اللہ ہی کو اللہ اور رب مانو؟ اور دنیا اس پر کیوں لڑنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اللہ کے معنی سب جانتے ہیں کہ معبود کے ہیں۔ عبد بندے اور غلام کو کہتے ہیں۔ لیکن معبود کے معنی اکثر لوگ بھول گئے ہیں۔ معبود کا مادہ عبد . . . ہے۔ عبادت کے معنی محض پوجا کے نہیں ہیں۔ بلکہ بندہ اور غلام جو زندگی کہ غلامی اور بندگی کی حالت میں بسر کرتا ہے۔ وہ پوری کی پوری سراسر عبادت ہے۔ خدمت کے لئے کھڑا ہونا۔ احترام میں ہاتھ باندھنا اعتراف بندگی میں سر جھکانا فرمانبرداری میں دوڑ دھوپ اور کوشش کرنا جس کام کا اشارہ ہو۔ اسے بجالانا۔ جو کچھ آقا طلب کرے۔ اسے پیش کر دینا۔ اس کی طاقت اور جبروت کے آگے انکساری اور عاجزی اختیار کرنا۔ جو قانون وہ بنائے اس کی اطاعت کرنا وغیرہ یہ عبادت کا اصلی مفہوم ہے۔ اور آدمی کا معبود درحقیقت وہی ہے۔ جس کی عبادت وہ اس طرح سے کرتا ہو۔ اور رب کا مطلب کیا ہے؟ رب کے اصلی معنی پرورش کرنے والے کے ہیں۔ اور چونکہ دنیا میں پرورش کرنے والے ہی کی اطاعت و فرمانبرداری کی جاتی ہے لہذا رب کے معنی مالک اور آقا کے بھی ہو گئے۔ آدمی جس کو اپنا رزاق اور مربی سمجھے جس سے سرفرازی اور نوازش کی امید رکھے۔ جس سے عزت۔ ترقی اور امن کا متوقع ہو۔ جس کی نگاہ لطف کے پھر جانے سے خوف کرے کہ میری زندگی بگڑ جائے گی۔ جس کو اپنا آقا اور مالک قرار دے اور جس کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے۔ وہی اس کا رب ہے۔ اس سلسلے میں یہ مغالطہ پیدا نہ ہونے دیجئے کہ کسی بادشاہ یا مالک کی اطاعت اور فرمانبرداری

کرنا اس کو لازمی طور پر رب بنانا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔

۔ ۔

ان لفظوں کے معنی پر نگاہ رکھئے اور پھر غور کیجئے ۔ انسان کے مقابلہ میں یہ دعوے لیکر کون کھڑا ہو سکتا ہے کہ میں تیرا الٰہ ہوں اور میں تیرا رب ہوں ۔ میری بندگی دعبادت کر؟ کیا درخت، پتھر ۔ دریا ۔ جانور ۔ سورج چاند ستارے کسی کو یہ یارا ہے کہ وہ انسان کے مقابلہ میں خدائی کا دعوے لیکر اُٹھے یا اٹھ سکتا ہے ۔ خدائی ہوس انسان ہی کے سر میں سما سکتی ہے ۔ انسان ہی کی حد سے بڑھی ہوئی خواہش اقتدار اسے اس بات پر ابھارتی ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کا خدا بنے ۔ ان سے اپنی بندگی کرائے ۔ ان کے سر اپنے آگے جھکوائے ۔ ان پر اپنا حکم چلائے ۔ انکو اپنی خواہشات کے حصول کا آلہ بنائے ۔ یہ خدا بننے کی لذت ایسی ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی لذیذ چیز انسان آج تک دریافت نہیں کر سکا ہے ۔ جس کو کچھ طاقت یا دولت یا چالاکی و ہوشیاری یا کسی طرح کا زور حاصل ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ اپنے فطری اور جائز حدود سے آگے بڑھے پھیل جائے اور آس پاس کے انسانوں پر جو اس کے مقابلہ میں ضعیف یا مفلس یا بیوقوف یا کسی حیثیت سے بھی کمزور ہوں ۔ اپنی خدائی کا سکہ جما دے ۔

اسی قسم کی ہوس خداوندی رکھنے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ۔۔۔ اور دو مختلف راستے اختیار کرتے ہیں ۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے ۔ جن میں زیادہ جرأت ہوتی ہے یا جن کے پاس خدائی ٹھاٹھ جمانے کے لئے کافی ذرائع ہوتے ہیں ۔ اسلئے وہ براہ راست خدائی کا دعوے پیش کر دیتے ہیں ۔ مثلاً ایک وہ فرعون تھا جس نے اپنی بادشاہی اور اپنے لشکر کے بل بوتے پر مصر کے باشندوں سے کہدیا " انا ربکم الاعلیٰ " میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں اور وما علمت لکم من الٰہ غیری میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا اور بھی کوئی الٰہ ہے ۔ جب حضرت موسیٰ نے اسکے سامنے اپنی قوم کی آزادی کا مطالبہ پیش کیا اور اس سے کہا کہ تو خود بھی الہ العالمین کی بندگی اختیار کر تو اُس

کہا کہ میں تم کو جیل بھیجدینے کی قدرت رکھتا ہوں ۔ لہٰذا تم مجھ کو اللہ تسلیم کرو۔ اسی طرح ایک وہ ایک بادشاہ تھا جس سے حضرت ابراہیمؑ کی بحث ہوئی تھی قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے کہ جب ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب وہ ہے ۔ جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے تو اس نے جواب دیا کہ زندگی اور موت میرے ہاتھ میں ہے ابراہیمؑ نے کہا اچھا اللہ تو سورج کو مشرق کی طرف سے لاتا ہے تو ذرا اسے مغرب کی طرف سے نکال ۔ یہ سن کر وہ کافر ہکا بکا رہ گیا ۔ غور کیجئے ہکا بکا کیوں رہ گیا ۔ اسلئے کہ وہ اللہ کا منکر نہ تھا ۔ وہ اس بات کا قائل تھا کہ کائنات کا فرمانروا اللہ ہی ہے ۔ سورج کو وہی نکالتا اور وہی غروب کرتا ہے ۔ جھگڑا اس بات میں نہ تھا کہ کائنات کا مالک کون ہے بلکہ اس بات میں تھا کہ انسانوں کا اور خصوصاً بابل کے باشندوں کا مالک کون ہے ؟ وہ اللہ ہونے کا دعوےٰ نہیں رکھتا تھا بلکہ اس بات کا دعوےٰ رکھتا تھا کہ اس ملک کے باشندوں کا رب میں ہوں ۔ اور یہ دعوےٰ اس بنا پر تھا کہ حکومت اس کے ہاتھ میں تھی ۔ لوگوں کی جانوں پر وہ قابض تھا ۔ اپنے آپ میں یہ قدرت رکھتا پاتا تھا کہ جسے چاہے پھانسی پر لٹکا دے اور جس کی چاہے جان بخشدے ۔ سمجھتا تھا کہ میری زبان قانون ہے ۔ اور میرا حکم ساری رعایا پر چلتا ہے ۔ اسلئے حضرت ابراہیمؑ سے اسکا مطالبہ یہ تھا کہ مجھے رب تسلیم کرو ۔ میری بندگی اور عبادت کرو ۔ مگر جب حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ میں تو اسی کی عبادت کروں گا اور اسی کو رب مانوں گا جو زمین اور آسمان کا رب ہے ۔ اور جس کی عبادت یہ سورج کر رہا ہے ۔ تو وہ حیران رہ گیا ۔ اور اس لئے حیران رہ گیا کہ ایسے شخص کو کیونکر قابو میں لاؤں ۔ یہ خدائی جس کا دعوےٰ فرعون اور نمرود نے کیا تھا ۔ کچھ انہی دو آدمیوں تک محدود نہ تھی ۔ دنیا میں ہر جگہ فرمانرواؤں کا یہی دعوےٰ تھا اور یہی ہوتی ہے ۔ بادشاہ کے لئے خدا اور خداوند کے الفاظ مستعمل تھے ۔ رئیسوں کو اَن داتا یعنی رزق دینے والا کہا جاتا ہے ۔ بعض جگہ اللہ اور رب کے ہم معنی الفاظ اب بھی صریحاً بولے جاتے ہیں ۔ اور جہاں یہ نہیں بولے جاتے وہاں سپرٹ وہی ہے جو ان الفاظ کے مفہوم میں پوشیدہ ہے اس نوع کے دعوےٰ خدائی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی صاف الفاظ میں اللہ اور رب ہونے ہی کا دعوےٰ کرے ۔ نہیں وہ سب

لوگ جو انسانوں پر اس اقتدار اس فرمانروائی و حکمرانی۔ اس آقائی و خداوندی کو قائم کرتے ہیں جو فرعون اور نمرود نے قائم کیا تھا۔ دراصل وہ اللہ اور رب کے معنی و مفہوم کا دعوے کرتے ہیں غرض ایک قسم تو انسانوں کی وہ ہے جو براہ راست اپنی الٰہیت اور ربوبیت کا دعوے کرتی ہے دوسری وہ ہے جس کے پاس اتنی طاقت نہیں ہوتی۔ اتنے ذرائع نہیں ہوتے کہ خود ایسا دعوے لے کر اٹھیں اور اسے منوائیں۔ ان لوگوں میں آجکل وزرا سے لیکر خدمتگار تک کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ اسلئے وہ چالاکی اور فریب کاری کے ہتیار ہوتے ہیں۔ جن سے وہ عام انسانوں کے دل و دماغ پر جادو کر سکتے ہیں۔ ان ذرائع سے کام لیکر وہ فرمانروا کو ہر چیز پر قادر تصور کراتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ تمہیں نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر ہے۔ یہ تمہاری حاجت روائی کر سکتا ہے۔ ان کو خوش نہ کروگے تو وہ تمہیں مصیبت میں مبتلا کر دیگا۔ انہیں خوش کر کے حاجتیں طلب کروگے۔ تو یہ تمہیں مالا مال کر دیں گے مگر انہیں خوش کرنے اور ان کو تمہارے حال پر متوجہ کرنے کے طریقے ہم کو معلوم ہیں۔ ان تک پہنچنے کا ذریعہ ہم ہی بن سکتے ہیں۔ ہماری بزرگی تسلیم کرو۔ ہمیں خوش کرو۔ اور ہمارے ہاتھ میں اپنی جان۔ مال آبرو سب کچھ دے دو۔ بہت سے۔ بلکہ اکثر بے وقوف انسان اس جال میں پھنس جاتے ہیں۔ اور سب سے بہترین موقع ان چالبازیوں کا اس ملک میں آتا ہے جہاں کے فرمانروا کی وہ حالت ہو جیسے کہ رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ حاکم ایسا ہو کہ نہ تو رعایا سے ہمدردی رکھتا ہو۔ اور نہ لوگوں کی حاجتوں اور ضروریات کا بند و بست کرتا ہو۔ اور لوگوں کو عرض حاجت کا موقع نہ دیتے ہوئے ان سے روپوش رہے۔

اس نظر سے جب دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ دنیا میں فتنہ کی اصلی جڑ اور فساد کا اصلی سرچشمہ انسان پر انسان کی خدائی ہے۔ خواہ وہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ۔ اس سے خرابی کی ابتدا ہوئی اور اسی سے آج بھی اس کے زہریلے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالے تو خیر انسان کی فطرت کے سارے راز جانتا ہے۔ مگر اب تو ہزارہا برس کے تجربے سے خود ہم پر بھی حقیقت پوری طرح کھل گئی ہے کہ انسان کسی نہ کسی کو اللہ اور رب مانے بغیر

رہ نہیں سکتا۔ گویا اس کی زندگی محال ہے۔ اگر کوئی اسکا اللہ اور رب نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کو رب نہ مانے گا۔ تب بھی اسے اللہ اور رب سے چھٹکارا نہیں۔ بلکہ اس صورت میں بہت سے اللہ اور رب اس کی گردن پر مسلط ہو جائیں گے۔

پھر انسان پر انسان کی خدائی قائم ہونے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ وہی جو ایک کمینے کم ظرف آدمی کو پولیس کمشنر بنا دینے یا ایک جاہل تنگ نظر آدمی کو وزیر بنا دینے کا نتیجہ ہوتا ہے اول تو خدائی کا نشہ ہی کچھ ایسا ہے۔ کہ آدمی اس شراب کو پی کر کبھی اپنے قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ اور بالفرض اگر وہ قابو میں رہ بھی جائے تو خدائی کے فرائض انجام دینے کیلئے جس علم کی ضرورت ہے۔ جس محیط الکل اور تمام حقائق پر حاوی نگاہ کی ضرورت ہے۔ اور جس بے لوثی و بے غرضی و بے نیازی کی حاجت ہے وہ انسان کہاں سے لائے گا؟ یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں انسانوں پر انسانوں کی خدائی قائم ہوئی وہاں انسانی زندگی میں صحیح توازن کبھی قائم ہی نہ ہو سکا۔ وہاں ظلم، طغیان، ناجائز فائدے۔ بے اعتدالی اور ناہمواری نے کسی نہ کسی صورت سے راہ پا ہی لی۔ وہاں انسانی روح اپنی قدرتی آزادی سے محروم ہو کر ہی رہی۔ وہاں انسان کے دل و دماغ پر اور اس کی پیدائشی قوتوں پر ایسی بندشیں عاید ہو کر رہیں۔ جن سے انسانی شخصیت کی نشو و نما رک گئی۔ یہ ہیں وہ چیزیں جو انسان کے سارے مصائب۔ اس کی ساری تباہیوں۔ اس کی تمام محرومیوں کی اصلی جڑ ہیں۔ خدا کو بھول گئے۔ خود نعوذ باللہ خدا بن گئے۔ خدا کی یاد غائب ہو گئی۔ اب ان کو راہ کون دکھلائے، ان کی روحانیت پلید ہو گئی۔ صاف کیونکر ہو۔ کیونکہ روح کے صاف کرنے کا صابن ان کو نظر ہی نہیں آتا۔ خدا مدد کیسے کرے جب مدد چاہی ہی نہیں جاتی۔ ورنہ بدتر حالت میں بھی اصلاح نہایت آسان ہے بدتر بیٹے کو بھی باپ تکلیف سے بچاتا ہے رجب باپ یہ کر سکتا ہے تو خدا تو ہمارا رب ہے۔ ہمارا مالک ہے وہ کیونکر ہمیں بگڑنے دے گا۔ لیکن پہلے خدا کو خدا تو مانیں۔ اسکے سامنے اپنے آپ کو کمزور اور عاجز تو بنائیں۔ جب خود اللہ بن بیٹھے تو خدا کی رحمتوں سے کیا واسطہ۔ یہ ترقی کی راہ میں اصلی رکاوٹ ہے۔ یہ وہ روگ ہے جو انسان کے اخلاق اور اس کی روحانیت کو اس کی علمی و فکری قوتوں کو اس کے

جس حکمت و عدل اور بے غرضانہ آزادی کی ضرورت ہے

تمدن اور اس کی معاشرت کو اس کی عزت اور اس کے اقتدار کو اور قصہ مختصر اس کی انسانیت کو تپدق کی طرح کھا گیا ہے، اس روگ کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں کہ انسان توبہ کرے اور سچے مالک حقیقی کی بخشش اور رحمت کا خواہاں ہو کر خدائی اطاعت قبول کرے۔

یہ وہی بنیادی اصلاح تھی جو انسانی زندگی میں انبیاء علیہم السلام نے کی۔ وہ دراصل انسان پر انسان کی خدائی تھی جس کو مٹانے کے لئے یہ لوگ آئے۔ انکا اصلی مشن یہ تھا کہ انسانوں کو اس ظلم سے ان جھوٹے خداؤں کی بندگی سے ان ناجائز فائدہ اٹھانیوالوں سے نجات دلائیں۔ ان کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ جو انسان انسانیت کی حد سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ انہیں دھکیل کر پھر اس حد میں واپس پہنچادیں جو اس حد سے نیچے گرا دیئے گئے ہیں۔ انہیں اُبھار کر اسی حد تک اُٹھا لائیں اور سب کو ایک ایسے عادلانہ نظام زندگی کا پابند بنادیں جس میں کوئی انسان نہ کسی دوسرے انسان کا عبد ہو۔ نہ معبود۔ بلکہ سب ایک اللہ کے بندے بن جائیں۔ ابتدا سے جتنے نبی دنیا میں آئے ان سب کا ایک ہی پیغام تھا کہ "یاقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ" لوگو اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی اللہ نہیں۔ یہ ہی حضرت نوحؑ نے کہا۔ یہی حضرت ہودؑ نے کہا۔ یہی حضرت صالحؑ نے کہا۔ یہی حضرت شعیبؑ نے کہا۔ اور اسی کا اعلان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

اس سلسلے میں ایک خاص نکتہ ہے۔ اللہ کی بخشی ہوئی عزت و ثروت اقتدار کی قربانی اور شکر گذاری "الحمد للہ" کے وظیفہ سے نہیں ہوتی بلکہ عاجزی و رانکساری سے۔ غور کیجئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ باعزت۔ باحرمت۔ با اقتدار ہستی دنیا میں کون ہوسکتی ہے اب ان کی زندگی کا معائنہ فرمایئے کہ اس عزت اور اقتدار کے ہوتے ہوئے کہ آج تک چھوٹے سے چھوٹے مسلمان سے لیکر بڑے سے بڑے مسلمان بادشاہ تک کا ایمان ہے کہ روزان کی تسبیح پڑھیں۔ ان کا طریقۂ زندگی۔ ان کا بیشمار فدایان سے سلوک۔ ان کا اپنے غلاموں سے سلوک کیا تھا۔ آپ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔ اس کے برعکس آج کل کے فرمانرواؤں کا طرز عمل ملاحظہ کیجئے۔ اسلامی احکامات کیا ہیں اور طرز عمل کیا ہے۔

عزت اور غرور اسلامی تعلیم میں دو متضاد چیزیں ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ دونوں کبھی یکجا

نہیں چل سکتیں لیکن آج کل ان کے برخلاف عزت کو بلا غرور پانا قریب قریب محال ہے۔ آپ ہی بتائیے کہ اگر آج کسی فرمانروا کے دسترخوان یا ڈائننگ ٹیبل پر کوئی خادم بیٹھ جائے تو کیا ہو۔ اس پر آسمان ٹوٹ پڑے۔ عتاب کی یہ انتہا ہو کہ دنیا اس کے لئے دوزخ کا نمونہ کر دی جائے۔ روزانہ خدام اپنے فرمانرواؤں کے بلا ضرورت۔ صرف آرام اور تفریح کے لئے۔ اپنی نیندیں قربان کر کے اپنا آرام قربان کر کے پاؤں دباتے ہیں۔ اب بتائیے کہ کیا کوئی ایسی بھی مثال مل سکتی ہے کہ کسی فرمانروا اور بادشاہ نے۔ بلا ضرورت تو درکنار کبھی بیماری اور تکلیف میں بھی گھنٹہ آدھ گھنٹہ بیٹھ کر اپنے کسی خدمتگار کا سر یا پاؤں دبایا ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ طرز عمل تھا۔ ہمارے خلفائے راشدین کا تو یہ طرز عمل تھا۔ اور قصہ مختصر ہمارے خدا کا تو یہ حکم ہے۔ پھر غور کیجئے کہ یہ باعزت لوگ یہ با اقتدار لوگ۔ یہ کیوں نہیں کرتے؟ سوائے اس کے کوئی جواب نہیں کہ فرعونیت ہے۔ غرور ہے۔ وتعز من تشاء و تذل من تشاء کو بھولے ہوئے ہیں۔ عذاب خدا سے ڈرتے نہیں۔ اُن کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں مگر انہیں دکھتا نہیں۔ حضرت عمرؓ کی مشہور روایت ہے۔ کہ جب بیت المقدس فتح ہوئی اور آپ فتح کے بعد داخل ہونیکے لئے تشریف لائے تو ایک اونٹ سواری کا تھا اور ایک غلام ساتھ تھا۔ دس میل خود سوار ہوتے تھے اور ادر غلام نکیل پکڑتا تھا۔ اس کے بعد دس میل غلام کو سوار کرتے تھے اور خود نکیل پکڑ کر چلتے تھے۔ جس وقت بیت المقدس پہنچے تو آپ کی باری پیدل چلنے کی تھی۔ غلام نے ہزار اسرار کیا لیکن نہیں مانتے۔ اب خیال کیجئے کہ لاکھوں آدمی امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین ایک دو ہزار کی فوج کا نہیں بلکہ لاکھوں اسلامی فاتح فوج کے کمانڈر انچیف کی آمد کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور جب وہ شہر میں داخل ہوتا ہے تو غلام اونٹ پر سوار ہے۔ اور اسلامی بادشاہ۔ اسلامی خلیفہ۔ اسلامی کمانڈر انچیف اونٹ کی نکیل پکڑے پیدل ہے۔ یہ ہے اسلامی شان۔ آجکل جو کام خدام کرتے ہیں وہ رئیس کے لئے انتہائی ذلیل ترین بات تصور کی جاتی ہے۔ اور وہ اسلئے کہ ہم بھول گئے ہیں کہ ہماری عزت، ہمارا اقتدار خدا کا بخشا ہوا ہے۔ بلکہ اسکو اپنا ورثہ سمجھے بیٹھے ہیں۔

مکتوبات

لکسر جنکشن۔ ای۔ آئی ریلوے۔

جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب۔ ایڈیٹر اسلامک ریویو۔ لاہور۔

میں اسلامک ریویو کا مستقل خریدار ہوں اور ایک پُرجوش مسلمان ہوں جسے اسلامی عقائد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر پورا یقین ہے۔ اسی وجہ سے میں مندرجہ ذیل معاملہ میں آپ کی مدد کا خواہشمند ہوں۔

(۱) میرے متعدد غیر مسلم دوست مجھ سے دریافت کرتے رہتے ہیں کہ اسلامی کیلنڈر کا بنیاد نظام قمری پر کیوں ہے۔ جبکہ یہ طریقہ مسلمہ طور پر غلط ثابت ہو چکا ہے۔ دوسرے مذاہب کے کیلنڈروں کی بنیاد نظام شمسی پر ہے اور دنیا کی تمام متمدن اقوام اسی طریقہ کو بہترین تصور کرتی ہیں۔

(۲) اسلامی نظریہ مساوات روس کے کارل مارکس کی سوشل تھیوری سے کس لحاظ سے برتر ہے؟

میں اس امر کو بیان کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتا کہ ان سوالات کے جوابات میں ان حضرات کو تسلی بخش جواب نہیں دے سکا۔ آپ ازراہ نوازش ان سوالات کے تفصیلی جوابات ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ آپ کا بھائی۔ سید ابوالقاسم

ملیریا انسپکٹر۔ ای۔ آئی۔ ریلوے۔ لکسر

جواب

اوقات کے تعین کے سلسلہ میں مسلمانوں نے کبھی نظام شمسی کے طریقہ کی مخالفت نہیں کی بلکہ صوم وصلوٰۃ کے اوقات بھی اسی طریقہ کے مطابق مقرر ہیں۔ روزہ طلوع آفتاب سے شروع ہوتا اور غروب آفتاب پر افطار کیا جاتا ہے۔ اکبری کیلنڈر جو دورِ حاضرہ میں بھی مستعمل ہے اس کی بنیاد بھی اسی طریقہ پر استوار کی گئی تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے اپنے سال کی بنیاد بجائے نظامِ شمسی کے نظامِ قمری پر کیوں رکھی۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے چند ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

طلوع اسلام سے قبل جسقدر مذاہب اس ربع مسکون پر آباد تھے ۔ سب کے سب سورج پرستی کے قائل تھے ۔ اور مسیحیت بھی سورج پرستی کے طریقہ عبادت میں بری طرح مبتلا ہو چکی تھی ۔ اگر آپ اس سلسلہ کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو الحاج خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی "سورسز آف کرسچینٹی"* کا مطالعہ بنظر غائر کرنا چاہیئے ۔

چونکہ آفتاب ہر ذی روح جسم کی زندگی، صحت، طاقت اور فطرت پر اس قدر اثر انداز ہوتا ہے کہ بعض اوقات یہی تصور کیا جاتا ہے کہ بنی نوع انسان کی زندگی کا انحصار بھی آفتاب کی سنہری اور روپہلی کرنوں کے دلکش چمک میں ہی مضمر ہیں ۔ لہذا ہر بنی نوع انسان کا دل اُسے سجدہ کرنے کو چاہتا ہے ۔ تاریخ عالم کا یہ باب اسلام کے زیرک دماغ سے فراموش نہ تھا، اسے معلوم تھا کہ عہد عتیق کی اقوام آفتاب کے بنانے والے کی پرستش کو چھوڑ کر آفتاب پرستی میں مبتلا ہو گئیں تھیں، اسلئے اسلام نے اس تخیل کو انسان کے دماغ سے نقش غلط کی طرح مٹانے کی کوشش کی کہ آفتاب انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ایک نمایاں پارٹ ادا کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ اس کی عبادت وریاضت کے علاوہ دیگر شعبات میں بھی ہر جگہ مسلّط ہے ۔ انہی وجوہات کی بناء پر طلوع آفتاب نصف النہار اور غروب آفتاب پر عبادت کو ممنوع قرار دیا گیا اور نمازوں کے اوقات سورج نکلنے سے قبل ۔ ڈھلنے اور غروب ہونے کے بعد مقرر کئے گئے ۔ اور تہواروں کے دنوں کو بھی سورج کے خاص دنوں سے متعلق نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کا ہر تہوار عیدین ۔ شب برات، معراج شریف وغیرہ تمام نظام شمسی سے متعلق ہیں ۔

نظام قمری پر اسلامی کیلنڈر کی بنیاد رکھنے کی وجہ سے ماہ رمضان کے روزے ہمیشہ کسی مخصوص موسم میں نہیں وارد ہوتے، بلکہ ہر موسم، بہار، خزاں، گرمی، سردی، اور برسات کے موسموں میں تبدیل ہوتے ہوئے آتے ہیں ۔ پس قمری نظام کیلنڈر کو اختیار کرنے سے اسلام کا مدعا ظاہر ہے کہ اس کے معتقدین کسی خاص موسم سے اکتا کر ماہ صیام کو کسی دوسرے موسم میں تبدیل کرنے کی خواہش نہ کریں ۔ اور اس طرح آئے دن یہ سلسلہ ہی شروع نہ ہو جائے پھر اس کے علاوہ ماہ صیام کے متعلق جو اسلام کا بین الممالکی نظریہ ہے وہ بھی حل نہیں

*اردو ترجمہ ینابیع المسیحیت قیمت ۱۲ر

ہو سکتا۔ کیونکہ ماہ صیام اگر خاص موسم میں ہی مختص کر دیا جائے تو دنیا کے جغرافیائی حالات مختلف ہونے کی وجہ سے اسلام کی عالمگیریت میں فرق آجاتا ہے۔ پس اس قمری نظام کیلنڈر کو اختیار کرنے میں اسلام کا ایک گہرا راز مضمر ہے۔ بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی نسبت چاند دنیاوی حالات پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ سمندر میں مدوجزر اور طبقۂ اناث میں طبعی ماہواری تبدیلی اس امر کی شاہد و آئینہ دار ہے اور اہل ہنود بھی باوجود نظام شمسی پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے ان شواہد کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنی بعض مذہبی رسوم میں چاند کی گیارہویں، چودھویں، انتیسویں تاریخوں کا نہایت ہی احترام کرتے ہیں۔ اور مسیحی ایسٹر کی تقویم بھی نظام شمسی اور نظام قمری کی مشترکہ تقویم پر منحصر ہے۔ اس سے بھی یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی راز ضرور اس میں مضمر ہے۔

حقیقت میں سورج بنی نوع انسان کی زندگی کے طبعی حالات پر عام حالات سے اثر انداز ہوتا ہے، لیکن چاند کے اثرات انسانی زندگی پر عمیق ترین ہوتے ہیں۔ اور پھر جب اسلامی کیلنڈر کی بنیاد تو خدا تعالیٰ کے الہامی الفاظ کے ماتحت رکھی گئی ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ علیم و خبیر خدا اسلامی کیلنڈر کی بنیاد رکھتے ہوئے چاند کی ان کروی حرکات کو نظر انداز کر دیتا جو انسانی زندگی کے طبعی پہلوؤں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

۲۔ کارل مارکس آف روس کے نظریہ نظام سماج سے اسلامی سماجی نظام کی برتری

اگر ہم کارل مارکس کے سماجی نظریہ کو پیش نظر رکھیں تو فطرت انسانی اس قابل نہیں کہ اسکے سپرد کوئی پرائیویٹ جائداد کی جائے۔ یا بالفاظ دیگر اگر آپ کسی آدمی کے سپرد کوئی جائداد کر دیں اور اسے اجازت دے دیں کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہے اس کا استعمال کرے تو وہ یقینی طور پر خود غرض، بددیانت اور سنگدل ہو جائے گا۔ اور وہ دیگر لوگوں کی بے خبری اور کمزوری سے فائدہ اٹھائے گا۔ اور دوسروں کے مال و دولت پر گل چھرے اڑا کر موٹا ہو جائے گا۔ پس انہی خطرات کے پیش نظر سرفرازی نفس کی جڑ ول کو اکھاڑنے کے لئے اس سماجی نظام کا آغاز کیا گیا ہے اور انسان پر ہر ایک ذریعہ سے حاصل کردہ دولت کی ملکیت کے حصول کے دروازہ کو بند کر کے یہ اصول وضع کیا گیا ہے

کہ تمام دولت کی مالک حکومت ہو اور ہر ایک قسم کی جائداد پر سلطنت کا تسلط اور قبضہ ہو۔

کارل مارکس کا یہ خیال تو یقیناً قابل ستائش ہے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر ہر ایک انسان میں مختلف قسم کے کام کرنے کی صلاحیتیں اور جو اہر پنہاں ہیں وہ کس طرح ہویدا ہو سکتے ہیں جبکہ اسے کام کی کمی یا بیشی کے ساتھ کوئی دلچسپی ہی نہ ہو۔ اسے تو خوراک اور لباس۔ رہائش اور معاشرت کے سلسلے میں اتنی ہی سہولتیں مہیا کی جائیں گی جتنی کہ دوسرے کسی مرد یا عورت کو ہوں گی جو اس سے کم استعداد رکھتے ہیں۔ ایک انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ فلاں انسان سے مجھ میں کام کرنے کی زیادہ استعداد ہے اور وہ زیادہ دولت اور جائداد پیدا کر سکتا ہے لیکن چونکہ اسے یکساں معاوضے کی توقع ہے۔ بدیں وجہ اسکی خفتہ صلاحیتیں بیدار نہیں ہو سکتیں۔ اسکی استعداد علمی و ہنری زنگ آلودہ ہو جائیگی اور اس سے بہتر نتائج پیدا ہونیکی کبھی توقع نہیں ہو سکے گی۔ کارل مارکس کی تھیوری کے گرویدہ حضرات یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر انسان کو بجائے اپنے دیگر لوگوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے، اور پوری استعداد، ہمت، گرمجوشی، دیانت اور ذہانت سے کام کرنا چاہیئے۔ لیکن اس فریب خوردہ اور نفس پرست دنیا میں کتنے ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کیلئے محنت کرکے اس بلند پایہ قربانی اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کرنیوالے ہوں۔ ممکن ہے چند ایسے افراد نکل بھی آئیں لیکن انکی تعداد بہت ہی محدود ہوگی۔ اور انکا شمار آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں کیا جائیگا۔ دنیا کا ہر ایک انسان اسقدر وسیع القلب، نیک سرشت اور دیانتدار نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک کے پیش نظر ہمیشہ ذاتی اغراض ہوتی ہیں اور انہیں کی تحریص اسے ہر محنت و کام کرنے پر مستعد کرتی ہے۔ اگر ایک انسان اپنی ذاتی جائداد بنانا چاہتا ہے اور آپ اس کے سدّ راہ ہوں اور اسکے حصول کے واسطے اسکے لئے طرح طرح کی دقتیں پیدا کریں۔ تو وہ اپنی استعداد علمی و ہنری سے ان تمام مشکلات سے آزاد ہو کر اس جائداد کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

درحقیقت ایک نیک سرشت اور دیانتدار آدمی بہت بڑی دولت اور جائداد کے ہوتے ہوئے بھی نیک۔ صالح۔ دیانت دار اور فیاض رہ سکتا ہے۔ لیکن برعکس اس کے ایک خود غرض۔ حریص اور لالچی انسان روس کے اشتراکیت کے نظام کے ماتحت بھی ہمیشہ خود غرض اور لالچی رہے گا پس مجبوراً ٹھونسا ہوا اشتراکی سماجی نظام فطرت انسانی سے جفا کشی۔ محنت، ایسے خوابیدہ جواہر کو بیدار کرنے والی طاقتوں کو ضائع کر دے گا۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ تمام قوم کے دلوں، دماغوں سے ایسے قیمتی جواہر

مفقود ہو جائیں گے اور قوم آخر کار تباہی کی طرف گامزن ہو جائے گی۔

کارل مارکس کے نظریۂ سوشلزم کے معتقد حضرات انسانی فطرت اور جذبات کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ فطرت انسانی میں بنیادی طور پر کوئی برائی نہیں ہوتی۔ بلکہ بنی نوع انسان کے دل میں تمام خواہشات، مثلاً غصہ، لالچ، حسد وغیرہ ابتداً فطرت سلیم میں خام حالت میں ہوتی ہیں۔ اگر انہیں صحیح طریقہ پر تربیت دی جائے تو وہ بلیغ و شریف صورت میں نشو و نما پا کر پروان چڑھتی ہیں۔ اور ان میں شرافت۔ دیانت۔ امانت اور فیاضی کا ظہور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر غصہ کو قابو میں رکھکر استعمال کیا جائے تو وہ کسی صورت میں حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتا۔ اسی طرح نفسی محبت یعنی خود غرضی کو بھی صحیح طریقہ پر تربیت دی جائے تو وہ اپنی قسم کی ایک انوکھی اور شاندار نفسی محبت ہوگی جس کا اخلاقی معیار بہت بلند ہوگا اور وہ کسی طرح دوسروں کے لئے مضرت رساں ثابت نہ ہوگی۔ اور یہی نظریہ اسلامی اصول سوشلزم کے مدنظر ہے کہ کسی کے جذبات اور خواہشات کو مجروح نہ کیا جائے بلکہ ان کی صحیح طریقہ پر تربیت کی جائے اور انہیں بڑھنے اور پھلنے اور پھولنے کا موقعہ دیا جائے۔

اسلام یہ تسلیم نہیں کرتا کہ کسی شخص کی طبیعی حرکات کو مٹا کر اسی میں بزعم خود اچھی خواہشات پیدا کی جائیں۔ بلکہ اسلام تو چاہتا ہے کہ بنی نوع انسان کے دل سے طبیعی طور پر اٹھنے والی تحریکات کو ان کے قدرتی ماحول میں پنپنے کا موقعہ دیا جائے تاکہ ہر انسانی دل کی جو نیک خواہشات ہوں وہ نیکی کی طرف جادہ پیما ہوں، اور مفید خلائق نتائج پیدا کر سکیں۔

انسانی دل کی طبعی تحریکات میں حصول دولت و جائداد ایسی خواہشات ہیں جنکو اسلام نے بجائے بالکل ختم کرنے کے صحیح راستہ پر ڈال دیا ہے اور وہ آہستہ آہستہ ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے بام عروج کی طرف گامزن ہوتی ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ وہی شخص اس صورت میں ارتقائی منازل پر پہنچ سکتا ہے جو حقیقی معنوں میں قربانی کا مادہ اپنے دل میں رکھتا ہو اور اپنے سود و زیاں کا بھی اسے احساس ہو۔ وہ شخص جو اپنے لئے محنت نہیں کر سکتا وہ دوسروں کے لئے کس طرح زحمت گوارا کر سکتا ہے۔ دوسروں کا خیال رکھنے کی عادت ہمیشہ اپنا خیال رکھنے سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ جو خود کمانا نہیں جانتا وہ دوسروں کو کما کر کیا دے گا۔

جو خود نہیں محنت کرنا چاہتا وہ دوسروں کے لئے کب محنت کرے گا۔

پس اسلام نے پرائیویٹ جائداد رکھنے کی اسی لئے اجازت دی ہے کہ انسان میں کام کرنے کی جو صلاحیتیں ہیں وہ بروئے کار آئیں اور انفرادیت کے مخفی جوہر منصۂ شہود پر نمودار ہو کر عوام و خواص کے لئے مفید ثابت ہو سکیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ فہیم و دانا انسان کے دل میں سب سے بڑی دو خواہشات ہوتی ہیں ایک تو وہ اپنی محنت کے ثمرات پر پورا تسلط رکھنا چاہتا ہے اور دوسری یہ کہ وہ اس میں سے اپنی اولاد کیلئے کچھ پس انداز کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ انسانی دل و دماغ کی یہ خواہشات دیوانہ وار اس پر سوار ہوتی ہیں اور بعض اوقات کئی قسم کی ہنگامی صورتیں بھی پیدا کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے انسان دولت کو جمع کرنے کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ گو اسلام ان خواہشات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن پھر بھی انہیں حد سے بڑھنے نہیں دیتا ہے، وہ انفرادی طور پر ہر ایک آدمی کو اپنی ذاتی جائداد بنانے کی اجازت دیتا ہے مگر وہ بھی جائز تجارت اور سوداگری سے۔ اس کے علاوہ اسلام میں اجارہ داری پر بھی خاص پابندیاں عائد ہیں۔ اور محنت کئے بغیر حاصل کی ہوئی تمام قسم کی دولت کو جائز نہیں سمجھتا۔

درحقیقت اسلام نے محنت کر کے رزق حاصل کرنے کیلئے اس قدر سخت قوانین بنا دئے ہیں۔ جن کی وجہ سے یہ مذہب نہایت پاکیزہ اور ہر دلعزیز معلوم ہوتا ہے۔ اسلام نے سود حاصل کرنے کو بھی سختی سے منع کیا ہے۔ ان احکام کے علاوہ جب انسان اپنی محنت شاقہ سے کمایا ہوا روپیہ جمع کر لیتا ہے تو اس کے مصرف کے لئے بھی اسلام نے نہایت واضح الفاظ میں ہدایات فرما دی ہیں۔

اسلامی شریعت کے مطابق ہر دولت مند آدمی کو ہر سال کے آخر پر اپنی دولت کا چالیسواں حصہ لازمی طور پر علیحدہ کرنا چاہیئے، اس علیحدہ شدہ حصہ کو زکوٰۃ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جس کے حقیقی معنی پاک اور منزہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ یعنی رقم کے چالیسویں حصہ کے علیحدہ کر دینے سے باقی رقم پاکیزہ و منزہ ہو جاتی ہے۔ اس زکوٰۃ کا

مقصد یہ ہے کہ وہ دولت یا جائداد جس میں غربا کے حق کو نکالا نہیں جائے گا وہ ناپاک ہوگی۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ امراء یعنی زکوٰۃ دینے والوں اور غربا یعنی زکوٰۃ لینے والوں کے دلوں کو مطمئن کرتی ہے۔ گویا کہ امراء زکوٰۃ کی رقم کو نکال کر یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی دولت میں سے غرباء کا حصہ نکال دیا۔ لہذا اب ہماری دولت محفوظ ہے۔ اور وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اس طرح غربا کی ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اور وہ امراء کو حسد کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور اپنی جگہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اس زکوٰۃ کے متعلق قرآن کریم صاف اور کھلے ہوئے الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ زکوٰۃ خیرات نہیں بلکہ یہ ایک فرض ہے جو امراء پر عائد کیا جاتا ہے، تاکہ وہ غرباء کی اعانت کریں۔ اس مقصد کے لئے جو عربی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ "حق" ہے۔ جس کی تشریح کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

زکوٰۃ تو امراء کی دولت پر کم از کم مطالبہ ہے۔ اس لازمی زکوٰۃ کو ادا کرنے کے بعد پھر وہ اپنی مرضی اور خواہش سے جس قدر چاہیں خیرات کر سکتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اس خیرات کے فعل کو بہت ہی پسند فرماتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر کوئی شخص زیادہ خیرات کرے گا اس قدر وہ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرے گا۔ زندگی کے آخری ایام میں ایک فیاض۔ سخی اور خیرات کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ ذیل کا فرمان دیتا ہے:۔

كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك
خيرا الوصية (۲:۱۸۰)

"جب موت کا وقت تم میں سے کسی کے قریب ہو۔ تو جائداد و متروکہ کے لئے تمہارے واسطے احکام ہیں"۔

پس ہر ایک سچے مسلمان کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ اپنی متروکہ جائداد میں سے خیراتی کاموں کے لئے کچھ دے۔ اور اس کے بعد باقی رقم کو اپنی زندگی کے بعد اپنے جائز ورثاء میں تقسیم کرنے کی وصیت کرے۔ اسلام" کے قانون وراثت کو اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ کسی شخص کی کتنی بڑی جائداد ہی کیوں نہ ہو وہ اس کی تیسری پشت میں پہنچکر منتشر ہو جاتی ہے۔ اور ہر ایک وارث کی وفات کے بعد وہ اس کے باقی متعلقین

میں تقسیم ہوتی جاتی ہے۔

پس ان اصولوں کو وضع کر کے اسلام نے انفرادی طور پر ہر ایک انسان کو اپنی قابلیت اور فہم و ادراک سے دولت پیدا کرنے کے لئے پورے پورے مواقع عطا کئے ہیں۔ لیکن چونکہ اس دولت کے خرچ اور تقسیم کے متعلق سماجی نظام کو بہتر بنانے کے لئے قوانین وضع کر دئے ہیں۔ اسلئے کمانے والے کے حقوق دولت کو کمانے کے بعد اسلامی نقطہ نظر سے برائے نام رہ جاتے ہیں۔ مگر اسے محسوس تک نہیں ہوتا۔ اور بغیر کسی اضطراب اور بے چینی کے خدا تعالےٰ کی رضاء کو مدنظر رکھتے ہوئے تقسیم کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

پس اسلامی سماجی نظام اور سویٹ روس کے سماجی نظام کی مثال اس تجربہ کار ڈاکٹر جیسی ہے جو انسانی جسم کے تمام حالات کو سائنٹیفک طریقہ سے جانتے ہوئے اور ادویات کی خاصیتوں سے بھی واقفیت رکھتے ہوئے مریض کو دوائی دیتا ہے اور دوسرا محض شیخی اور لاف زنی ہی کی وجہ سے ہی بڑے بڑے مہلک کیسوں کو ہاتھ میں لے لیتا ہے اور جلدی میں بہت سے خطرات میں بغیر سوچے سمجھے دوائی تجویز کرتا ہے۔ اسلام کے ڈاکٹر نے مریض کی حالت اور ادویات کی طاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے مریض کے لئے دوائی تجویز کی ہے سویٹ روس کے ڈاکٹر نے محض مریض کی بے چینی سے ہی متاثر ہو کر دوائی تجویز کر دی ہے۔ یا بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان اپنی بیہودگی اور خود نمائی سے اُس خدائے بزرگ و برتر کے قوانین سماجی کو چیلنج کرتا ہے، جو کہ صحیح طور پر فطرت انسانی کی عمیق ترین گہرائیوں، ضروریات اور خواہشات کو خوب جانتا ہے اور ان کے مطابق قوانین بناتا ہے۔

پس اسلامی نظام سماج یقیناً روسی نظام سماج سے برتر و اعلےٰ ہے جس میں انسانی زندگی کی تمام ضروریات کو مدنظر رکھکر اور طبعی خواہشات کا بھی پورا پورا احترام کر کے سماجی لائحہ عمل وضع کیا گیا ہے ؛؛

بعثتِ عظمیٰ

{از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مغفور}

غارِ حرا میں نبوت کی چادر آنحضرت صلعم کے دوش مبارک پر ڈالی گئی، اور آپؐ کی نبوت کے بعد پہلی وحی ان الفاظ میں نازل ہوئی "اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس انسان کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ پڑھ۔ تیرا خدا بہت عزت والا ہے جس نے لکھنا سکھایا قلم سے۔ اور سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔ نہیں، واقعی انسان بہت سرکش ہے،" (قرآن مجید ۹۵: ۱ تا ۱۶)

یہ وحی ذاتی یا قومی میلان طبع سے قطعاً مبرا ہے۔ اور با ایں ہمہ عظیم الشان اور پُر جلال ہے۔ گویا انسانی بہبودی کے لئے بشارتِ عظیمہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے موسےٰ سے کوہ سینا پر کلام فرمایا تھا، جبکہ انہیں بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دینے کیلئے معین کیا گیا تھا۔ اور موسیٰؑ کی نبوت کی غایت بھی یہی امر تھا۔ اس کے علاوہ ان کا فرض یہ تھا۔ کہ بنی اسرائیل کو حکمران اور فاتح قوم بنا دیں، لیکن اس مقصد میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ فی الجملہ آپؑ کی نبوت مختص بالقوم تھی۔ ان کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ نبوت آیا اور روح قدس آسمان سے فاختہ کی شکل میں ان پر نازل ہوئی۔ ان کا پیغام یہ تھا کہ ابن آدم، ابن اللہ ہے، جس سے اُس کا باپ بالکل راضی ہے۔ ابتدا سے نبوت میں جو پیغامات، موسےٰ اور عیسےٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کی طرف سے موصول ہوئے۔ ان پر میں سردست کوئی تفصیلی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ اس قدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ اول الذکر کی تبلیغ رسالت، صدہا اقوام میں سے ایک برگزیدہ قوم سے مختص تھی، اور ثانی الذکر نے ایک خاص شخصیت کی ذاتی رفعت کا تذکرہ کیا۔ اور اس کا مقصد واحد جیسا کہ جناب مسیح نے خود بیان کیا، گمشدہ اسرائیلی اقوام کو راہ راست پر لانا تھا۔

لیکن آنحضرت صلعم کی رسالت بالکل جداگانہ نوعیت رکھتی ہے، وہ انفرادی یا قومی مفاد سے قطعاً بالاتر ہے۔ اس میں انسان کا ذکر بلحاظ نوع کیا گیا ہے، اس میں وہ ارفع ترین مقصد، جو انسان کے لئے ممکن الحصول ہے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں۔ اس وحی میں فن نوشت وخواند کا ذکر کیا گیا ہے، جو بذریعہ قلم حاصل ہوتا ہے۔ اور ان علوم کی تحصیل کی طرف اشارہ کیا ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانۂ مبارکہ میں غیر معلوم تھے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے، "سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا"۔ پس یہ پیغام ایک عالمگیر شان رکھتا ہے۔ اور کل بنی نوع آدم پر حاوی ہے۔

نبی کریم صلعم کی بعثت کے وقت دنیا کے حالات ایک عالمگیر پیغام کے متقاضی تھے، حضرت عیسیٰؑ وحضرت موسیٰؑ وغیرہم کی ایام بعثت میں اس قسم کے حالات موجود ہی نہ تھے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے بشپ آف لندن کے اس قول کا مطلب ہماری سمجھ سے یقیناً باہر ہے۔ کہ خدائے قدیر عین وقت ضرورت پر یسوع کی شکل میں ظاہر ہوا، اگر بشپ مذکور اب سے دو ہزار سال پہلے کے حالات سے صحیح طور پر باخبر ہوتا تو شاید اسے خود بھی اپنا یہ قول مہمل ہی معلوم ہوتا۔ اگر یسوع انسانوں کو گناہ اور اس کے عواقب سے نجات دینے کے لئے آیا تھا تو سوال یہ ہے کہ اس وقت کے بجائے وہ چھ صدی بعد کیوں نہ آیا جبکہ بدکاری اور گناہ دونوں اپنے انتہائی عروج کو پہنچے ہوئے تھے، کیونکہ نبی کریم صلعم کی بعثت کے وقت . . . . ، عین یہی حالت تھی تو دنیا کی نجات دہندہ کی آمد کے لئے اگر کوئی مناسب وقت تھا تو وہ تھا۔ لیکن اگر یسوع کی آمد کا مقصد وہی قرار دیا جائے جو عام طور پر مشہور ہے تو پھر تو مذاہب باطنیات اس سے بہت پہلے اس مقصد کے حامل موجود تھے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسیحؑ نے آ کر اسی داستانِ پارینہ کو دہرایا۔ اس کی آمد کے وقت ایران، چین اور ہند میں بانیان مذاہب کے زیر اثر تھے۔ یعنے زرتشت، کنفوشش اور بدھ، آخر الذکر کا زمانہ یسوع سے پانچ صدی قبل تھا۔ ہاں اگر کسی مصلح کی ضرورت تھی تو ملک شام میں، اور کسی ملک میں مطلق نہ تھی۔ قطع نظر امور دیگرہ کے خود یہ تین پیغام قابلِ غور ہیں جو ان تینوں انبیاء کو دیئے گئے

اس کے بعد انسان خود ہی آنحضرت صلعم کی علو مرتبت کا معترف ہو جاتا ہے، جہانتک دنیا کے کون وفساد کا تعلق ہے اس میں فطرت کا بہترین کارنامہ حضرت انسان کو قرار دیا جا سکتا ہے، نشوونمائے طبعی، جسم انسانی میں آکر اپنے منتہائے کمال کو پہنچتی ہے۔ اور جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے:۔ یہ سب کچھ ایک خون کی پھٹک سے بنتا ہے۔ وہ خدا جس نے انسان کو ایک خون کی پھٹک سے بنایا ہے، اب اسکو روحانی، اخلاقی اور ذہنی بلندی پر پہنچانا چاہتا ہے۔ نسل انسان کو محمدؐ کی معرفت اس اپنے ارادے سے مطلع کرتا ہے۔ اور پہلی ہی وحی میں اس بلندی کے حصول کا طریقہ سمجھا دیتا ہے۔ یہ پیغام "رب" کی طرف سے آیا ہے جس کا ترجمہ انگریزی میں غلط طور پر لفظ لارڈ سے کیا جاتا ہے۔ وحی کی اصلی عبارت یوں ہے:۔ "پڑھ اپنے رب کے نام سے الخ" اس میں لفظ رب خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے۔ اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے تقدس مآب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ بنصرہ مفسر و مترجم قرآن مجید نے یہ عبارت سپرد قلم فرمائی ہے۔

عربی لفظ "رب" میں نہ صرف پالنے پوسنے پرورش کرنے اور پروان چڑھانے کے معانی پائے جاتے ہیں۔ بلکہ تدبیر انتظام اور تکمیل کے معانی بھی موجود ہیں۔ یعنی "رب" اس ہستی کا نام ہے جو کسی شئے کو ابتدائی مدارج طے کراتی ہوئی بصورت ارتقاء تکمل کو پہنچائے۔ اور امام راغب کا قول یہ ہے کہ رب کے معنی ہیں پرورش کرنا کسی چیز کا اس طور سے کہ وہ تدریجی طور پر منازل مختلفہ طے کرتی ہوئی نقطہ کمال تک پہنچ جائے۔ پس رب تمام کائنات کا بانی اور صانع ہے۔ جس نے نہ صرف ہر شئے کو ذرائع پرورش عطا کئے ہیں۔ بلکہ ہر شئے کے لئے قبل از وقت ایک میدان عمل تجویز کر دیا ہے۔ اور اس میدان میں ترقی کر کے تکمیل حاصل کر سکنے کے ذرائع بھی مہیا کر دیئے ہیں۔ پس لفظ "رب" انگریزی لفظ "لارڈ" سے کہیں زیادہ وسیع المعانی ہے۔ لیکن افسوس کہ انگریزی میں عربی "رب" کا کوئی صحیح مترادف نہیں مل سکتا۔ اور یہ لفظ "ربّ" لفظ "اب" سے بھی بہتر ہے جو محدود المعنی ہے"

اس توضیح سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ "رب" کے معانی در اصل الارتقاء کے مفہوم کو پوری جامعیت کے ساتھ اپنے اندر لیٹے ہوئے ہیں۔ اسجگہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ

کہ میں قرآن کے الفاظ کو جدید خیالات کا جامہ پہنا رہا ہوں۔ میں تو مذہبی معاملات میں لفظی بحث کو بیحد لپسند کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں امام راغب نے لفظ "رب" کا یہ مطلب آج سے صدیوں پہلے بیان کیا ہے۔ اور اس ضمن میں انھوں نے عرب اُدباء قبل از اسلام سے استشہاد بھی کیا ہے اور وہ اس زمانہ میں رہتے تھے جبکہ "ارتقاء" کے لفظ سے کوئی شخص آشنا بھی نہ تھا۔ اس کے علاوہ اس لفظ کے معانی بھی جو لین کی عربی لغت سے لئے گئے ہیں، "ارتقا" ہی کے مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں۔

پس خدا کے پاس سے یہ پیغام بندوں کے نام آتا ہے۔ کہ وہ ربّ جس نے انسان کی روحانی ترقیات کے لئے مختلف ارتقائی منازل مقرر کر رکھے ہیں، اب اپنے بندوں کو ان منازل کے طے کرنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ کہاں یہ پیغام جو کُل نسل انسانی کو کمال حقیقی پر پہنچانے کا اشارہ کر رہا ہے۔ اور کہاں وہ پیغام جس میں ایک تو مختص القوم اور جس کی غرض بھی دنیوی تعزز اور دوسرے کی انفرادی تعزز۔

قرآن مجید کی ابتدائی آیات میں اللہ کی صفت "ربّ العالمین" بیان کی گئی ہے یعنی مختلف جہانوں یا عالموں کا پیدا کرنے والا، پالنے والا اور انہیں ارتقائی منازل طے کرانیوالا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں ارتقاء کا عمل ہر لحظہ جاری ہے۔ اور قرآن مجید اسی خالق ارتقاء کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ تاکہ انسان کو منازل ارتقائی طے کرانے میں مدد دے۔ یہ مسئلہ ان لوگوں کو شاید عجیب معلوم ہو جو کلیسائی عقائد میں گرفتار ہیں۔ لیکن اہل قرآن کے لئے عجب نہیں وہ حیات بخش صداقت جس کا بقول پروفیسر بیکر ایک نامکمل اظہار لفظ "ارتقاء" ہے تیرہ صدی پہلے دنیا میں قائم ہو چکی تھی۔ جب کہ قرآن نے لفظ "رب" کو اللہ کی صفت قرار دیا۔ پس اصلی بشارت جس کی تاریخ اخلاقیات اور جس کی فلاسفی کی حقیقت ارتقاء کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے" قرآن کی شکل میں آئی۔

آج فنڈے منٹلسٹ ارتقاپسندوں سے برسرپیکار ہیں۔ لیکن ڈارون کے عقائد سے قطع تعلق کرتے ہوئے ارتقاء کا یہ اصول کہ جمیع اشیاء میں موافق حالات کے

ماتحت ترقی کی قابلیت موجود ہے۔ تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لفظ ارتقاء سے اس حقیقت کا اصلی مفہوم ظاہر نہیں ہوتا۔ قرآن اس کیلئے لفظ فلاح کا استعمال کرتا ہے، جس کے معنی ہیں کُرید کر پوشیدہ چیز کو نکالنا یا ظاہر کرنا یعنی مخفی قوتوں کو بروئے کار لانا۔ بفحوائے قرآن جیسا کہ ابتدائی آیات میں بیان ہوا ہے، وحی الٰہی اسلئے نازل ہوئی کہ انسان "فلاح" پائے یعنی خدا کے مقرر کردہ راستہ پر قدم زن ہو۔ اور اس کی مخفی طاقتیں کامل نشوونما پاکر تکمیل حاصل کریں۔

میں نے یہ باتیں جدید خیالات سے متاثر ہو کر نہیں لکھیں۔ برعکس اس کے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس قسم کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

"اور تحقیق ہم نے بنائی ہیں تمہارے اوپر سات راہیں اور ہم نہیں ہیں خلق سے بے خبر اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی ناپ کر پھر اسکو ٹھہرا دیا زمین میں اور ہم اسے اڑا لیجانے پر بھی قادر ہیں پھر اس پانی کے ذریعہ سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے کہ تمہارے لئے ان میں بہت سے میوے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور ہم ہی نے زیتون کا درخت پیدا کیا جو کوہ سینا پر بکثرت ہوتا ہے اور کھانے والوں کے لئے روغن اور سالن کیلئے پیدا ہوتا ہے۔"

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے بنایا۔ پھر ہم نے اسکو حفاظت کی جگہ نطفہ بناکر رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی۔ پھر ہم نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا۔ پھر ہم نے ہی اسے ایک دوسری مخلوق بناکر کھڑا کیا۔ سبحان اللہ خدا ہی بابرکت ہے جو سب بنانے والوں میں بہتر بنانیوالا ہے۔ پھر اس کے بعد تم سب کو مرنا ہے۔ پھر قیامت کے دن اُٹھا کر کھڑے کئے جاؤ گے"

"کامیاب ہوگئے ایمان والے اور وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔ اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے۔ اور وہ جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال سے کہ اُن میں ان پر کچھ الزام

نہیں لیکن جو اسکے علاوہ طلبگار ہوں تو وہی لوگ حدِ شرع سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور اپنی نمازوں کے پابند ہیں۔ یہی لوگ آدم کے اصلی وارث ہیں جو بہشت کی میراث پائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔" (سورہ مومنون ع)

یہ آیات جو قرآن مجید کے تیسویں باب یا سورت کے پہلے رکوع میں وارد ہوئی ہیں۔ انسان کی پیدائش کی ابتدائی حالت اور اس کی حیات ارضی اور حیات بعد الموت کا ذکر کرتی ہیں۔ قرآن میں کئی جگہ پر سات منازل نشو و نما کا مذکور ہے۔ آیات بالا کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ کوئی چیز اوپر سے آتی ہے اور زمین میں قرار پاتی ہے۔ پھر یہ مختلف نباتاتی حالات سے گزرتی ہوئی ارتقائی کیفیت کے ماتحت جو حیات کی شکل اختیار کرتی ہے۔ اس لحاظ سے آیات مذکورہ بالا ان اشیاء (یعنے کھجور، انگور، زیتون اور دیگر ثمرات) کا خاص طور پر ذکر کرتی ہیں۔ جن سے جوہر حیات پیدا ہوتا ہے۔ ان سے ہی نطفہ بنتا ہے۔ جس کے لئے رحم ماؤ میں اور سات ارتقائی منازل ہیں۔ ان کے طے ہونے پر ایک مختلف ذی حیات مخلوق ظہور میں آتی ہے۔ یعنی نفس ناطقہ۔ آگے چل کر یہی نفس ناطقہ اور سات ارتقائی منازل سے گذرتا ہے۔ تاکہ سات عقلی اور اخلاقی صفات کی تکمیل حاصل ہو جائے۔ پھر جب ہم اس نصاب ارضی کی تکمیل کر لیں گے۔ تو بہشت کے اصلی وارث قرار پا جائیں گے۔

بازآمدم برسرِ مطلب، انسان نے وہ تمام خوبیاں جو آج موجود ہیں، علم اور سائنس کے ذریعہ حاصل کیں۔ یہ سائنس ازمنۂ قدیم میں کسی کو معلوم نہ تھا۔ اسی لئے اسکو سائنس جدید کہتے ہیں۔ قرآن مجید بھی یہی کہتا ہے۔ وہ اس علم کا تذکرہ کرتا ہے۔ جو آنحضرت صلعم سے پہلے انسان کو معلوم نہ تھا۔ اور یہ بات کہ سائنس جدید کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی جس میں بعد ازاں ترقی ہوتی رہی۔ اس پیشگوئی کی نہایت زبردست مؤید ہے جو بواسطہ آنحضرت صلعم پہلی وحی کی صورت میں دنیا سے کی گئی تھی۔ بلا شک اسلام سے پہلے بھی دنیا میں نوشت و خواند کا سلسلہ جاری تھا۔ لیکن اس زمانہ میں یہ فن خانقاہوں اور معابد تک ہی محدود تھا۔ عوام الناس اس فن سے خبردار نہ تھے۔ اور خبردار بھی کس طرح ہوتے جبکہ اسلام سے پہلے کاغذ کا

استعمال ہی کسی کو معلوم نہ تھا۔ قدیم زمانہ میں تو جانوروں کے چمڑے، پتھر کی تختیاں، چوڑی ہڈیاں، درختوں کی پتیاں لکھنے میں استعمال ہوتی تھیں۔ اور ظاہر ہے کہ محض ان چیزوں کی بدولت نوشت وخواند میں ترقی نہیں ہوسکتی۔ کاغذ کا استعمال تو مسلمانوں نے شروع کیا۔ اور اس طرح علم وفن کی تحریک ہوئی۔ دراصل، تحصیل علوم استعمال قلم اور کسب فنون جو پہلے معلوم نہ تھے یعنی سائنس جدیدہ یہی تین امور ایسے ہیں جن کی بدولت انسان کو وہ عظمت اور عزت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے وہ آج تمام دنیا میں ممتاز ہے میں اسجگہ اُس پیغام کا اعادہ کرتا ہوں جو نبی کریم صلعم کی معرفت پہلے پہل دنیا کو دیا گیا۔ تاکہ ناظرین فیصلہ کرلیں کہ جو امور میں نے اوپر بیان کئے ہیں۔ ان کا تذکرہ ان آیات میں کیا گیا ہے یا نہیں۔

"اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا؛ اس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا رب بہت عزت والا ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، اور انسان کو وہ علوم سکھائے جو پیشتر اسے معلوم نہ تھے۔ بیشک انسان بہت سرکش واقع ہوا ہے۔"

ممکن ہے۔ کہ ایک شخص اپنے ہادی یا نبی کی تعریف میں دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے لیکن واقعات بہرحال واقعات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے پیغام کی وسعت عمل اور عظمت ذاتی کے سامنے موسٰےؑ اور مسیحؑ کے پیغاموں کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اور واقعات آیندہ نے ان دعاوی کی صداقت آشکارا کردی۔ موسٰےؑ نے واقعی بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلائی۔ اور مسیح نے سچ مچ "ہمارے آسمانی باپ" کا گیت گایا۔ لیکن "ہمارے" کے مصداق اور مومی الیہم صرف بنی اسرائیل تھے۔ انھیں صرف اسی قوم سے تعلق تھا۔ وہ بیت المقدس کے لئے روئے اور اس کی بقاء کیلئے اتنے ہی مشتاق تھے۔ جتنی ایک مرغی اپنے بچوں کی بقاکی۔ آیندہ مبلغین مسیحیت نے اس کے پیغام کا دایرہ اس قدر وسیع کردیا، جس کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آیا ہوگا۔ لیکن اپنی زندگی میں اس نے "موتیوں کو خنازیر کے آگے" کبھی نہ پھینکا اور نہ "بچوں کی روٹی کتوں کے آگے" ڈالی۔ مختصر یہ کہ موسٰیؑ اور مسیحؑ دونوں کا دایرہ عمل محدود تھا۔ لیکن آنحضرت صلعم

کا پیغام کل دنیا کے لئے تھا۔ اور آپؐ نے اپنی تبلیغ کسی قوم سے مختص نہ کی۔ بلکہ ہمیشہ بنی آدم کو خطاب فرمایا۔ علاوہ بریں آپؐ کی بعثت کا مقصد بھی بنی آدم ہی سے مخصوص تھا۔ اگر موسٰی کا کام اپنی قوم کو آزادی دلانا اور مسیح کا کام اسرائیلیوں کو محبت اور حلم کی تلقین کرنا تھا تو آنحضرت صلعم کا کام ایسا تھا جس کے بغیر نہ آزادی مفید ہو سکتی ہے۔ اور نہ محبت و حلم کا کام دے سکتا ہے۔ انسانیت میں ایک چیز ایسی بھی تو ہے، کہ اگر اسکی نشو و نما پورے طور نہ ہو تو انسان دائرہ حیوانیت میں داخل ہو جائے گا۔ اس سے میری مراد عقل و حکمت اور قوتِ استدلال ہے۔ آزادی کا احساس جانوروں میں بھی ہے اور وہ اسکے مشتاق بھی ہوتے ہیں۔ ان میں محبت و حلم کا مادہ بھی موجود ہے۔ لیکن علاوہ ان خصوصیات کے انسان کو وہ چیز بھی عطا کی گئی ہے۔ جو جانوروں میں نہیں پائی جاتی۔ یعنی وہ ایک مخصوص ذہنیت اور شعور ذاتی کا مالک ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے "عقل" کہہ سکتے ہیں۔ نبی کریم صلعم کی بعثت کا مقصد عالیہ، اس حاسہ عقلی کو ترقی دینا تھا۔ کیونکہ انسانی نسل کی عظمت اسی حاسہ پر منحصر ہے۔ اور اس کام کی تکمیل بغیر نوشت و خواند اور تحصیل علوم نہیں ہو سکتی تھی۔ مقام غور ہے کہ نبی کریم صلعم کی پہلی وحی انہیں امور کی طرف کیسے بیّن الفاظ میں اشارہ کرتی ہے۔

لیکن جب تک انسان کو اپنی لیاقت و استعداد اور ایسا ہی کم مائیگی نقائص کا علم نہ ہو تو ترقی اور کامیابی کس طرح حاصل کر سکتا ہے؟ اسے اپنی ترقی کی حدود اور اس کے وسائل کا صحیح علم پہلے سے ہونا چاہیئے۔ اُسے اپنے عیوب پر بھی اطلاع اور ان کو دفع کرنیکے ذرائع سے واقفیت ہونی چاہیئے۔ کیا انسان کو ان دونوں باتوں کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچانے سے کوئی اور بہتر مقصدِ نبوت سمجھ میں آسکتا ہے؟ لیکن اس معاملہ میں کل کے کل قدیمی فلسفے یا تعلیمات ملِ سابقہ، غرضکہ کوئی بات مفید و معاون نہ تھی۔ کیونکہ ان سب نے صرف انسان کی کمزوریوں پر زور دیا کسی نے اس کی استعدادات اور اس کے حصول کی طرف انسان کو متوجہ نہ کیا۔ چنانچہ یورپ میں کلیسا نے گناہ و بدی کو فطرت انسانی کا جزو لاینفک قرار دیا۔ اور زرتشت نے تو انسان کو روح بدی کے ہاتھ میں ایک آلہ تفریح بنا دیا۔ اسی طرح

بدھ کو بھی چاروں طرف برائی اور تکلیف ہی نظر آئی - اور جوان کے نزدیک انسان کی شرشت بد کا نتیجہ تھی - پس ان کے نزدیک انسانی نجات انسان کے نیست ہو جانے سے وابستہ تھی - قدیم برہمنوں کو بھی ایشور کی بنائی ہوئی دنیا میں کوئی خوبی نظر نہیں آئی - انھوں نے دنیا سے قطع تعلق کرنے ہی میں بھلائی سمجھی - مختصر یہ کہ قدیم حکماء اور فلاسفہ نے انسان کے اندر کوئی خیر و خوبی نہ پائی - لیکن آنحضرت صلعم نے دنیا کو ایک نئی بات بتائی - آپ نے انسانی فطرت کا صحیح نقشہ ہمارے سامنے رکھ دیا - اس کے حسن و قبح دونوں سے بھی اطلاع دی - قرآن مجید فرماتا ہے " بیشک ہم نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا ہے - پھر ہم نے اس کو اسفل السافلین میں گرا دیا - مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے وہ انعام ہے جو محدود نہ ہوگا -

انسان درا صل عالم صغیر ہے - اس میں وہ تمام خواص موجود ہیں - جو کائنات میں مختلف صورتوں اور مخلوقات میں پائے جاتے ہیں - وہ بہترین تقویم پر پیدا کیا گیا - لیکن اس میں بدی کی طرف رجحان بھی ہے - اس کی استعداد غیر محدود ہے اور اس کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں ہے لیکن اگر وہ انتہائی بلند پر جا سکتا ہے تو انتہائی پستی میں بھی گر سکتا ہے - یہ سب حقائق اس کی نظروں سے پوشیدہ تھے اور نہ اسے اپنی استعداد کو بروئے کار لانے کا علم تھا - نہ وہ جانتا تھا کہ اس کا قدم کس طرح پھسل جانے سے بچ جائے گا - پس ایک نبی کی ضرورت تھی - جو خدا کی طرف آئے - اور انسان کو نیک و بد سمجھائے - اور میں پھر یہی کہتا ہوں - کہ کوئی شخص کسی نبی کی بعثت کا مقصد اس سے بہتر قرار نہیں دے سکتا - کہ وہ بنی نوع آدم کو ان امور کے متعلق صحیح واقفیت بہم پہنچائے - نبی کریم صلعم کی بعثت کا مقصد بس یہی تھا - اگر موسیٰ عیسیٰ اور دیگر انبیاء کے پیروان مقدس لوگوں کو خدا تعالےٰ کے بھیجے ہوئے نبی تسلیم کر سکتے ہیں تو میری رائے میں آنحضرت صلعم بدرجۂ اولیٰ اس بات کے مستحق ہیں - کہ دنیا آپ کو خدا کا رسول تسلیم کرے *

بنی نوع انسان کا مذہب

رمضان

{ از قلم جناب ربیع الکریم صاحب - ایم - ایس سی }

ماہ صیام کی لطافتوں سے وہی شخص لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ جسے ماہ منیر کی باصرہ افروز اور نظر فریب ضیا پاشیوں میں فضائے دہر کی دلچسپیوں کا مطالعہ کرنے کا موقعہ نصیب ہوا ہو۔ یا بدر کامل کی چاندنی رات۔ مہتاب کے انتہائی نور اور مناظر کے سکوت آفریں انداز میں سازِ بے آواز۔ خاموشی میں بہار کی شیریں راگنیاں۔ حُسنِ خاموش اور خاموش حسن کے نکھار کی بے پایاں وسعتوں میں کھو جانے کا کبھی اتفاق ہوا ہو۔ وہ جانتا اور خوب جانتا ہے کہ مہتاب کی روپہلی شعائیں فضائے دہر پر اپنی طلعت ریزیوں سے سناٹے کے عالم میں اس کی بے ترتیب وسعتوں میں سیمابی شباب کا نکھار کس طرح پیش کرتی ہیں۔

ایک طرف تو چاندنی کی لطیف کرنیں سطحِ ارضی کو نئی نویلی دلہن کی طرح ردائے زریں اوڑھاتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور دلہن اپنے عروسانہ حجاب کے انتہائی جذبات لئے ہوئے مبہوت بنی کسی گہری سوچ میں محو دکھائی دیتی ہے۔ ان مناظر کی لطافت صبیح اور فضاء کی رنگینیوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کشکول نگاہ میں کائنات عالم کا ہر ذرّہ حسن بن کر چمک رہا ہے، یا مناظرِ قدرت کی تمام تر رنگینیاں اور مسرتیں سمٹ سمٹا کر یک جا جمع ہو گئی ہیں اور تمام فضائے دہر اس بھیگی چاندنی کے نور سے مجسم شعریت بنی کسی نئے مضمون کی فکر میں محو معلوم ہوتی ہے۔ یہ مسرت کا دلکش منظر، یہ تبسم کا نشاط آفریں انداز اسلام کی سنہری تعلیم کی خصوصیت کا آئینہ دار ہے۔ ماہ صیام کے ایک پہلو سے سنجیدگی و طہارت نیکی و تقوے اور دوسرے سے مسرت و شادمانی اور فرحت و راحت ہویدا ہوتی ہے۔ ایک

طرف انسان عبادت وریاضت ۔صبر وتحمل ۔ سوچ وبچار اور رحم وکرم کے جذبات کی فراوانی میں بہا چلا جاتا ہے، تو دوسری طرف سکون قلب اور حقیقی مسرت کے آفتاب کی ضیا پاشیاں اس کے نہاں خانۂ دل کی تاریکیوں کو ہمیشہ کے لئے منور کرتی چلی جاتی ہیں۔ وہ کونسی خوشی اور وہ کیسی راحت ہے جس کی آرزو اور تمنا میں رمضان کے دنوں میں فرزندانِ توحید اپنے دلوں میں اس قدر انبساط آفریں اور وجد آور جذبات کو موجزن پاتے ہیں ہر مسلمان اسکی آمد کی خوشی میں نغمات وحدت کی لحنِ شیریں کی مستیوں میں کھویا جاتا ہے ۔ ہر ایک کی نگاہِ شوق محوِ تماشا بن جاتی ہے اور اس ماہ کے آخری ایام یعنی جمعۃ الوداع کے دن ہر مسلمان کا دل اس کے اختتام پذیر ہونے پر حسرت وافسوس کے جذبات لئے ہوئے ہوتا ہے اور ہر زبان وحدت پکار پکار کر کہتی ہے ماہِ رمضان تو ہم سے وداع ہے ۔

ماہ رمضان کائنات ارضی وسماوی کے خالق کی شان یکتائی کا آئینہ دار ہے اور رب عزّ وجلّ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے بہترین تحفہ ہے ۔ اور اسی ماہ کے ذریعہ اسکی صفات کریمی اور شان رحیمی کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ سے ایک مسلمان کا دل الطاف وکرم، زہد وتقدس سنجیدگی ومتانت ۔سکون واطمینان ۔جود وکرم، عنایت وبخشش۔ عبادت وریاضت ۔پیار ومحبت۔ مسرت وشادمانی اور فرحت وراحت کے جذبات بے پایاں سے معمور ہو جاتا ہے ۔

جب ماہ صیام کی شب اولین اپنی گوناگوں مسرتوں کو لئے ہوئے ہلال کے جھومر کی طلعتی جلو میں نمودار ہو کر سکانِ زمیں پر اپنا منور عکس ڈالتی ہے تو [illegible] ۔ فرزندانِ توحید کے گھروں میں مسرت وشادمانی کی شمعیں فروزاں ہو کر انہیں منور ودرخشاں کردیتی ہیں۔ فرطِ مسرت میں ہر گھر سے مسرت آفریں ہنگاموں کی صدائیں اٹھتی ہیں اور رات کی خاموشیوں میں گم ہوجاتی ہیں۔ یہ سکوت شب دل مسلم سے غیر اللہ کے تمام تر تخیلات کو نقش غلط کی طرح مٹا کر اس میں خالص توحید الٰہی کے جذبات کو بھرتا ہے ۔

یہی وہ مقدس مہینہ ہے جس میں خالق ارض وسما نے بنی نوع انسان کے محسن اعظم کی وساطت سے شمعِ ہدایت کو روشن فرمایا اور عدل وانصاف کے آئین سے اسے آگاہ کیا

یہی ماہ رمضان ہے جس کے دوران میں خدا تعالےٰ نے نوع بشر کو اولین تحفہ عطا فرمایا اور انسان کامیابی و کامرانی کے انتہائی عروج پر جا پہنچا۔ اس ماہ میں رب عزوجل کی رحمتیں برسات کی کالی گھٹا کی طرح اٹھتی اور ساون کے بادل کی طرح برس کر بے آب و گیاہ اور خشک زمین کو سرسبز شاداب اور لہلہاتے کھیتوں میں متبدل کر دیتی ہیں۔

اسی مہینہ میں پروردگار عالم کی طرف سے قرآن کریم کا اولین پیغام تیرہ و تار غار حرا میں امن سکون اور نجات کی نوید جانفزا لایا۔ اسی مہینہ میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا اے میرے بندے۔ میں زندہ ہوں۔ میں کامل و اکمل ہوں۔ میری ہستی غیر محدود ہے۔ ازل سے ابد تک میرا ہی وجود ہے۔ میری ذات لازوال ہے۔ میں ہر جگہ موجود ہوں لیکن بغیر کسی شکل و صورت کے۔ وہ میں ہی ہوں جس نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے۔ میں ہی رزاق ہوں، اور میں ہی خالق ہوں۔ مجھے پہچانو۔ اور کہو "اقرا باسم ربک" . . . .
اپنے خالق کے نام کو پکارو۔ . . . . . . ماہ صیام کے حسن کی یہ رنگینیاں جن کو روحانیت کے اجزا نے کیف سامان بنا دیا کیوں نہ دل مسلم کو محبوب و حسین معلوم ہوں۔ اور زبان مسلم کیوں نہ ان حسین و لطیف کلمات کو بار بار خوش الحانی سے ادا کرے۔

ماہ رمضان کی ہر گھڑی اور ہر لمحہ میں اسی ہستی باریتعالیٰ کی حمد و ستائش اسی کی ثنائے جمیل اور تسبیح و تمجید کے راگ الاپے جاتے ہیں، رات کے وحشت زا سکوت میں اور دن کی بے پناہ مصروفیتوں میں اسی کا ذکر خیر سنائی دیتا ہے، اور یہی سلسلہ تمام ماہ صیام میں جاری رہتا ہے۔ فضائے دہر کی انہی خاموش اور سکوت افزا راتوں میں لیلۃ القدر (عظمت و شوکت کی رات) وہ رات جو ہزار ہا راتوں سے افضل ہے نمودار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال تیس ۳۰ دن کے روزے رکھے جاتے ہیں اور ان روزوں میں خدا تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے عبادت و ریاضت پر زور دیا جاتا ہے۔ اور زندگی کی دیگر دلچسپیوں کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے، انہی دنوں کے احترام میں تمام قسم کے جھگڑوں اور تنازعوں کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ جذبات اور نفسی تحریکات پر پورا ضبط رکھا جاتا ہے۔ مسرت دل میں کسی برے خیال کو پیدا نہیں ہونے دیتی۔ اور نہ ہی کھانے پینے والی اشیاء کو دیکھ کر زبان للچاتی اور منہ میں پانی

بھرتا ہے حسن اور اس کی رنگینیاں ان دنوں میں کبھی انسان کو اپنی طرف مائل نہیں کرتی۔ ہر زاہد و عابد اور متقی و پرہیزگار مسلمان اپنی ہر خواہش کو اس کی رضا کے مطابق بنا لیتا ہے۔ اپنے جذبات پر اسے پورا قابو اور ضبط ہوتا ہے۔ وہ کسی بھی حالت میں مالک حقیقی کی خوشنودی کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔

اس طویل ماہ رمضان کی ہر صبح اور ہر شام ایک مومن صفت انسان کو رموز فطرت سمجھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ سامان مہیا کرتی ہے۔ وہ مسلسل اور لگاتار عبادت کی وجہ سے اپنے نہاں خانہ دل کی تاریکیوں کو ماہ منور کی طرح روشن کر لیتا ہے۔ مناظر قدرت اور رموز فطرت پر غور کرنے کی اسے عادت سی ہو جاتی ہے۔ دن رات کی عبادت اسے رب عزوجل کے اتنا قریب کر دیتی ہے کہ خدا اسے یوں بولتا ہوا نظر آتا ہے۔ میں پردہ میں ہوں اور چھپا ہوا ہوں۔ مجھے تلاش کرو۔ اپنی تمام خواہشات پر ضبط رکھو۔ اور ہر بری ترغیب سے باز رہو۔ بالکل سکون و اطمینان اور پوری توجہ سے مجھے ڈھونڈ نکالو۔ اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں خواہشوں اور تمناؤں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اور تمام عزیز و اقارب کو صرف اس مہینہ میں چھوڑتے ہوئے آؤ اور میرے پاس چلے آؤ۔ مجسمۂ زہد و اتقا۔ اور سکوت و خاموشی کی صورت میں تمہارے چہرے سے سکون دل اور اطمینان قلب ہویدا ہو۔ اور تمہارا ہر فعل اور ہر کردار قناعت کا آئینہ دار ہو۔ تم مجھے اور میری رضا حاصل کرنے کے واسطے اس رات کے حصول کے لئے جسے لیلۃ القدر کے مبارک نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جس میں ہزارہا قسم کی برکات اور فیوض پوشیدہ ہیں۔ لیکن یہ کامیابی اور یہ ظفریابی، یہ عزت اور یہ عظمت یہ نور اور یہ جلال صرف ایک دن کی عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے وقت اور دل کی صفائی درکار ہے۔ ایک غیر مسلم اور شکی القلب کہہ سکتا ہے کہ روزہ ایک غیر ضروری چیز ہے، اور نجات کے لئے دل کی پاکیزگی کی ضرورت ہے اور وہ روزہ رکھنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور اگر طبی نقطۂ نگاہ سے اس پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ روزہ تو صرف جسم کو منزہ کرتا ہے، جسمانی طاقت کو بڑھاتا ہے اور دل کو جلاتا ہے۔ لیکن اتنے طویل عرصہ کے روزے یعنی تیس دنوں کے تو جسم انسانی کے لئے تقویت دینے والے ثابت نہیں ہوتے بلکہ

جسم کو کمزور کرتے اور طاقت کو گھٹاتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ تو مغرور اور مادہ پرست ہیں وہ بچارے
کیا جانیں کہ روزہ میں کیسی کیسی خوبیاں مضمر ہیں اور کونسی کونسی برکات ہیں۔ تہذیب حاضرہ
کے بعض مغربی طبیب تو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ روزہ بعض پرانی بیماریوں کے علاج میں بہت
مفید ثابت ہوا ہے۔ اور بہت سے سکالروں نے روزہ رکھنے اور کم غذا کھانے کی وجہ
سے نئی زندگی حاصل کی۔ وہ لوگ روزہ کی خوبیاں۔ اور صفات اور فوائد کو خوب بیان کرتے
ہیں حقیقت میں کچھ دنوں کے روزے ہمارے معدے کو بہت ہلکا کر دیتے ہیں اور ہم یہ
محسوس کرتے ہیں کہ جسم کے ہلکا ہونے کی وجہ سے ہماری دماغی استعداد میں کافی اضافہ ہو
گیا ہے۔ اس جسمانی نشوونما کے علاوہ ان طویل مذہبی روزوں کے اور بھی بہت سے مقاصد
ہیں۔ یہ پر جلال روزے جو ہزار ہا ولیوں، زاہدوں اور عابدوں کے ظہور پذیر ہونے کا باعث
ہوئے ان کا مقصد صرف جسمانی نشوونما ہی نہ تھا۔ بلکہ ان کا مقصد اولین تو روح کو پاکیزہ و منزہ
کر کے اسے روحانیت کے بلند مقام پر پہنچانے کے علاوہ انسان کا نیکی اور تقویٰ
سے معمور زندگی بسر کرنا اور گناہ کی تاریک دنیا سے اسے دور رکھنا ہے۔ یہ ماہ رمضان،
ہماری روح کے لئے روحانی غذا مہیا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس خوراک کے لئے
بیقرار اور مضطرب نہیں ہوتے جو ہماری جسمانی صحت کو برقرار رکھتی ہے۔ وہ قادر مطلق اور
پروردگار عالم ان مقدس اور متبرک دنوں میں روحانیت کی لازوال اکسیر کی بارش کا نزول
فرماتا ہے اور ہماری روح جسم کو نحیف کرتے ہوئے اس چشمہ سے وہ آب حیات نوش کرتی
ہے جو ہماری تمام زندگی بھر کے لئے کافی ہے۔ خدائے تعالیٰ کے ان بابرکت فیوض کو حاصل
کرنے کے لئے ہم اپنے جسم کے تمام مطالبات کو فراموش کر دیتے ہیں۔ اگر ہمارے دل
میں کوئی خواہش ہوتی ہے تو وہ صرف اسی رب عزوجل کی خوشنودی حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔
اور اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم پورے ایک ماہ کے روزے رکھتے ہیں۔

روح کی نشوونما۔ پاکیزگی اور طہارت کے لئے ایک یا دو دن کی بھوک کافی ثابت
نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی روح بغیر عبادت و ریاضت کے ہی پاکیزہ و منزہ ہو سکتی ہے۔ وہ پر جلال
بابرکت۔ مقدس۔ اور نجات دلانے والی رات ایک دن میں عالم [illegible]

اس دنیا میں ذاتی اغراض اور دنیا کی رنگینیاں اور دلچسپیاں ہمیں بہکاتی اور پھسلاتی ہیں۔ مکر و فریب اور حرص و لالچ کی انتہا ہے اور انسان اپنی بڑائی، عزت اور دنیاوی توقیر کے لئے زندگی بھر جد و جہد کرتا رہتا ہے اور بظاہر سونے اور چاندی کے سنہری اور روپہلی سکے ہی اس کی زندگی کو جلانے کا موجب ہیں۔ انکی تیز چمک اس کی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔ ان کی جھنکار میں اسے زندگی کا ساز بجتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ خوشنما رنگین اور نرم و نازک بستر اسکے لئے کس قدر جاذب نظر ہوتے ہیں اور زیبائش و آرائش اسے کس قدر خالق حقیقی سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ نسوانی حسن اور خوبصورتی سے مسحور ہو کر وہ دنیا و ما فیہا سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور دیوانہ وار ان چیزوں کے پیچھے بھاگتا اور سرگرداں رہتا ہے۔ لیکن اسے معلوم نہیں کہ اس کی ایسی ہی خواہشات اور تمناؤں نے اس کی زندگی کے روحانی پہلو کو تاریک بنا رکھا ہے اور اس کے دل کی طہارت اور پاکیزگی پر کالی گھٹائیں پھیلا رکھی ہیں۔ تمناؤں اور خواہشات نے اسے چاروں طرف سے دبائے رکھا ہے۔ ان حالات میں دل اور خیالات میں کیسی کش مکش جاری رہتی ہے۔

اس دنیا میں کتنے آدمی اپنے پڑوسی کی زمین اور دولت حاصل کرنے کے لئے مارے مارے نہیں پھرتے ہیں اور کتنے اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے درندوں اور وحشیوں کی طرح سرگرداں نظر نہیں آتے ہیں اور انسانی زندگی ان حالات میں دروغ اور جھوٹ۔ دغا اور فریب کمینگی اور ذلت کا مرقع نظر آتی ہے۔ مذہب۔ نیکی۔ زہد۔ تقوے۔ پیار۔ الفت۔ محبت بنی نوع انسان کی زندگی سے عنقا ہو چکے ہیں۔ انسان دنیاوی حرص و آز۔ نفسانی خواہشات۔ شہوانی جذبات کے بحر ناپیدا کنار میں بہا چلا جاتا ہے۔ اس کی پر جلال زندگی اور زندگی کے درخشاں اور منور پہلوؤں کا کہیں بھی مظاہرہ نہیں ہوتا۔ نیکی اور تقوے کو وہ نقش غلط کی طرح مٹا چکا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے مقصد کو بھول چکا ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ اسکی تخلیق میں کس قدر بلند مقاصد پوشیدہ ہیں اور اسکی شخصیت کتنی بلند و ارفع ہے۔ وہ اپنے مقصد حیات کو فراموش کر کے قعر مذلت میں گر چکا ہے۔ ذلت و سیاہ کاری کی کالی گھٹائیں اس کے دامن حیات کو تاریک کئے ہوئے ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنے روزمرہ کے افعال و کردار کا جائزہ ذہن کے شور و شر سے علیحدہ ہو کر [illegible] کی تنہائی [illegible] لے۔ اور ضمیر کی عمیق ترین آواز کو ٹٹولے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس

کی اخلاقی حالت کس قدر گر چکی ہے۔ اس کا مقصد حیات کتنا بلند تھا لیکن اسکے کردار نے اسے کتنا ذلیل کر دیا ہے۔ اس کا پاکیزہ و مصفا دل گناہوں سے کتنا آلودہ ہو چکا ہے۔ اور کتنی گندگی، نجاست، خود نمائی، غرور اور تکبر اس کے دل میں پیدا ہو چکا ہے۔ ایسی صورت میں یہ ناممکن اور قطعاً ناممکن ہے کہ وہ پھر انہی بلند مقامات کی طرف محو پرواز ہو جہاں سے اسکا تنزل ہوا اور اس غلاظت اور نجاست سے بھرپور دنیا میں رہتا ہوا کو ہستانی پاکیزہ و مصفا ہوا کی خواہش کرے۔ نہیں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس نجاست سے تو اسے بدبودار ہوا ہی آئے گی جس سے اسکا دماغ پھٹ جائے گا وہ کس طرح یہ امید کرسکتا ہے کہ زرتار و زرنگار نرم و نازک بچھونوں پر زندگی بسر کرنیوالا جسم تندرست اور توانا مضبوط اور تنومند ہو۔

پس جس طرح نجاست سے بھرپور فضا میں نکہت آفرین سانس نہیں لیا جاسکتا، نرم و نازک بچھونوں پر پرورده جسم کسی قسم کی سختی برداشت نہیں کرسکتا۔ اس طرح دنیاوی دھندوں میں پڑا ہوا انسان کس طرح دل کی صفائی اور پاکیزگی کو حاصل کرسکتا ہے اس کا دل اور دماغ سارا دن جلب زر کیلئے ہر قسم کے مکر و فریب۔ جھوٹ۔ دھوکا۔ ایسے گناہوں میں مشغول رہتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے جذبات نفسانی اور خواہشات حیوانی کو تسکین دینے کی فکر میں رہتا ہے جسے انواع و اقسام کے لذیذ اور مزیدار کھانے ہمیشہ مضطرب رکھتے ہوں اسے یہ کیسے امید ہوسکتی ہے۔ کہ اس کا دل آئینہ کی طرح شفاف ہو۔ اور اس میں خدائے تعالیٰ کا خوف اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے خیالات پیدا ہوں۔ یہ یقیناً ناممکن ہے جو انسان دن رات دنیاوی دھندوں میں پھنسا ہوا ہو۔ اس کے لئے یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی روح کو پاکیزہ اور بلند بنانے کے لئے وقت نکال سکے۔ وہ تو روح کی بالیدگی اور اس کے بلند مقاصد کو محسوس ہی نہیں کرسکتا اور نہ یہ وہ تسلیم سکتا ہے کہ روح کا تعلق براہ راست خدا تعالیٰ سے ہے۔ وحانی لحاظ سے اس کا دل مردہ اور روح زنگ آلودہ ہوجاتی ہے اور مزرع حیات معصیت کی باد سموم کے تند و تیز تھپیڑے کھا کر ہمیشہ کے لئے خشک و برباد ہوجاتی ہے۔

(باقی دارد) (مترجم اے رشید احمد)

گوشوارہ آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ فروری ۱۹۴۴ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۲ ۲/۴۴	۲۶۴۷	جناب مولوی صاحب علی صاحب ڈاک جنکشن	۰	۰	۱۰
	"	" خانصاحب مولوی بعید علی ملا کلکتہ	۰	۰	۱۰
	"	" مولوی امام بخش ملا صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
		" مولوی عقیقین بخش صاحب ملا کلکتہ	۰	۰	۱۰
		" مولوی عبدالخالق صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
		" خانبہادر مولوی حمیم الدین احمد صاحب تیرکول	۰	۴	۱۱
		" مولوی حفیظ الدین احمد صاحب بھنگور	۰	۰	۱۰
		" مولوی محمد عبداللطیف صاحب غازی ماٹو پاپور	۰	۰	۱۰
		" ڈاکٹر عبدالمجید محمد صاحب تمع بیریا	۰	۰	۱۰
		" مولوی ہارون الرشید صاحب گارڈن ریچ	۰	۰	۱۰
		" ڈاکٹر احمد علی صاحب ٹنگل گنج	۰	۰	۱۰
		" مولوی محمد یعقوب علی صاحب دھوپگری	۰	۰	۱۰
۳ ۲/۴	۲۶۴۸	" خواجہ محمد عیسیٰ محمد جعفر میرپور بتھادو	۰	۰	۱۰
		" [illegible] علی صاحب اے مہین سجاول	۰	۰	۱۰
		" سید مہر علی شاہ صاحب سجاول	۰	۰	۱۰
		" سید پیر محمد شاہ صاحب سجاول	۰	۰	۱۰
		" خلیفہ مکیر ہیاؤ۔ جاتی	۰	۰	۱۰
۴ ۲/۴۴	۲۶۶۵	جنابہ مس پی کوپر صاحبہ کلکتہ	۰	۰	۱۰
	"	جناب محمد حبیب صاحب کلکتہ	۰	۰	۵
	"	" اے ایم غنی صاحب "	۰	۰	۵
	"	" مظفر حسین صاحب "	۰	۰	۵

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۴ ۲/۴۴	۲۶۶۵	جناب ایس اے۔ رشید صاحب	۰	۰	۵
"	"	" ایم زاہد لودھی صاحب	۰	۰	۵
"	"	" ایس اصغر علی صاحب	۰	۰	۵
"	"	" ایس اے حسین صاحب	۰	۰	۵
"	"	" اے نواز خاں صاحب	۰	۰	۵
"	"	" اے۔ ایس احمد صاحب	۰	۰	۲
"	"	" ایس باکوکہ صاحب	۰	۰	۲
"	"	" کے عالم صاحب	۰	۰	۲
"	"	" ایم حسین صاحب	۰	۰	۲
"	"	" ایم۔ ایچ والجی صاحب	۰	۰	۲
"	"	" ایم۔ اے حق صاحب	۰	۰	۲
"	"	" اے۔ آئی کوہن صاحب	۰	۰	۲
"	"	" ایس حق صاحب	۰	۰	۲
"	"	" اسم المعلوم صاحب	۰	۰	۲
"	"	" ایس علی صاحب	۰	۰	۱۵
"	"	" ایس اے۔ ای حسین صاحب	۰	۰	۵
۵ ۲/۴۴	۲۶۶۹	حسب وصیت جناب سیٹھ قاسم علی جیراج بھائی۔ بمبئی	۰	۰	۱۰۰
"	۲۶۷۰	جناب نواب سر نظامت جنگ صاحب بہادر حیدرآباد دکن	۰	۰	۵۰
۷ ۲/۴۴	۲۶۷۱	جناب خانصاحب محمد عبدالسلام صاحب چاندہ	۰	۰	۱۰

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۷ ۲/۴۴	۲۶۷۲	جناب علی احمد خانصاحب صادق گڑھ پیلس	۰	۰	۵
〃	۲۶۷۵	〃 احسن کبہ کا بھائی باٹی	۰	۰	۲۰
۸ ۲/۴۴	۲۶۷۶	〃 محفوظ الکریم صاحب جبلپور	۰	۰	۲
〃	۲۶۷۷	〃 کے وی محمد صاحب ویلور	۰	۰	۵
〃	۲۶۸۹	〃 ڈاکٹر ایل آر خانصاحب جمشید پور	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 عبد العلی صاحب گول مڑھی	۰	۰	۱۰
۱۰ ۲/۴۴	۲۶۹۳	〃 محمد آفاق صاحب گورکھپور	۰	۰	۲۵
〃	۲۶۹۴	〃 حبیب الرحمن صاحب بلاری	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 شیخ شریف حسین صاحب منگو پورہ	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 قاضی جمیل احمد صاحب کندرکی	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 ایم حفاظت اللہ خانصاحب ہاتھی پور چیتو	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 ایم مبینا خانصاحب چندوسی	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 ایم محمد رضا خاں صاحب چندوسی	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 حافظ احمد رضا خاں ملک خیبری دل	۰	۰	۵
۱۰ ۲/۴۴	۲۷۰۱	〃 شیخ قاسم صاحب گدڑیواڑہ	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 محمد سرور بیگ صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 محمد یوسف صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 سوداگر محمد بشیر احمد صاحب 〃	۰	۰	۲۰
〃	〃	〃 ڈاکٹر محمد غالب صاحب 〃	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 رنگون محمد عبد القادر صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 محمد انصاری صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 ڈاکٹر عثمان میاں صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 رنگون عبد الرزاق صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 عبد الکریم صاحب 〃	۰	۰	۵

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۱۰ ۲/۴۴	۲۷۰۱	جناب شیخ محی الدین صاحب	۰	۰	۱۵
〃	〃	〃 محمد جعفر و جانی صاحبان	۰	۰	۵
〃	〃	〃 محمد سمیع اللہ صاحب	۰	۰	۵
〃	〃	〃 شیخ مولا بخش صاحب بنتو ملی	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 عبد المجید صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 محمد سلطان صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 شیخ امام صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 عباس حسین صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 عبد اللہ خانصاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 حسین خانصاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 محمد عثمان صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 عبد القادر صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 جانو صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 کنوری حاجی احمد صاحب ملاں صاحب چائنہ پنڈارکا۔ بنتوملی	۰	۰	۱۰
〃	〃	〃 عبد الشفیق احمد صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 محمد جمال صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 پیلم عبد الرحمن صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 کنوری عبد المجید صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 حاجی احمد صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 پاڑہ عبد القادر صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 اکیو بڈو حاجی احمد صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 شیخ قاضی صاحب 〃	۰	۰	۵
〃	〃	〃 عبد المجید صاحب	۰	۰	۱۰

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۱۰-۲-۴۴	۲۷۰۱	جناب عبد الفتح صاحب پامارو	۰	۰	۵
"	"	" محمد جلال الدین صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" محمد اسمٰعیل صاحب کٹونچرودو	۰	۰	۲۰
"	"	" محمد عبد اللہ صاحب "	۰	۰	۱۵
"	"	" محمد حسین علی صاحب "	۰	۰	۱۵
"	"	" عبد الرسول صاحب "	۰	۰	۱۰
"	"	" عبد الوحید صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" محمد ابراہیم صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" پیش امام عبد الرزاق صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" محمد علی صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" عبد العزیز صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" عبد الغنی صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" سید عمر صاحب کاوڈماوارم	۰	۰	۵
"	"	" شیخ عبد الغفور صاحب "	۰	۰	۷
"	"	" عبد الوہاب صاحب گڈلاولیرو	۰	۰	۵
"	"	" محمد جانی صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" محمد ابراہیم صاحب گڈیواڑہ	۰	۰	۸
"	"	" سوداگر ایم اسمٰعیل صاحب پامارو	۰	۰	۱۵
"	"	" سوداگر عبد الوہاب صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" سید محمد غالب خاں قادری "	۰	۰	۵
"	"	" حسین صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" سوداگر شیخ داؤد صاحب "	۰	۰	۵
۱۲-۲-۴۴	۲۷۰۲	جناب خواجہ خلیل احمد صاحب لاہور	۰	۰	۱۰
"	۲۷۰۳	" خواجہ عبد الغنی صاحب لاہور	۰	۰	۳

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۱۲-۲-۴۴	۲۷۳۱	جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب لاہور	۰	۰	۲
"	۲۷۳۲	عملہ دفتر لاہور	۰	۰	۲
۱۶-۲-۴۴	۲۷۴۴	جناب محمد چنوں میاں صاحب سلچار	۰	۰	۱۰
"	"	" یوسف تعلقدار "	۰	۰	۱۰
"	"	" محمد شفیق اللہ صاحب "	۰	۰	۱۰
"	"	" محمد عبد الباری صاحب "	۰	۰	۱۰
"	"	" محمد عطاء الرحمٰن صاحب "	۰	۰	۱۰
"	"	" واطر علی صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" عبد الستار صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" ارکان علی صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" رئیس علی صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" نواب میاں صاحب "	۰	۰	۵
"	"	" اربش علی صاحب "	۰	۰	۳
"	"	" واسد علی صاحب "	۰	۰	۲
"	"	" مسلم الدین صاحب برلرکاہ "	۰	۰	۲۰
۲۲-۲-۴۴	۲۷۹۰	" ایس۔ٹی عالم صاحب سلہٹ	۰	۰	۳
۲۶-۲-۴۴	۲۸۱۸	" محمد ابراہیم صاحب گلبرگہ	۰	۰	۱۰
"	"	جنابہ بیگم صاحبہ محمد ابراہیم صاحب گلبرگہ	۰	۰	۱۰
"	"	جناب محمد سلیم اللہ صاحب گلبرگہ	۰	۰	۱۰
"	"	جنابہ فاطمہ صغریٰ بیگم صاحبہ "	۰	۰	۱۰
		جنابہ امان النساء بیگم صاحبہ "	۰	۰	۱۰
۲۶-۲-۴۴	۲۸۱۹	جناب حاجی میاں عبد اللہ بھائی کالوپور جھوٹنگ شاہ	۰	۰	۱۰

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے	تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۲۸/۲/۴۴	۲۸۲۳	جناب ایس عبداللہ صاحب چٹلڈرگ	۰	۰	۵	۲۸/۲/۴۴	۲۸۲۳	جناب عبدالقادر صاحب چٹلڈرگ	۰	۰	۵
״	״	״ سی عبدالرحمٰن صاحب ״	۰	۰	۵	״	۲۸۲۴	اعلیحضرت نواب صاحب بہادر			
״	״	״ ابراہیم خاں صاحب ״	۰	۰	۵			راھدنپور	۰	۰	۵۰۰
״	״	״ سبحو صاحب ״	۰	۰	۵			فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۸	۶۱۳
״	״	״ مستان پنڈت صاحب ״	۰	۰	۵			فروخت رسالہ اشاعت اسلام	۰	۸	۷۳
״	״	״ سراج الحسن صاحب تکی ہریپور	۰	۰	۵			فروخت کتب	۴	۵	۴۰۰
״	״	״ ایچ غلام علی صاحب ٹنگو گہ	۰	۰	۵			میزان	۶	۹	۲۷۵۷
״	״	״ ایم شیخ احمد صاحب چٹلڈرگ	۰	۰	۵			کل میزان:- ۲۷۵۷ — ۹ — ۶			
״	״	״ عبدالرحیم صاحب ״	۰	۰	۵						

گوشوارہ اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔
بابت ماہ فروری ۱۹۴۴ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۷/۲/۴۴	۸۰	تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۴۴ء	۹	۹	۵۹۶
״	۸۱	کرایہ دفتر بابت ماہ جنوری ۱۹۴۴ء	۰	-	۳۰
״	۸۲	کرایہ بک ڈپو و گدام بابت ماہ جنوری ۱۹۴۴ء	۰	-	۱۵
״	۸۳	الاونس بابت ماہ جنوری ۱۹۴۴ء	۰	۰	۳۰
״	۸۴	طباعت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۴۳ء	۰	-	۲۴۶
۱۴/۲/۴۴	۸۵	کاغذ بابت اسلامک ریویو و کتب	۰	-	۶۱۵
״	۸۶ و ۸۷	سفر خرچ بابت سکرٹری ٹرسٹ	۰	۴	۱۶۷
۲۶/۲/۴۴	۸۸	آفس امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:-			
		محصولڈاک — روپے ۲۱ آنے ۶ — ۸ پائی ۳			
		معاوضہ مضمون نویسی اسلامک ریویو — ۱۹ — ۶ — ۰			

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۲۶/۲/۴۴	۸۸	خرید کتب برائے فروخت ،، روپے ۱۰ — آنے ۸ — پائی ۰			
		موسمی اخراجات ،، ،، ۰ — ۱۲ — ۶			
		سٹیشنری وغیرہ .. ۱۸ — ۲ — ۰			
		متفرقات ۳۳ — ۱ — ۰			
		۲۹۸ — ۵ — ۹	۹	۵	۲۹۸
۲۶/۲/۴۴	۸۹	آفس امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:-			
		محصول ڈاک روپے ۱۴۳ — آنے ۴ — پائی ۰			
		جلد بندی اسلامک ریویو جنوری و فروری ۱۹۴۴ء ۳۲ — ۰ — ۰			
		جلد بندی اشاعت اسلام جنوری و فروری ۱۹۴۴ء ۳ — ۱۲ —			
		کتابت اشاعت اسلام فروری ۱۹۴۴ء ۱۶ — ۱۲ — ۰			
		طباعت اشاعت اسلام نومبر دسمبر ۱۹۴۳ء ۲۰ — ۰ — ۰			
		خرید کتب برائے فروخت .. ۱۷ — ۱۳ — ۳			
		کاغذ۔ طباعت لفافہ جات وغیرہ ۴۷ — ۴ — ۰			
		موسمی اخراجات .. .. ۰ — ۴ — ۰			
		تاویں .. .. .. ۴ — ۱۵ — ۶			
		سٹیشنری .. .. ۱۲ — ۱۲ — ۰			
		متفرقات ۱ — ۰ — ۰			
		۲۹۹ — ۱۲ — ۹	۹	۱۲	۲۹۹
			۳	۱۰	۲۲۹۳
		کل میزان روپے ۲۲۹۳ — آنے ۱۰ — پائی ۳			

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتماب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس[۲] سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس[۲] سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعت اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں ٹھیکر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۰ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوجاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہوسکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) قسم کی نذر نیاز۔ صدقہ خیرات۔ زکوٰۃ جمعیت کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کامیاب نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کررہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے منیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ کا محفوظ فنڈ جمع کیا جائے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور محفوظ فنڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہوکر آیندہ کیلئے کسی چندہ کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کرسکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز او ممبران منیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہوکر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان پر سہ کس تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں جمع ہو جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی کا حساب ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam, The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

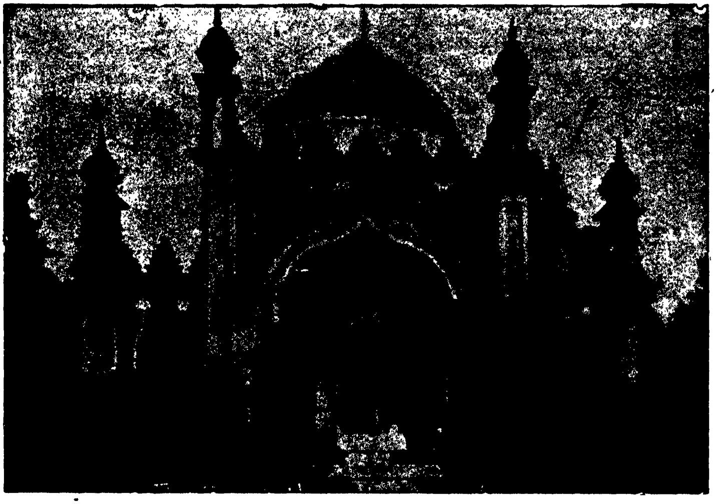
تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔اے۔بی۔ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ ۔ پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام ... لاہور پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

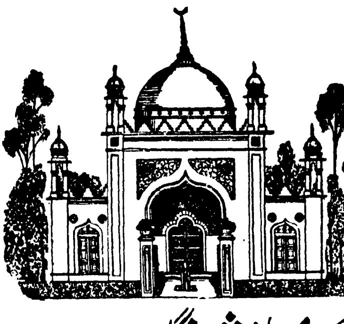
ترجمہ۔ اور چاہئیے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان



مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دوبار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے، رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۰ | بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ - ماہ مئی ۱۹۴۴ء | نمبر ۵

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

مغربی اشتراکیت اور اسلام

از قلم جناب مولانا مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی اے ایڈیٹر اسلامک ریویو

فاقم وجهك للدين حنيفا۔ فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله - ذالك الدين القيم۔ و لكن اكثر الناس لا يعلمون (۳۰ : ۳۰)

"سو راست روی اختیار کرتا ہوا اپنی توجہ کو دین کے لیے قائم رکھ اللہ کی (بنائی ہوئی) فطرت پر (قائم رہو) جس پر اس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ قائم رکھنے والا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

تہذیب اور تمدن کے ارتقاء میں نئی خواہشات کا پیدا ہونا۔ اور ان کو پورا کرنے کی کوشش لابدی امور ہیں۔ مگر خواہش جس طرح انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ قدرت کے کچھ اٹل قوانین ہیں جس کے ماتحت ہر ایک انسانی خواہش ترمیم شدہ حالت میں پوری ہوتی ہے۔ انسان نے آسمان پر اڑنے کی خواہش کی آج وہ آسمان پر اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن سائنس کی تمام ترقیات کے باوجود انسان کو ہوا میں وہ آزادی حاصل نہیں جو ایک پرندے کو ہے۔ دریاؤں اور سمندروں کو عبور کرنے کی خواہش انسان کے دل میں تھی، ہزاروں سال کی جدوجہد کے بعد آج انسان کو پانی پر بڑے اختیارات حاصل ہیں مگر باوجود بیشمار آسانیوں اور سہولتوں کے اب بھی انسان کو پانی میں وہ آزادی حاصل نہیں جو ایک مرغابی یا ایک مچھلی کو ہے۔

معدنی اشیاء کو دیکھتے ہوئے انسان نے جب یہ معلوم کر لیا کہ سب دھاتیں اسی مٹی سے نکلتی ہیں تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کم درجے کی دھاتوں مثلاً پیتل اور تانبے

کو اعلیٰ درجے کی دھات میں مثلاً سونا اور چاندی میں تبدیل کرنے کا فن اس کو حاصل ہو جائے علم کیمیا کی یہی غرض تھی،، اس جدوجہد سے بیشمار و بے بہا انکشافات ہوئے، مگر آج تک انسان کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوسکا کہ تانبا کو فی الواقعہ سونا بنا دے۔

اسی طرح سماجی زندگی میں انسان کے دل میں ابتدا ئے زمانہ سے مساوات کی ایک خواہش موجزن ہے اور اس دور میں وہ پورے زور سے نمایاں ہو رہی ہے، لیکن جس طرح اور خواہشوں کا انجام ہوا اسی طرح انسان کی اس خواہش کا مکمل طور پر پورا ہونا ناممکن ہے اور ترمیم و تنسیخ کے بعد ہی یہ خواہش پوری ہوسکتی ہے۔

انقلاب کے جوش میں روس نے مساوات کی بہت سی خوابیں دیکھیں تھیں مگر چند سالوں میں ہی تجربہ نے یہ ثابت کر دیا کہ ان میں بہت سی ترمیمات کی ضرورت ہے۔

روس کے رہبران اشتراکیت اب یہ سمجھ چکے ہیں کہ مطلق مساوات سماجی زندگی میں بالکل ناممکن ہے۔ چنانچہ اس قسم کے انتہا پسند لوگوں کو سویٹ روس کا موجودہ ڈکٹیٹر EQUALITY MERCHANTS, یعنی سوداگران مساوات کا خطاب دیتا ہے۔ یہ ایک طنز ہے۔ اس انتہا پسندی پر جو کہ پہلے پہل روس میں بڑے زور پر تھی۔

مغربی اشتراکیت جس کا گہوارہ موجودہ زمانہ میں روس ہے، چند ایک مفروضات پر مبنی ہے جسے اسلام اور عقلِ سلیم نہ صرف تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ بڑے شدومد کے ساتھ تردید کرتے ہیں۔

(۱) یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ایک آدمی جس کے پاس مال و دولت کم ہے وہ ضرور ایک ایسے آدمی سے جس کے پاس مال و دولت زیادہ ہے۔ نفرت کرے گا۔ دراصل یہ بات غلط ہے غریب اگر آج امیر سے نفرت کرتا ہوا نظر آتا ہے تو وہ صرف اسلئے نہیں کہ اسکو وہ آسائش اور فراوانی دولت میسر نہیں جو ایک امیر کو ہے بلکہ اس لئے کہ اس زمانے میں آکر دولت کو معیار عزت قرار دیا گیا ہے اور جس کے پاس جتنی دولت کم ہے اسی قدر اس کو حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ کتنی بھی خوبیاں غریبوں میں موجود کیوں نہ ہوں لیکن انہیں ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا ہے، غریبوں کی نفرت دراصل امرا کی نفرت اور سنگدلی

کا ردعمل ہے۔ اگر آج امراء غرباء سے نفرت کرنا چھوڑ دیں یا دولت کو تنہا معیار عزت قرار نہ دیں تو مفلس طبقہ کی نفرت بڑی حد تک ختم ہو جائے گی۔

(۲) دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ انسان فطرتاً تفوق و تذلل کے خلاف ہے یہ بات بھی غلط ہے، چونکہ خدا نے انسان کو مختلف استعداد یں دے کر ہر ایک استعداد کی مختلف قیمت اور کیفیت مقرر کی ہے۔ اسلئے اس کے قلب کے اندر اپنی حالت کے متعلق ایک تسلی بھی ہے۔ یعنی ہر ایک انسان کم و بیش ان طاقتوں پر قناعت رکھتا ہے، جو اس کے پاس ہیں جس امر پر کشمکش شروع ہوتی ہے، وہ یہ ہے۔ کہ بزرگی اور برتری اس زمانے میں شخصی نہیں بلکہ خاندانی ہے اصلی نہیں بلکہ مصنوعی بن گئی ہے۔ اگر ایک آدمی میں کوئی جوہر ہو تو دوسرے جن کو یہ حاصل نہیں وہ بطیب خاطر اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اس کی عزت کرتے ہیں اس کی رہبری قبول کر لیتے ہیں۔ اگر اس کے خاندان کے اندر افراد جن کو اس جوہر کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ وہ خواہ مخواہ اوروں پر اسی طرح حکومت کرنا چاہیں تو اس سے انسانوں کی روح کو اذیت پہنچتی ہے۔ پھر جب لوگ دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے افراد ایک خاص خاندان کے افراد جو سازشیں کر کے غربا میں جوہر قابل کو دبائے رکھتے ہیں اور انہیں پھلنے پھولنے اور اپنی جائز عظمت حاصل کرنے سے روکتے ہیں تو یہ ناراضگی زیادہ بڑھ جاتی ہے حتیٰ کہ جب یہ بات صبر اور برداشت کی حد سے باہر ہو جاتی ہے تو ایک خونی انقلاب کی شکل میں اپنا ردعمل ظاہر کرتی ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ اس قسم کی سازشیں بعض وقت غربا کے جوہر قابل کو تسلیم کرنا تو کجا ان کو اپنے بقائے محض کے لئے جو ضروریات لاحق ہیں اس سے بھی محروم رکھتی ہیں، یہ انقلاب اس نفرت کا لازمی نتیجہ ہے۔

(۳) تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ ایک انسان اگر اپنے خانگی اور خاندانی امور میں منہمک ہو جائے تو وہ بنی نوع انسان کی عام ہمدردی سے محروم ہو جاتا ہے، اور جب تک اس مختصر دائرے کی ہمدردی اور دلچسپی کو ختم نہ کر دیا جائے۔ اس وقت تک ایک انسان کے اندر بنی نوع انسان کی وسیع ہمدردی صحیح اور مستقل طور پر قائم نہیں ہو سکتی۔ بالفاظ دیگر موجودہ صورت میں خانگی اور خاندانی ہمدردی اور بنی نوع انسان کے لئے محبت، ایک دوسرے کے لئے

نقیض ہو چکے ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے لئے مضر ہے۔ اسلام اور عقل سلیم اس مفروضہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ جذبۂ ہمدردی اور محبت سماجی زندگی کے اندر مثل روشنی کے کام کرتا ہے مرکز سے جوں جوں یہ منزلیں طے کرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے، اپنی شعاعوں کو وسیع تر کرتی چلی جاتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی نزدیک کی منزل کو چھوڑ جائے اور دور کی کسی منزل پر پہنچکر اسے منور کرے جیسے یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک چراغ کے قریب اندھیرا ہو اور اس کی روشنی دور کے کسی مقام کو منور کرے اسی طرح یہ ممکن نہیں کہ انسان کی خانگی زندگی کی دلچسپی اور محبت معدوم ہو جائے۔ اور اس کے دل میں عام بنی نوع انسان کی ہمدردی اور محبت پیدا ہو۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ خانگی اور خاندانی زندگی کی محبت کے رشتے انسان کو اکثر غیر لوگوں کے متعلق بے پرواہ اور سنگدل کر دیتے ہیں مگر یہ قصور نہ جذبۂ محبت کا ہے اور نہ خانگی اور خاندانی زندگی کا۔ بلکہ اس نظام کا ہے جس میں ایسے جذبات کی نشو و نما پر کوئی قواعد و ضوابط نہیں۔

اسلام نے بین الاقوامی اخوت کا جو منظر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس سے دنیا آج بھی حیران ہے۔ اس شیرازے میں نہ کوئی رنگ کی تمیز ہے نہ نسل کی نہ زبان کی۔ اسلام کی برادری میں جو ہمدردی اور اتفاق کا جذبہ کار فرما ہے۔ وہ دنیا کی کسی قوم ملت اور مذہب میں موجود نہیں۔ بانی اسلام نے اس اخوت کو نمایاں کرنے کے لئے شروع شروع میں مہاجرین اور انصار میں جو اخوت کا رشتہ بنایا تھا اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں آج تک نظر نہیں آتی۔ ہر ایک انصار نے ایک ایک مہاجر کو اپنا بھائی اور مساوی شریک اپنی تمام ملکیت میں قرار دے دیا تھا۔ اس سے روحانی اخوت کا ایک بے مثال نمونہ تو قائم ہو گیا مگر ساتھ ہی ایک ایسا نقص پیدا ہو گیا جس کو قانونِ قدرت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ نقص یہ تھا کہ تصورِ اخوت میں اسے خطرے کا اندیشہ تھا جو زیر بحث ہے۔ یعنی یہ کہ خونی رشتہ جو کہ خدا کا قائم کردہ رشتہ ہے اس کی اہمیت گر جانے کا امکان تھا۔ اسی لئے قرآن نے جہاں اخوت اسلامی پر بڑا زور دیا ہے وہیں صلہ رحمی کو بھی قائم رکھا ہے۔

واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتٰب اللہ من المومنین والمھاجرین الا ان تفعلوا الیٰ اولیٰئکم معروفاً کان ذالک فی الکتٰب مسطوراً ہ

"اور رشتہ دار اللہ کے حکم میں مومنوں اور مہاجروں کی نسبت ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھتے ہیں۔ مگر یہ (دوسری بات ہے) کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرو۔ یہ کتاب میں لکھا ہے۔

قصہ کوتاہ اسلام کے اس سماجی انقلاب نے اس مفروضہ کو باطل قرار دیا کہ صلہ رحمی اور اخوت بنی نوع انسان دو متضاد چیزیں ہیں۔

(۴) چوتھی بات جو فرض کر لی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسانی کیریکٹر کی صحت اور سقامت سراسر ماحول پر مبنی ہے۔ یعنی یہ کہ انسان کی طبیعت میں حسد۔ کینہ۔ بغض۔ عداوت و قس علیٰ ہذا نقائص پائے جاتے ہیں۔ وہ سماجی نظام کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہیں۔ اگر سماجی نظام درست اور مکمل ہو تو یہ نقائص پیدا ہو ہی نہیں سکتے مثلاً اگر سب انسانوں کو مساوی طور پر سامانِ زندگی بہم پہنچایا جائے تو یہ کمزوریاں بالکل معدوم ہو جائیں۔ یہ نظریہ بھی بالکل غلط ہے۔ اگر دو آدمیوں کے پاس سامان زندگی مساوی بھی ہوں تو بھی ان کے اندر حسد کا نہ رہنا لازمی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ دیکھا گیا ہے کہ امیر سے امیر آدمی بھی غریب سے غریب آدمی سے کسی نہ کسی بات پر حسد کرتا ہے۔ اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ مکمل سماجی امن کے لئے نظام کا عدل اور انصاف اور حتی الامکان مساوات پر مبنی ہونا ضروری ہے مگر اسلام اس بات کو نہیں مانتا ہے کہ صرف ظاہری حالات کو بدل دینے سے ہی انسان کی فطرتی کمزوریاں دور ہو جائیں گی۔ بلکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ ظاہری حالات بھی درست کئے جائیں مگر ساتھ ہی اس کے انسان کی اندرونی کیفیات کو درست کرنے کے لئے تزکیہ نفس کا ایک خاص لائحہ عمل تعمیر کیا جائے۔ ذکر الٰہی مطالعہ باطن۔ تہجد اور تسبیح وغیرہ کے ذریعے سے ہر ایک انسان مسلسل کوشش سے تزکیہ نفس کرتا ہے تو ہی ظاہری نظام امن اور محبت قائم کرنے میں کامیاب ہوگا۔

(۵) پانچواں مفروضہ یہ ہے کہ انفرادی اقتصادی آزادی اور اشتراکیت یہ دو متضاد امور ہیں۔ اور ان میں کوئی باہمی مصالحت نہیں ہو سکتی یعنی اگر ایک انسان کو مطلق آزادی اس بات میں ہو کہ وہ جتنی دولت پیدا کرنے کی قوت اپنے اندر رکھتا ہے اسکو استعمال کر کے جتنی چاہے دولت جمع کرلے اس سے لازم آتا ہے کہ دوسرے لوگوں پر وہ اس دولت سے ناجائز حکومت کرتا رہے گا۔ اور ان سے ناجائز فائدہ اٹھاتے گا۔ بالفاظ دیگر ایک آدمی کا دولت پیدا کرنے میں آزاد ہونا اسباب کو مستلزم قرار دے گا کہ وہ دوسروں کے حقوق پائمال کر کے خود غرض ثابت ہو۔ اور ان کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ جمائے۔ یہ بات بھی غلط ہے۔ اسلام نے ایسے قوانین مرتب کئے ہیں جس سے ایک آدمی اپنی استعداد کے مطابق دولت کمانے میں آزاد بھی ہے اور اس کی کمائی دوسروں کے لئے مفید بھی۔ وہ اپنی کمائی سے خوش بھی رہے اور دوسروں کے متعلق نرم دل بھی رکھے۔ بات یہ ہے۔ کہ ایک انسان اسی وقت شیطانی صفت کا مالک ہوتا ہے جب قدرت کے قوانین کے خلاف کوئی کام کرتا ہے۔ قدرت کے قوانین کو تسلیم کرتے ہوئے انسان کتنا ہی بڑا اور طاقتور کیوں نہ ہو جائے۔ وہ دوسروں کے لئے قطعی مضر ثابت نہیں ہوگا۔ یہ انسان کی بدقسمتی ہے کہ وہ قانونِ قدرت کو جاننے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اور جب اپنی ٹیڑھی چال کی وجہ سے اس کے کاروبار بگڑ جائیں اور سماجی فضا اس سے خراب ہو جائے تو وہ اسکے لئے ذمہ دار اپنے آپ کو قرار نہیں دیتا ہے تب اس راہ کو مطعون کرتا ہے جس پر وہ چلا ہے۔ کسب و معاش کی راہ میں قدرت نے ایک خاص ڈھب کی چال مقرر کی ہے۔ اسکو مغربی دنیا نے اپنے عمل سے ٹھکرا دیا ہے۔ اور اب جب اس کے نتیجہ سے بیشمار فساد پیدا ہو گئے ہیں تو وہ اس امر پر مصر ہیں کہ سرے سے انفرادی کمائی کی آزادی کو ختم کردو۔

اس بحث کے بعد یہ بتانا ضروری ہے کہ اسلام نے وہ کونسے اصول قائم کئے ہیں جس سے غربا اور امراء کے اندر جو نفرت ہے وہ باقی نہ رہے اور نہ ہی انفرادی

کمائی میں وہ فسادات پیدا ہوں جو موجودہ زمانے میں رونما ہو رہے ہیں۔

(۱) پہلا اصول جو اسلام نے قائم کیا ہے وہ یہ ہے کہ بزرگی کا معیار دولت نہیں ہے، نہ ہی کوئی اور چیز۔ بلکہ صرف تقوےٰ اور اعلیٰ کیریکٹر ہے۔ انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی تم میں سے سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے کیونکہ اسلام نے بزرگی و برتری، عزت و دولت کے ایک ہی معیار کا اعلان کیا ہے۔ یہ معیار دولت کی نفی کرتا ہے۔ اگر آج اس اصول کو قائم کیا جائے۔ تو دولت کا بُت فوراً ٹوٹ جائے گا اور غرباء کو اسبات کا اطمینان ہو جائیگا۔ کہ دولت کے بغیر بھی انسان باعزت ہو سکتا ہے۔ اور عزت سے بڑھکر کوئی چیز انسان کو مطلوب نہیں ہو سکتی۔ انسان دولت کا شیدا و متوالا جب ہی ہوتا ہی جبکہ اسکے علاوہ اور کوئی عزت کا معیار نہ ہو۔ بانیٔ اسلام نے الفقر فخری یعنی غربت میرے لئے فخر کی بات ہے کہکر موجودہ زمانہ کے مزدوروں کے لئے ایک بہت بڑا پیغام چھوڑا ہے۔ یاد رہے کہ پیغمبر اسلام حقیقت میں غریب نہیں تھے۔ دنیا دولت کے انبار آپ کے قدموں پر نثار کرتی تھی۔ مگر آپ اپنی کوشش اور اپنی خوشی سے اپنے تئیں نادار رکھتے تھے۔ آج اگر اس نمونہ کو دنیا کے غریب اور امیر دونوں قبول کرلیں تو سرمایہ دار اور مزدور کے اندر جو منافرت ہے وہ فی الفور غائب ہو جائے گی۔

اب مختصراً کچھ اس پروگرام کا بھی ذکر کر دینا ضروری ہے۔ جسے اسلام نے ظاہری حالات کی اصلاح کے لئے پیش کیا۔

(۱) انفرادی ملکیت اور کمائی کی کوئی حد بندی اسلام میں نہیں ہے۔ مگر اسلام حصول معاش میں جایز طریق اور ناجایز طریق کو واضح کر دیتا ہے۔ بعض ایسی چیزیں ہیں جو موجودہ تہذیب میں جائز سمجھی جاتی ہیں وہ اسلام کے نزدیک ناجایز ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی عقل محض کے ذریعہ سے بعض امور کے باریک فسادات کو نہیں دیکھ سکتا اس کے ظاہرا کامیاب نتائج کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے اور یہ کہ مذہب نے خواہ مخواہ اس کو ناجایز قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر مسئلہ سود ہے۔ قرآن نے اسے قطعًا حرام قرار دیا

حرام قرار دیا ہے۔ اس مسئلہ پر جتنی ایچا پیچیاں کی گئی ہیں ان تمام کو قرآن ایک اعلان سے رد کرتا ہے۔ اور وہ اعلان یہ ہے کہ تجارت حلال ہے اور سود حرام مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ایسا کاروبار جس میں نقصان کے خطرہ کا شرکت ہو جائز ہے۔ مگر ہر ایک ایسے کاروبار جس میں نقصان کے خطرات کا شرکت نہ ہو۔ وہ ناجائز ہے۔ انسان کی بدقسمتی یہ ہے۔ کہ یہ صاف اور صریح شریعت کے ارشادات کو ہنس کر ٹال دیتا ہے۔ اور پھر جب دولت کی فراہمی اور تقسیم میں فتور اور فساد پیدا ہوتا ہے تو وہ حیران ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ موجودہ دنیا کا نظام کتنا ہی پیچیدہ کیوں نہ بن چکا ہو۔ اگر انسان چاہے تو شریعت الٰہی کے قائم کردہ اصول کو اصل قرار دینا کوئی مشکل امر نہیں۔ بشرطیکہ اسکو یہ احساس ہو کہ سماجی زندگی کے قوانین وضع کرنے میں محض عقل انسانی کافی نہیں۔ حرمت سود کے علاوہ اور بھی چند صورتیں طلب معاش کی ہیں۔ جن کو شارع اسلام علیہ السلام نے ناجائز قرار دیا ہے۔ ایک ان میں سے وہ طریق ہے، جس کو Monopoly یا اجارہ داری کہتے ہیں ایک اور طریق ہے جس پر اس مصیبت کے زمانے میں لوگوں کی نظر پڑی ہے۔ وہ ہے ذخیرہ اندوزی یا Hoarding اسلام نے اس غلط طریق کو ہر صورت میں ناجائز قرار دیا ہے۔ آج کل جس صورت میں یہ قباحت لوگوں کی نظر میں آئی ہے وہ غلہ اور دیگر اشیائے ضروری کی ذخیرہ اندوزی ہے۔ کاش دنیا اب بھی اسلام کے قوانین دولت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ ذخیرہ اندوزی کی طرح ناجائز نفع اندوزی کو بھی اسلام نے حرام قرار دیا ہے اس طریق کار کے نقصانات کو سمجھانے کے لئے کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کا ہر مرد اور عورت محسوس کر رہا ہے۔

آج ناجائز منافع اندوزی کا فتنہ ہماری ہندوستانی زندگی میں ایک بڑی مصیبت پیدا کر رہا ہے۔ قانون کے ذریعہ سے بڑی کوشش ہو رہی ہے کہ لوگ اس بات سے باز آئیں کہ اپنی دولت کے ذریعے سے چیزوں کو خرید کر چھپا رکھیں اور اس وقت تک بازار میں نہ لائیں جب تک کہ اصل قیمت سے کئی چند زیادہ دام گاہک دینے کو تیار نہ ہو جائیں۔ مگر جیسا ظاہر ہے حکومت کے قوانین کے ساتھ جب تک رعایا کے اخلاقی احساس تعاون نہ کریں

اس وقت تک صحیح معنے میں کوئی اصلاح کامیاب نہیں ہوسکتی۔

ایک اور بات جس میں اشتراکیت کے اصول کو قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں قدرت کے جتنے سامان ہیں جیسے زمین، پانی، روشنی اور ہوا ان کو کسی کی ملکیت تسلیم نہیں کیا جاتا۔ زمین کے متعلق بعض ملکوں میں یہ قانون ہے کہ اس کا اصل مالک بادشاہ یا حکومت ہوتی ہے۔ اسکو اسلام تسلیم نہیں کرتا۔ زمین کا مالک خدا کے بعد وہی ہے جو اس کو استعمال کرتا ہے۔ اور اس کے لئے خراج ادا کرتا ہے۔ اس ایک بات کے ذریعے سے اسلام نے اشتراکیت کی وہ روح پیدا کی ہوئی ہے جس کو سینکڑوں قانون بھی نہیں کر سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ سماجی نظم و نسق کسی فلسفہ دان یا سائنس دان کا کام نہیں ہے اس کے لئے فطرت انسانی کا جو باریک علم درکار ہے۔ وہ کسی سائنس دان یا فلسفی کو حاصل نہیں ہوتا۔ سماجی نظام کو قائم کرنے کے لئے انسانی عقل کے اوپر آسمانی نور کی روشنی پڑنی ضروری ہوتی ہے۔ اسی لئے آج تک جتنی قومیں صفحۂ ہستی پر آئی ہیں۔ اور جن کے بقا میں کوئی استقلال ہے ان سب کی بنیاد کسی نہ کسی مذہبی ہدایت پر ہے۔ مغرب نے ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ وہ مذہب کے بغیر ہی سماجی نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر گذشتہ ربع صدی کے تجربات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ انسانی زندگی کے ایک ہی حصے کو ایک وقت میں دیکھ سکتے ہیں اور اسی لئے جو بھی نظام وہ قائم کریں وہ ایک طرفہ ہوتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مغربیوں کو عنقریب اپنی اس کمی کا احساس ہوگا اور وہ اس بات کی ضرورت کو محسوس کریں گے۔ ایک نیا نظام عالم جس کی وہ ضرورت محسوس کر رہے ہیں اس کا قیام کسی مذہب سے ہی ہوسکتا ہے۔ اور جب وہ اس بات کو سمجھ لیں گے تو ان کے لئے اسلام قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہے گا۔

صراط المستقیم

{از جناب ایم۔ سلطان نظامی صاحب}

بچپن نام ہے نادانی کا اور بڑھاپا مجبوری کا۔ انسان سے بچپن میں جو اعمال سرزد ہوتے ہیں وہ نادانی سے ہوتے ہیں اور بڑھاپے میں مجبوری سے۔ رہی جوانی تو یہ دیوانی ہوتی ہے۔ اور جن اعمال کا انسان اس عالم میں مرتکب ہوتا ہے جان بوجھ کر ہوتا ہے حالانکہ اس وقت میں ظلمت و نور حسن و بدصورتی، پردہ و حجاب اور نیکی و بدی کی تمیز کا شعور پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اچھا ہے یا بُرا لیکن اندھا دھند اس کے انجام کو سوچے بغیر سرگرم عمل رہتا ہے۔ بدن میں خون۔ آنکھوں میں سرور۔ بازو ؤں میں کس بل اور دل میں محبت کا جوش اسے نفسانی خواہشات اور شیطانی وساوس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کر دیتے ہیں اور وہ نفس امارہ کے خطرناک سیلاب کے تند و تیز تھپیڑوں میں بے دست و پا بہا چلا جاتا ہے نہ وہ کسی سے التجا کرتا ہے کہ وہ اسے بچا لے اور نہ وہ خود ہی بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہانتک کہ بھنور میں پھنس جاتا ہے، موت اس کی آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ زندگی کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے لیکن سب بے سود۔

اپنی جوانی کو صحبت بد میں گذارتا ہے۔ والدین کے نام پر کلنک کا ٹیکہ بن کر خود کو بھی تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اور تمام قوے جواب دے چکتے ہیں تو پھر اس کا ماتھا ٹھنکتا ہے کہ جو کچھ اس نے کیا وہ باطل تھا، سراسر دھوکا تھا۔ شیطانی چنگل تھا۔ بڑھاپے کی مجبوریاں اسے جوانی کی بھرپور گناہ زندگی کی یاد دلاتی ہیں۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اپنے گذشتہ گناہوں پر اس کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو ٹپک پڑتے ہیں اور جب وہ اپنے گریبان میں منہ

ڈال کر دل سے گواہی لیتا ہے تو اس کے کانوں میں یہی صدا گونجتی ہے کہ جو کچھ اس نے کیا بہت برا کیا۔

پھولوں کی خوشبو صرف اس وقت تک گلستان کو خمکدۂ ارم بنا سکتی ہے جب تک اس پر جوانی کی نکھار ہو۔ انسان اس کی مہک سے لطف اندوز ہونے کے لئے دور دور سے آتے ہیں۔ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ گھروں میں زیبائش کے طور پر سجاتے ہیں۔ لیکن جونہی اس پر پژمردگی چھائی اس کی خوشبو کافور ہو جاتی ہے۔ پتیاں مرجھا کر بکھر جاتی ہیں۔ وہی پھول جس کو انسان فخریہ اپنی زینت کا سنگار سمجھتا ہے۔ خس و خاشاک ہو جاتے ہیں۔ بعینہٖ ہماری جوانی ہے۔ ہمیں اسکو فضول ضائع کرنیکی بجائے ایسے اعمال صالحہ میں گذارنا چاہیئے کہ جس کی خوشبو سے یہ فضائے عالم معطر ہو جائے لوگ اسکو سونگھنے کے خواہشمند ہوں۔ اور ان اعمالِ صالحہ سے خود کو مزین کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ نوجوان کو شیطانی وساوس سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو غرور و تمکنت سے محفوظ رکھنا چاہیئے جہاں اس کے دل میں غرور پیدا ہوا فوراً اس کے دل سے استغفار نکلنی چاہیئے عالم شباب میں آنے والے ایام پیری کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ شباب کو فضول ضائع کرنا سراسر حماقت ہے۔ عالم رعنائی میں لہو و لعب سے کنارہ کشی کر کے افعال شنیعہ کو ٹھکرا کر اور نفسانی خواہشات کو کچل کر خدائے واحد کے سامنے سربسجود ہونا ہی جہاد اکبر ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبریست وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیزگار

اگر ہم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر غور کریں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ہمارے سامنے عالم شباب کی بہترین مثال پیش فرمائی ہے۔ عنفوان شباب کی رنگین ترین گھڑیاں آپؐ نے غار حرا میں عبادت میں بسر فرمائیں اور جب عالم رعنائی گذر گیا تو پھر شادی فرمائی۔ مگر کس سے۔ ایک پینتالیس سالہ بیوہ سے

حالانکہ اس سے پیشتر اہل قریش صدہا حسین و مہ جبین عورتوں کو حضور صلعم کے نکاح میں پیش کرنے کے خواہشمند تھے۔ آپ نے ان کی خواہش کو قبول نہ فرمایا۔

ایک وہ زمانہ تھا جب نوجوان طبقہ قرآن و حدیث کے اسرار و غوامض کو دریافت کرنے میں سرگرداں نظر آتا تھا۔ اور جہاں جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان ہوا، بیوی بچوں کو چھوڑ جہاد میں شامل ہونے میں نجات اُخروی سمجھتا تھا۔ خود اعمال صالحہ کرنا اور غیر مذاہب میں اسلام کی اشاعت کرنا ان کا فرض اوّلین ہوتا تھا۔ اس کے بالمقابل آج یہ زمانہ ہے کہ اسی نوجوان طبقہ میں اسلام صرف نام ہی کو رہ گیا ہے۔ قرآن و حدیث سے بے بہرہ اور دنیوی مشاغل میں منہمک نظر آتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ کیا حکومت نے ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سب اسلئے ہے کہ ہم اپنے نفس کے تابع ہو گئے ہیں۔ دنیا کی حرص و ہوس ہمیں نہیں چھوڑتی۔ اس کا نتیجہ آخر کار دنیا اور اُخروی زندگی ہر دو میں بربادی اور رسوائی ہوگا۔

ہم میں سے ہر مسلمان اور خاص طور پر نوجوانوں کو اپنی اصلاح کے لئے مندرجہ ذیل اصولوں پر ضرور عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۱) ہر ایک شخص کی روزی مقسوم ہے۔ جو زیادہ اور کم نہیں ہو سکتی اس لئے ہمیں زیادہ کے طلب کرنے کے خیال کو حرف غلط کی طرح اپنے دل سے مٹا دینا چاہیئے (لیکن تلاش روزگار میں جد و جہد ضرور جاری رکھنی چاہیئے)

(۲) حقوق اللہ کی ادائیگی میں بالکل کوتاہی نہ کرنی چاہیئے

(۳) موت سے پیشتر ہمیں توشۂ عاقبت کے سامان کی فراہمی میں مشغول رہنا چاہیئے۔

(۴) خداوند تعالےٰ ہمارے حالات سے آگاہ ہے۔ اس کی خشیت ہمارے قلوب پر ہر وقت طاری رہنی چاہیئے۔ اور بد اعمال سے روگردانی کرنی چاہیئے تاکہ قیامت میں ہمیں اس کے حضور شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جوان کی ایک رکعت بوڑھے کی دس رکعتوں سے افضل ہے۔ اور جوان کی توبہ اللہ تعالےٰ دوست رکھتا ہے۔ اس کی ایک دن کی توبہ

ہزار شہید کے ثواب کے برابر ہے۔ ہم کیسے اندھے ہو گئے ہیں کہ اتنا ارزاں سودا قبول نہیں کرتے۔ ہمیں عالم شباب کو مہمان سمجھنا چاہیئے۔ اور اسی طرح اس سے سلوک بھی کرنا چاہیئے۔ تاکہ حقیقی میں خوار نہ ہوں۔ کیونکہ آیندہ ہم وہی کاٹیں گے جو یہاں پر بوئیں گے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

"وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیر

جو کچھ تم اپنی جانوں کے لئے آگے بھیجو گے نیکی سے اسکو اللہ کے نزدیک پاؤ گے تحقیق اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے"۔

اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے:۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ٥ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔" تو جو کوئی ایک ذرہ کے وزن کے برابر بھلائی کرتا ہے اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ایک ذرّہ کے وزن کے برابر بدی کرتا ہے اسے دیکھ لے گا"

اگر ہم کوئی گناہ کسی ایسی جگہ پر کریں جہاں ہمیں یہ گمان غالب ہو کہ ہم بالکل محفوظ ہیں اور ہم کو کوئی نہیں دیکھتا۔ لیکن ہمیں اس عالم الغیب کی ہستی کو نہ بھولنا چاہیئے جو ہمارے ہر ایک کردار کو دیکھتا رہتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالےٰ کے قائم کردہ حدود سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔ جوانی چند روزہ ہے۔ ڈھلتی پرچھائیں ہے۔ جو کل تھا وہ آج نہیں اور جو آج ہے وہ کل نہ ہوگا۔

خدا ہم سب کو توفیق بخشے کہ ہم ایام جوانی کے رنگین عالم کو نفس امارہ کی دست برد سے بچا کر اللہ عزوجل کی عبادت میں گزاریں تاکہ جسمانی اور روحانی طمانیت نصیب ہو۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

بنی نوع انسان کا مذہب

رمضان

{از قلم جناب ربیع الکریم صاحب ایم ایس سی}

سلسلہ کے لئے اشاعت اسلام صفحہ ۱۴۷ ملاحظہ فرمائیے

ماہ صیام بنی نوع انسان کے قلوب کو پاکیزہ و منزہ اور انہیں قعر عمیق سے نکال کر بام عروج پر پہنچا کر مسرت و شادمانی کے نغمات سے معمور کرنے کے لئے ہر سال اس ربع مسکوں پر نزول فرماتا ہے ان دنوں میں ایک مومن صفت انسان کا دل دنیا کی تمام الجھنوں سے بیگانہ، تفکرات سے آزاد، تمام آلائشوں سے پاک نہایت ہی امن و سکون میں ہوتا ہے۔ یہ جلیل القدر قرآن کریم خدا تعالیٰ کا الہامی فرمان ہے ....

..... اور یہ وہ ابدی پیغام ہے جو انسانوں کو مذہب کی نوید جانفزا دیتا ہے۔ اور دنیا کے دیگر دھندوں سے بیگانہ رکھتا ہے اور یہی وہ حقیقی پیغام ہے جو چپکے ہی چپکے بنی نوع انسان کے دلوں میں اطمینان و تسکین کے جذبات ہر سال بھرتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خالق حقیقی بھولے ہوئے اور گمراہ انسانوں کو غفلت کی نیند سے بیداری کا سندیسہ دیتا ہے اور دنیا کی مادی قیود اور پابندیوں سے آزاد کرتا ہے اور رب عز و جل کا یہ پیغام پہنچاتا ہے کہ اے غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے انسانو! جاگو۔ اپنے آرام و آسائش کو بھول جاؤ، اور تمہاری یہ جسمانی بھوک حقیقی بھوک نہیں ہے تم ہر روز ہزاروں قسم کے دغا و فریب، حرص و آز۔ طمع و لالچ۔ مکر و جھوٹ کے بکھیڑوں میں پھنسے رہتے ہو۔ یہ تمہیں زیبا نہیں۔ تمہاری روح زندہ۔ تمہارا ایمان پختہ ہے، اور تم امانت و دیانت کے حامل ہو۔ اور آسمان پہ تمہارا مقام روحانیت کے جان بخش ماحول میں واقع

ہے۔ اور تمہاری خوراک خدا تعالےٰ کی یاد اور اس کی عبادت و ریاضت ہے

اے نیند کے متوالے انسانو! ۔ اٹھو۔ غفلت کی نیند کے بیٹریوں سے آزاد ہو کر اپنے جسم پر ضبط رکھو۔ اپنی تمام بری خواہشات کو دل سے نکال کر اسے زہد و تقدس اور پاکیزگی کے سورج سے منور کرو تاکہ تمہیں تقوےٰ، طہارت، زہد۔ تقدس نیکی اطمینان قلب اور نجات حاصل ہو۔ یقیناً ماہ رمضان یہی پیغام جانفزا لیکر ہر سال خالق ارض و سما کی طرف سے نازل ہوتا ہے .... کس قدر یہ جلیل القدر پیغام ہے۔ اس پیغام کے سنتے ہی مومن صفت انسانوں کے دل سے روحانیت کا دریا امڈ آتا ہے اور سوئے ہوئے مردہ اور مسحور انسان یہ پیغام سن کر بیدار ہو جاتے ہیں اور رب عزوجل کی عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

روزہ دار آٹھ سالہ بچے کے پژمردہ لیکن سکون آفرین چہرہ کا ملاحظہ کرو۔ اور پھر ایک عادی مجسمۂ عبادت و ریاضت روزہ دار کا مقابلہ ایک غیر روزہ دار سے کرو۔ تو ان کی طبیعتوں کے تفاوت سے کیا یہ بات واضح نہیں ہوتی ہے کہ ماہ رمضان زہد و تقدس، تقوےٰ و طہارت کا پیغام لے کر خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ ان ایام میں شریر سے شریر انسان کا دل بھی گناہ کرتے ہوئے لرزتا ہے اور بڑے سے بڑے دغاباز آدمی کا دل بھی دغا اور فریب، جھوٹ اور مکر کرتے ہوئے کانپ جاتا ہے۔ چور ان دنوں چوری سے گریز کرتا ہے۔ جھوٹا جھوٹ بولنے سے باز رہتا ہے۔ دغاباز دغا سے پرہیز کرتا ہے اور اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ شخص جو نماز کے قریب کبھی خواب میں بھی نہیں جاتا، اور ہر وقت ظلم و ستم اور دغا و فریب میں مشغول رہتا ہے اس سے بھی جب روزہ کے متعلق دریافت کیا جائے تو یہ تسلیم کرتے ہوئے اسکا رنگ بھی زرد پڑ جاتا ہے کہ اس نے روزہ نہیں رکھا ہوا۔

جب ہم اس کی یہ کیفیت دیکھتے ہیں تو ہمیں فوراً یہ یقین ہو جاتا ہے کہ خالق ارض و سما کا یہ پیغام کس قدر پاکیزہ و منزہ ہے۔ کتنا دلربا اور دل آویز ہے۔ کتنا مسرت آفریں اور کتنا دلکش ہے۔ ان دنوں گناہ کرتے ہوئے روح لرزتی، دل کانپتا اور ہاتھ تھرتھراتے

ہیں۔ ماہ رمضان کا یہ مہینہ کس قدر پیارا ہے لیکن وہ شخص جوان ایام میں بھی بیدار نہیں ہوتا اور زہد و اتقاء سے اپنے دل کی نفسانی اور مادی خواہشات پر قابو نہیں پاتا اس کے لئے اس دنیا میں کوئی امید نہیں، اسکا جسم گما حقہٗ مردہ ہوچکا ہے۔ وہ نفسانی خواہشات اور شیطانی تحریکات کی زنجیروں میں قید ہے اور صرف اسی خیال پر مطمئن ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں دیکھتا لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ اس کی آئندہ زندگی نہایت ہی تیرہ و تار ہے۔ اس پر ادبار۔ مایوسی اور ناکامی کی گھٹائیں محیط ہیں، جب اسکا یہ جسم برباد ہوجائے گا، اس میں تاب و تواں باقی نہیں رہے گی تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کے کھڑا ہونے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

پس ابدی راحت اور اطمینان حاصل کرنے کے لئے اور اس مادی جسم پر قابو پانے کے لئے ہی یہ تیس دنوں کے روزے مقرر کئے گئے ہیں تاکہ ان ایام میں نہایت ہی صبر، سکون اور اطمینان سے اپنے دل کو تمام آلائشوں سے پاکیزہ و منزہ کرنے اور اپنے کو خالق حقیقی کی عبادت و ریاضت کا عادی بنالے۔ یہ تیس دنوں کے روزے، یہ پابندی، یہ پرہیز۔ اور دنیاوی چیزوں سے تیس دن تک ہر سال علیحدگی انسان کو مادیت کے پھندے اور دباؤ سے چھڑانے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ ان دنوں میں انسان شیطانی خواہشات، حرص اور لالچ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے دل میں خدا کا خوف۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھر جاتے ہیں حیوانیت سے انسانیت کی طرف مائل اور راغب کرنے کے لئے یہ کیا ہی خوبصورت اقدام ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مائل بہ حیوانیت اور پر شہوت اور مست جسم سوائے ان تیس دنوں کی سختیوں کے انسانیت کی طرف راغب نہیں ہوسکتا۔ ایک یا دو دن کے روزے اس مادی دنیا کی دلچسپیوں اور مکر و فریب سے انسان کو آزاد نہیں کرسکتے اس چنگل سے آزاد ہونے کے لئے تو لگاتار اور مسلسل کوشش کی ضرورت ہے دنیاوی دلچسپیوں سے یکایک آزادی حاصل نہیں ہوسکتی۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک لمبی نفس کشی۔ اور نفس کے خلاف ایک مستقل جہاد کی ضرورت ہے۔ ورنہ انسانی خواہشات

اور نفسانی جذبات کبھی دبتے نہیں۔

لمبے روزہ سے جسم کمزور اور نحیف ہو جاتا ہے اور جسم میں جو حیوانی خواہشات ہیں ان کی طاقت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اور انسان کا دل حیوانیت اور نفسانیت کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ بلکہ نہایت ہی امن وسکون اور تسلی واطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے۔

جس طرح کہ ایک طوفانی رات کے بعد گلاب کی پتیاں شبنم آلود ہو کر بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اور اطمینان وسکون پیار ومحبت کے خورشید انور کی روپہلی کرنیں دلوں کی کدورتوں کو صاف کر کے تسلی واطمینان بخشتی ہیں۔ کنول کا پھول آہستہ آہستہ اس منور درخشاں دنیا میں شگفتہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مادی دنیا کی تاریکی آہستہ آہستہ چھٹتی اور اس کی جگہ نور یزدانی کی درخشاں شعاعیں انسانی دل کی تاریکیوں کو دور کر کے منور کرتی ہیں۔

ماہ رمضان کی تعریف کا ایک روشن، دلپذیر اور عظیم الشان پہلو آپ کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے اب میں اس کے دوسرے پہلو کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں، اور کوشش کروں گا کہ ٹھنڈے اور دلکش سایہ کو روپہلی کرنوں سے ملا کر آپ کی خدمت میں پیش کروں، یہ ماہ رمضان ہی ہے جو بنی نوع انسان کے لئے بہتری و بہبودی، سکون واطمینان، اور پیار ومحبت کی نوید جانفزا لاتا ہے۔ یہ وہ چشمۂ سلسبیل ہے جس سے پیاسے اور خشک گلے تر ہوتے اور اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہ جلے ہوئے جسم اور زخمی دلوں کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ یہ مفلس ونادار لوگوں کا ہمدرد اور زخمی ومجروح لوگوں کے دل کی تسلی کا باعث ہے۔ یتیم اور مسکین، بیمار اور نادار محتاج اور اپاہج۔ بھوکے اور ننگے سارا سال اس کی آمد کے لئے دست بدعا رہتے ہیں اور ہزاروں غریب گھرانے اس کی آمد کے بدیں وجہ متمنی ہوتے ہیں کہ رب عزوجل اس ماہ رمضان میں اپنے الطاف وکرم اور عنایات وبخشش کی بے پناہ بارش بنی نوع انسان پر فرماتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ فرزندان توحید کے قلوب بھی ان ایام میں زہد وتقدس، تقویٰ وطہارت اور پیار ومحبت کی مجسمہ تصویر ہوتے ہیں، وہ بد قسمت انسان جو اپنا پیٹ بھرنے کے لئے در بدر بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ ان دنوں اسکے

سامنے نہ ختم ہونے والے غلہ کے ذخیرے دکھائی دیتے ہیں، اس کی بھوک کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اسے حاجت اشتہا باقی نہیں رہتی۔ رنجور و ملول، غمگین و اندوہگین انسان جو خدا تعالےٰ کے فضل اور اس کی رحمتوں کے حصول کے لئے سارا سال چشم بہ آب رہتا ہے وہ ان دنوں اس کی رحمتوں کی بارش میں نہاتا اور اس کی محبت کے دریا میں غوطے لگاتا ہے۔ وہ بدقسمت انسان جس نے سارا سال پھٹے پرانے چیتھڑوں میں بسر کر دیا، وہ نئے اور بیش قیمت کپڑوں میں ملبوس نظر آتا ہے۔ وہ غریب انسان جو اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود بھی اپنی اور اپنے کنبہ کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا۔ اس بابرکت مہینہ میں خدائے تعالےٰ کے فضل و کرم کے ذخیرے حاصل کر کے مستغنی ہو جاتا ہے۔ خوراک و لباس۔ زر و جواہر، مال و دولت کے بیشمار ذخائر خالق ارضی و سماوی کی طرف سے اس مہینہ میں بندوں پر نازل ہوتے ہیں۔ اور اس کی رحمتوں کی شیریں اکسیر دنیا کے پیاسے انسانوں کے لئے تسکین کا باعث ہوتی ہے۔ ان دنوں تمام رنج و غم، مصائب و آلام اور خواہشات ختم ہو جاتی ہیں اور ہر ایک مسلمان کے چہرہ پر مسرت و شادمانی، سکون و اطمینان کے دلکش و دلپذیر آثار ہویدا ہوتے ہیں اور ان کے گھروں میں خوشیاں کھیلتی ہیں، اس کے مالک حقیقی کی عنایات امیر و غریب، مفلس و تونگر، نادار و توانا۔ بیمار و تندرست پر یکساں ہوتی ہیں۔ اور تاریک سے تاریک اور غمگین سے غمگین رات میں بھی ان کے گھروں سے مسرتوں اور شادمانیوں کے نغموں کی صدائیں بلند ہوتی سنائی دیتی ہیں، ہر صاحب توفیق اور تونگر آدمی غریبوں اور محتاجوں میں کھانا، کپڑے اور روپیہ نہایت ہی فراخدلی سے تقسیم کرتا ہے۔ طاقت ور کمزوروں کی دستگیری کرتے ہیں۔ تندرست بیماروں کے غم میں شریک ہوتے اور ان کے پاس بیٹھ کر پہروں ان کی ہمدردی کرتے ہیں، گویا بنی نوع انسان کی فطرتی محبت اور برادرانہ ہمدردی کے تمام پوشیدہ جوہر منصۂ شہود پر آجاتے ہیں۔ ہر مومن کی آواز میں نرمی، دل میں صفائی، خیالات میں پاکیزگی قلب میں بنی نوع انسان کی ہمدردی اور آنکھوں سے لطف و کرم کے جذبات جلوہ گر ہوتے ہیں۔

وہ لمحہ جو کسی پر سختی کرنے کے لئے بجلی کی طرح اٹھتے تھے۔ وہ ان دنوں نرم و نازک ہو جاتے ہیں۔ اور وہ زبان جو سخت کلامی کی وجہ سے ہزاروں بنی نوع انسان کے جذبات کو مجروح کر چکی تھی۔ ان دنوں اس سے شیریں کلامی کے دلکش الفاظ سننے والوں کے کان میں امرت ٹپکاتے ہیں۔

ماہ رمضان کی یہ دلکش اور عظیم الشان تصویر ہے یہ سکون بخش اور مسرت آفرین صبح کی روپہلی کرنیں ہیں۔ یہ غمزدہ دل کے لئے خوشی، مایوسوں کے لئے امید۔ بیقرار دل کے لئے چین اور نابینوں کے لئے بینائی کے پیغام کا مژدہ جانفزا ہے۔

جب ماہ رمضان گوناگوں لطف وکرم کی جلو میں جلوہ گر ہوتا ہے، تو غم کے آنسو ہمدردی اور رحم کے درخشاں موتیوں میں متبدل ہو جاتے ہیں۔ اور دل خوشی کے بے پناہ جذبات سے بھرپور ہو جاتا ہے۔ ہر طرف مسرتیں اور شادمانیاں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ ناکامی کا لفظ کہیں سنائی نہیں دیتا۔ سکون اور اطمینان کی نسیم جانفزا کے جھونکے پژمردہ دلوں کو شگفتہ کرتے ہیں۔ اور ہر روزہ دار کے چہرے سے جو خوشی کے آثار ہویدا ہوتے ہیں وہ اس کے سکون دل کی زبان حال سے ترجمانی کر رہے ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف سے جو قوت اور طاقت اس کے دل میں بھری جاتی ہے اس کی کیفیت سے ایک غیر مسلم اور غیر روزہ دار کس طرح آگاہ ہو سکتا ہے، وہ ایک روزہ دار کو روزہ کی سختی برداشت کرتے ہوئے ہنسے گا ضرور لیکن وہ بدقسمت انسان روزہ کی لذت خوبی۔ شیرینی اور فرحت سے آگاہ نہیں اور نہ ہی وہ اُسے محسوس کر سکتا ہے۔

جب انسان ایک لذیذ اور اچھی چیز کے کھانے کا عادی ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کی لذت کی کشش کم ہو جاتی ہے۔ ٹھنڈا اور فرحت آفرین پانی گرم محسوس ہوتا ہے اس سے ذائقہ اور خوشبو مفقود ہو جاتی ہے۔ ایک خوبصورت چہرے کو بار بار اور متواتر دیکھنے سے اس کی خوبصورتی کی کشش زائل ہو جاتی ہے۔ اگر گلاب کی شیریں خوشبو سے بار بار لطف اٹھایا جائے تو اس کی خوشبو ماند پڑ جائے گی۔ اس طرح وہ آدمی جو ہمیشہ پرتکلف کھانے کھاتا ہے، وہ یہ محسوس نہیں کر سکتا ہے کہ رب عزوجل کی یہ کس قدر بڑی

نعمت ہے اور اس میں کیسی کیسی لذتیں اور خوبیاں اللہ تعالٰے نے بھر دی ہیں۔ وہ آدمی گو اپنا پیٹ اچھے اچھے کھانوں سے بھر لیتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ بھوکا ہوتا ہے۔ اور وہ یقیناً پیاسا ہوتا ہے گو وہ فرحت آفریں پانی سے اپنی پیاس بجھاتا ہے۔ یہ چیزیں اُسے کچھ بھلی معلوم نہیں ہوتیں۔ وہ ان کے ذائقوں اور خوبیوں کی لذت سے ناآشنا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی خواہشات کے دباؤ کی وجہ سے ہمیشہ بے قرار بے چین رہتا ہے۔ لیکن جب ایک روزہ دار مسلمان جو محض اللہ تعالٰے کی رضا اور خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہوئے روزہ رکھتا ہے اور سارے دن کے روزہ کے بعد ایک پانی کا گلاس پیتا ہے تو اسے کسی قدر فرحت اور راحت محسوس ہوتی ہے اور اس کے معمولی کھانے سے کیسی خوشگوار اور جان بخش خوشبو نمودار ہو کر اس کے دل کو کتنا مسرور کرتی ہے اُس کا دل خدا تعالٰے کی عنائیتوں، بخششوں اور رحمتوں کی بارش سے سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے اور وہ خدا کا کتنا شکر ادا کرتا ہے اور اس کا ممنون احسان ہوتا ہے اور بار بار کہتا ہے کہ اے باری تعالٰے میں کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں کہ تو نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کی ہیں زندگی کی جدوجہد اور دن بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد ایک روزہ دار کے لئے افطاری کا وقت کتنا سہانا اور کیسا پیارا ہوتا ہے۔

رمضان کا سارا مہینہ اطمینان بخش اور سکون آفرین ہوتا ہے۔ اس کے ہر لمحہ سے شیریں اور محبت بھری آوازیں بلند ہو کر فضا میں ایک دلکش منظر پیدا کرتی ہیں۔ عبادت ریاضت کی وجہ سے دل کا اطمینان اور سکون اسے ہر لحاظ سے دلکش بنا دیتا ہے۔ اور انہی صفات حسنہ کی وجہ سے یہ ہمیں نہایت ہی عزیز اور حسین معلوم ہوتا ہے۔ ایک عابد و زاہد اپنے دل میں دعا کرتا ہے کہ اے میرے ملجا و ماوٰی۔ ماہ رمضان۔ میری زندگی کے خشک صحرا پر ایسا ہی ابر نیساں بن کر برسیو، کہ جس سے اس خار دار جھاڑیوں والی زمین میں رنگا رنگ کے خوشبودار پھول نمودار ہوں تاکہ میرے خزاں زدہ گلشن میں بہار آجائے۔ اے ماہ رمضان۔ ایسا سورج بن کر چمکیو۔ جس سے میری

تاریک زندگی منور ہو جائے۔ اے ماہ رمضان اس مالک حقیقی اور خالق ازلی کی نعمتوں کی بارش بن کر میرے پاس آ، تاکہ میری سب کلفتیں دور ہو جائیں۔ مایوسیاں امیدوں سے بدل جائیں اور رنج راحت بن کر دکھائی دیں۔

تیری ہی آمد پر ہم زندگی کے حقیقی لطف سے آشنا ہوئے ہیں اور ہماری حیوانی خواہشات انسانیت کی بہترین شکل اختیار کرتی ہیں۔ تیری ہی آمد کے ذریعہ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم حیوان نہیں۔ ہم ذلیل نہیں، ہم رسوا نہیں ہم انسان ہیں ہم ہیں بنی نوع انسان کی ہمدردی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور ہم ایک فرحت و شاداں مسرور خنداں خاندان کے رکن ہیں۔

تیری ہی آمد سے ہمیں اپنے غریب و محتاج مفلس ونادار بھائیوں کے دکھ درد کا احساس ہوتا ہے۔ اور ہم اُن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان سے ہمدردی کرتے ہیں، روتے ہوئے انسانوں کے آنسو پونچھتے ہیں۔ اور دکھیاماؤں کے لئے تسکین کا باعث بنتے ہیں۔

تیری آمد ہمیں مادیت کے سنہری جالوں سے آزادی اور اس کے روپہلی پھندوں سے نجات دلاتی ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ ہم نفسانیت کے پتلے ہیں لیکن ہمیں ماہ رمضان متقی و پرہیزگار۔ زاہد و عابد۔ اور اپنے خالق حقیقی کی ہستی کو پہچاننے کے قابل بناتا ہوا یہ بتاتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی عبادت میں ہی ہماری نجات ہے فرحت اور شادمانی کا راز مضمر ہے اسی مہینہ کے ذریعہ ہم دنیاوی رنج وغم سے آزاد ہو کر حقیقی خوشی اور دائمی سکون حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی مہینہ ہمیں انسانیت کے فرض کی یاد دلاتا ہے۔

اے ماہ رمضان ہم تیری ہی آواز پر غفلت کی نیند سے بیدار ہوتے ہیں، اور دنیا کے بیشمار گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ تو ہماری مسرت و شادمانی کا باعث ہے آ۔ تو خدائے تعالیٰ کی الطاف و عنایات کے جلو میں آ۔ ہم تیرا نہایت ہی مسرت و شادمانی سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ تو آ اور ہر سال اسی اپنی شان یکتائی سے آ۔ کہ ہماری سب کلفتیں دور ہو جائیں۔ رنج راحت میں بدل جائیں۔ تو امن وسکون کا پیغام لے کر آ۔

تو بہجت آفرینی کی نوید جانفزا لیکر آ ۔ آتا کہ ہم ابدی راحت حاصل کریں اور دنیا کے تمام رنج وغم کو بھول کر اس مالک حقیقی سے لو لگائیں، اور ہمیشہ تیری ہی شان نزول کے گیت گائیں ۔ آ، اور رحمتوں کی بارش برساتا ہوا آ۔ (مترجم اے۔ رشید احمد)

مکتوبات ووکنگ

کیمرج ۔ مورخہ ۴ راگست ۱۹۴۳ء

مکرم بندہ ۔ اپنی زندگی کے گذشتہ چند سال مشرقی ممالک میں گذارنے کی وجہ سے مجھے آپ کے مذہب سے دلچسپی ہوگئی ہے۔ اگر آپ اس پر مزید روشنی ڈال کر میری معلومات میں اضافہ فرما دیں تو میں بہت ممنون ہوں گا۔ شاید میں ووکنگ آپکی خدمتمیں حاضر ہوں اور آپ میں سے کسی کے ساتھ اس موضوع پر تبادلۂ خیالات کر دں۔ فقط ۔

آپ کا صادق۔ بی۔ ایم

مانچسٹر ۔ مورخہ ۱۲ راگست ۱۹۴۳ء

مکرم بندہ ۔ کچھ عرصہ سے مجھے اسلام سے گہری دلچسپی ہوگئی ہے اور میں اہل اسلام کے مذہب کی بہت قدر کرتا ہوں۔ میرے پاس قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا ایک نسخہ بھی ہے۔

میں آپ کی خدمت گرامی میں یہ خط اس غرض سے تحریر کر رہا ہوں کہ آپ ازراہ نوازش مذہب اسلام پر انگریزی میں ایسا لٹریچر مطالعہ کے لئے تجویز فرما دیں جو اسلام کی موڈرن کیفیت پر روشنی ڈال سکتا ہو۔ اس کے علاوہ جو مزید معلومات مجھے بہم پہنچائیں گے اس کا میں تہ دل سے ممنون ہوں گا۔

متوقع ہوں کہ آپ اسکا جواب اوّلیں فرصت میں دے کر مجھے شکریہ کا موقع

ہم پہنچائیں گے۔ فقط۔ آپ کا خادم۔سی۔جی۔آر۔

لسٹر۔ مورخہ ۱۶ راگست ۱۹۴۳ء

میرے پیارے امام صاحب۔

آپ کا گرامی نامہ مجھے ہفتہ کے روز موصول ہوا۔ میں آپ کا نہایت ہی شکر گذار ہوں۔ اور میں اس کا بھی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی اسلامی برادری میں شامل کر لیا ہے۔

مجھے یقین واثق ہے کہ مسیحیت سے تعلق منقطع کرنے کے بعد میں حضرت محمد صلعم کی تعلیمات کے مطالعہ سے سکون قلب حاصل کروں گا۔

میری یہ دلی خواہش ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کے متعلق معلومات حاصل کروں اور اس کے طریق عبادت اور دیگر اصولوں سے آگاہی پاؤں۔ لیکن موجودہ حالات مجھے اجازت نہیں دیتے۔ لیکن صحت کی خرابی کی وجہ سے میں بہت جلد رخصت لیکر ووکنگ میں آپ سے ملاقی ہونگا۔

آپکے خط کی السلام علیکم سے ابتدا مجھے ان دنوں کی یاد دلاتی ہے جبکہ میں ہندوستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ میں پٹھان قبائل میں مقیم تھا اور میں نے اردو زبان سیکھی تھی۔ اب چونکہ میں نے اس زبان کو ۱۹۲۹ء سے استعمال نہیں کیا بدیں وجہ میں سے قدرے فراموش کر چکا ہوں۔ اب میں عربی زبان سیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تاکہ قرآن کریم کو اصلی زبان میں مطالعہ کر سکوں، میں آپ کا از حد ممنون ہونگا اگر آپ از راہ نوازش اسلامی نماز کی ایک انگریزی کی کتاب بھیجدیں تاکہ میں اسے مطالعہ کر سکوں،

فی الحال میں اسلامی اصولوں اور عبادت سے بالکل بے بہرہ ہوں، اور بہت جلد انہیں جاننا چاہتا ہوں۔ میں متوقع ہوں کہ آپ مجھ سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھ کر مجھے ممنون فرماویں گے۔

آپ کا صادق۔ سی۔ این۔ لفٹنٹ

مکتوبات

داعی اسلام جناب سکرٹری صاحب ووکنگ مسلم مشن لاہور

تسلیم! میں پہلے اپنا مختصر تعارف کراتا ہوں، بعد کو اظہار مافی الضمیر کرتا ہوں۔

میرا نسبی لگاو سورج بنسی چھتری خاندان سے اور مذہبی آریہ دھرم سے ہے، میں نے اپنے مذہب کی اکثر کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، خصوصاً سوامی دیانند جی اور پنڈت لیکھرام جی کی تصنیفات کا۔ ان کتابوں کے مطالعہ کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ:-

"مذہب انسان کے لئے دائمی نجات کا کوئی راستہ نہیں بتاتا، اور آج ترقی و تمدن کے زمانہ میں انسان مذہب کے پھندے میں پھنسکر بجائے ترقی کے رجعت قہقری کرنے اور اوپر سے نیچے آنے لگتا ہے، اور انسان کو سزا و جزا کے لئے بذریعہ آواگون کبھی بندر، بلی، سور، کتا اور کبھی کیڑا مکوڑا بننا پڑتا ہے، اس آواگون کے چکر سے اسے کبھی نجات نہیں اور خالق کائنات مجبور ہے وغیرہ وغیرہ، میں نے ان شکوک کے ازالہ کیلئے اپنے پنڈتوں کی طرف رجوع کیا، مگر وائے ناکامی کہ ان کے پاس میرے لئے بجائے ازالہ، ازدیاد تھا، اور مجھ پریشان خیال کے ساتھ ہمدردی کرنے، باخلاق پیش آنے، اور نرمی سے باستدلال جواب دینے کے غصہ اور بداخلاقی اور درشت کلامی تھی، جب میں نے یہ دیکھا تو مایوس ہوکر ایک پادری صاحب سے خفیہ طور پر ملا کہ یہاں ان اعتقادی الجھنوں کو سلجھاؤں اور اپنی روحانی پیاس بجھاؤں، مگر پادری صاحب سوائے حسن خلق کے اور تمام باتوں میں پنڈت جی ہی کی طرح نکلے، بلکہ ان کے جواب سے مجھے یہی معلوم ہوا کہ عیسائیت آریہ دھرم سے بھی گیا گذرا ہے، پھر میں اپنے ایک مسلمان دوست کے مشورہ سے جو میرے خیالات سے واقف ہیں یہاں کے مقامی مولنا صاحبان کے پاس جانا چاہتا تھا، مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ بات پھیل نہ جائے اور میرے ماتا پتا، اور برادری کے لوگوں کو خبر نہ لگ جائے، اور وہ مجھے ہدف مظالم نہ بنانا شروع کردیں، اس لئے

میں آپ کی تبلیغی مشن کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ امید ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات کا کوئی انتظام کرکے میرے روحانی پیاس کے لئے آپ ہدایت روانہ فرمائیں گے۔

(۱) جب عقل ہماری رہبری کرسکتی ہے تو مذہب کی کیا ضرورت ہے؟

(۲) اگر مذہب کی ضرورت ہے تو یہ صرف جسم کے لئے ہے یا روح کے لئے بھی؟

(۳) مذہب موجب فتنہ ہے یا باعث امن وشانتی؟

(۴) اسلام خدا کے وجود پر کیا دلائل پیش کرتا ہے؟

(۵) خدا کی وحدانیت کی نسبت اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

(۶) کیا روح کے لئے دائمی نجات نہیں، اور مکافات عمل کے لئے عقیدہ تناسخ صحیح ہے؟

(۷) کیا اسلام بھی سائنس اور تمدن وترقی کے خلاف ہے؟

(۸) پیغمبر اسلام کے خدا کے جانب سے ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

(۹) دائرہ اسلام میں آنے کے بعد فرقہ بندیوں میں تو گھرنا نہیں پڑتا، اور پھر یہ شیعہ، سنی حنفی، وہابی کا کیا بکھیڑا ہے۔

امید ہے کہ اسلام اس باب میں میری رہنمائی کرے گا اور میری روحانی پیاس کے لئے آب ہدایت سے سیراب کرے گا۔

بلدیو سنگھ معرفت حافظ خلیل احمد صاحب انصاری۔ تاجر کتب۔

ہمایوں باغ۔ کانپور (یو۔پی۔)

مکرم بندہ۔

تسلیم۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ جوابی کارڈ استعمال نہ کرسکے۔ جواب لمبا تھا۔ کارڈ میں اس کے لئے گنجائش نہ تھی۔ آپ کے سوالوں کا جواب درج ذیل ہے۔

جواب نمبر ۱۔ عقل محض ہماری رہبری نہیں کرسکتی، عقل کی دوڑ اس کائنات کو دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہی ہوسکتی ہے۔ کہ وہ کہدے کہ کوئی خدا ہونا چاہیئے۔ مگر خدا واقعی ہے۔ اس کا ثبوت خدا عقل وحی سے خود ہی ہم پہنچا سکتا ہے۔ اسی طرح زندگی کے اور معاملات میں

بھی جس سے انسان کے اخلاق، معاشرت اور روحانیت کا تعلق ہے۔ عقل کا فتویٰ اکثر ناقص ہوا کرتا ہے۔ وحی آلٰہی ہی صحیح اور یقینی فیصلہ ان امور میں دے سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج تک جتنی قومیں وجود میں آئی ہیں، ان کی بنیاد کسی نہ کسی مذہب پر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وحی اور عقل میں کوئی تضاد ہے یا وحی عقل کو مسترد کر دیتی ہے، بلکہ عقل کا تعلق وحی سے ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک خوردبین کو یا دوربین کو انسان کی آنکھ سے ___ عقل کی نامکمل روشنی کو وحی منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔ اس کا ممد و معاون بن جاتی ہے۔

جواب نمبر ۲:۔ مذہب کے دو مقصد ہیں۔ اس دنیا میں بھی یہ انسان کے لئے امن، سکون اور راحت پیدا کرتا ہے اور آخرت کے لئے بھی خوشی اور امن کا سامان مہیا کرتا ہے۔ زیادہ زور مذہب کا روح پر ہے۔ کیونکہ یہ دائمی چیز ہے۔ اور جسم ایک وقتی شئے ہے۔ مگر صحیح روحانی خوشی کے بغیر انسان کی دنیوی زندگی بھی خوشگوار نہیں ہو سکتی، علاوہ اس کے جہاں تک اس دنیوی زندگی کا سوال ہے روح اور جسم ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اسلئے دونوں کے باہمی تعاون سے ہی انسان کی فلاح ہے۔ اسی وجہ سے مذہب میں جہاں انسان کو خالص روحانی غذائیں بہم پہنچاتا ہے وہیں جسمانی کاروبار میں بھی ایک نظام اور ضابطہ پیدا کر کے روح کی نشوونما کے لئے بالواسطہ فضا پیدا کر دیتا ہے۔

جواب نمبر ۳:۔ مذہب ہمیشہ شانتی اور امن کا پیغام اور ایک نمونۂ عمل انسان کیلئے لاتا ہے۔ مذہب کے نام لیوا لوگ البتہ کئی دفعہ فساد پیدا کر لیتے ہیں۔ مگر اس کے لئے مذہب قصور وار نہیں۔ بلکہ ثابت ہے جو امن دنیا میں قائم ہے تو وہ مذہبی احساسات اور مذہبی خیالات ہی کی وجہ سے ہے۔ ہمارے مذہب کا نام اسلام ہے اور اس کے معنے ہی امن اور شانتی ہیں۔

جواب نمبر ۴:۔ عقلی طور پر مختصراً قرآن شریف ذیل کے دلائل خدا کے وجود پر پیش کرتا ہے:۔

"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کا خلق عطا کیا ہے۔ پھر اسکو منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے راہ ہدایت دکھاتی ہے" (سورہ نمبر ۲۰۔ آیت ۵۱)

اس کا یہ مطلب ہے کہ خدا کی قدرت کی یہ ایک نشانی ہے کہ ہر چیز کی ہستی کا جو مقصد ہے اس کے مطابق اس کی بناوٹ ہوتی ہے اسے استعدادیں دہی دی جاتی ہیں جو کہ مقصد ہستی کو پانے کے لئے اس کے معاون ہوں۔

(۲) "بیشک تیرے رب کی طرف سب چیز کی انتہا ہے" (سورہ ۵۳۔ آیت ۴۲)
اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کائنات میں ہر چیز کے لئے ایک سبب ہوا کرتا ہے، مگر اس سلسلہ اسباب کو کہیں جا کر ختم ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ کائنات آخر محدود چیز ہے۔ اسی لئے خدا کو اسلام میں مسبب الاسباب کہا گیا ہے۔

(۳) نظام شمسی: "سورج کے لئے یہ شایاں نہیں کہ وہ چاند کو پالے نہ رات میں یہ قدرت ہے کہ دن کو پکڑ لے اور ہر ایک چیز اپنے اپنے دائرے میں گھوم رہی ہے" (سورہ ۳۶۔ آیت ۴۰)
واقعی نظام شمسی کو دیکھتے ہوئے عقل انسانی مجبور ہے کہ مان لے کہ اسکے پیچھے کوئی مدبر بالارادہ ہستی ضرور ہے، کیونکہ یہ بے شمار کُرّے زمانے کی ابتداء سے لیکر آج تک اتنی ہی تیزی کے ساتھ اس خلا کے اندر چکر لگا رہے ہیں۔ مگر آج تک کبھی ایک دوسرے کے ساتھ ٹکر نہیں ہوئی۔

(۴) "ہر ایک چیز فانی ہے مگر تیرے رب کا وجود ہمیشہ کے لئے باقی رہ جائیگا وہ رب جو کہ جلال اور اکرام کا مالک ہے" (سورہ ۵۵، آیت ۲۷)
غور کرنے سے یہ بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ اگر تمام چیزیں جو موجود ہیں ان کی ہستی مٹ جائے پھر بھی کوئی چیز باقی رہنی چاہیئے۔ یہی چیز جو باقی رہنے والی ہے اور جو تمام زوال، اموات اور نیستی کے اندر قائم اور پائدار ہے اسکو مذہب میں خدا کہتے ہیں جس کے اندر نہ کوئی تبدیلی ہے نہ کوئی فنا ہے۔

(۵) "(جب خدا نے روحوں سے سوال کیا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انھوں نے جواب دیا بے شک ہم اس پر شہادت دیتے ہیں" (سورہ ۷۔ آیت ۱۷۱)
یہاں مکالمہ کی شکل میں یہ بات بتائی گئی ہے۔ کہ انسان کی فطرت کے اندر یہ بات محفوظ

کردی گئی ہے کہ وہ خدا کے وجود پر خود شہادت دے۔ ایک دہریہ جب خدا کے وجود سے انکار کرتا ہے تو اسلئے نہیں کہ اس کی طبیعت خدا کو ماننا نہیں چاہتی بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے دماغ سے خدا کی ہستی پر تسلی بخش دلیل نہیں پیدا کرسکتا۔ ایک اور بات اس کے متعلق یہ ہے کہ خدا سے انکار کرانے والی چیز انسان کی فطرت نہیں ہوتی بلکہ اس کے اپنے اندر کا سفلی مادہ ہوا کرتا ہے۔ اگر ایک انسان اپنی خواہشات نفسانی سے بکلی پاک ہو سکے تو ضروری ہے کہ خدا کا وجود اس پر عیاں ہو جائے۔

جواب نمبر۵:۔ ایک چھوٹی سی سورت کے اندر قرآن کریم نے توحید کی تعلیم قلمبند کی ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

"کہو اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اسکا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں" (سورہ ۱۱۲)

پہلی آیت میں خدا کا واحد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ یعنی وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے اس فقرے میں ہر قسم کے شرک فی الذات اور تثلیث وغیرہ کی تردید ہے۔ دوسری آیت میں اس کا صمد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے اور اسلئے سب چیزیں اس کی محتاج ہیں وہ خود کسی کا محتاج نہیں۔ اس میں اس غلط خیال کی بھی تردید ہے کہ مادہ اور روح کو اللہ تعالےٰ نے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود بخود موجود ہیں۔ اگر ایسا ہوسکتا تو پھر اللہ تعالےٰ صمد نہیں۔ کیونکہ وہ اس صورت میں مادہ اور روح کا محتاج ہوتا ہے۔ اور مادہ اور روح اس کے محتاج نہ ہوتے۔ ایسا ہی بت پرست قوموں کے اس عقیدے کی بھی تردید ہے۔ کہ خدا تک پہنچنے کے لئے بتوں کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بے نیاز خدا کسی کی سفارش کا محتاج نہیں۔ چوتھی آیت میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو ہمسر ہونے کی تردید ہے یعنی اس کا اوتار وغیرہ کوئی نہیں، اور نہ ہی خیر و شر کے دو خدا ہیں۔ پھر ایک اور پہلو سے ہر قسم کے شرک کی یہاں نفی بیان کردی کیونکہ شرک یا ذات میں ہوگا جس کی تردید احد میں ہے یا صفات میں جس کی تردید صمد میں ہے بلحاظ ولد یا والد ہونے کے ہوگا جس کی تردید لم یلد ولم یولد میں کی ہے۔ اور یا افعال میں ہوگا یعنی

اس جیسا فعل کوئی دوسرا بھی کرسکتا ہے۔ جس کی تردید لم یکن لہ کفواً احد میں کی ہے
اس طرح ہر ایک قسم کے شرک کی جڑ اس چھوٹی سی صورت میں کاٹ کر رکھدی ہے۔

توحید پر دلائل

(۱) کائنات میں تنوع اور اختلاف کے اندر ایک اتحاد کی روح کام کر رہی ہے۔ یہ خدا کی وحدانیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ اس کے بعد وحی الٰہی یعنی خدا کے منہ بولے الفاظ جو اولیا اور انبیاء پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اور بلا استثنا توحید کی تعلیم ہی دیتے رہے کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے الہام یا وحی آئی اور اس میں یہ بتایا گیا کہ خدا ایک سے زاید ہے۔ اس کے بعد جو لوگ قوانین قدرت پر غور و خوض کرتے ہیں وہ بھی ہمیشہ اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ جو ارادہ یا طاقت اس کائنات میں کام کر رہا ہے، وہ ایک ہی ہو سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر عام آدمی کو چھوڑ کر ایک سائنسدان جس کو اس کائنات کے قوانین کا علم حاصل ہے وہ بھی کبھی نہیں کہے گا کہ رب کائنات ایک سے زائد ہیں۔ اسی طرح سے جو لوگ علم باطن میں کمال کو پہنچ چکے ہیں یعنی تزکیہ نفس میں اعلےٰ ترین مقام حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی بھی شہادت یہی ہوگی۔ کہ خدا اپنی ہستی میں منفرد ہے۔

جواب نمبر ۶:- از روئے اسلام روح کو جو نجات حاصل ہوگی وہ دائمی ہوگی، اسلام عقیدۂ تناسخ کو غلط قرار دیتا ہے۔

جواب نمبر ۷:- موجودہ دور سائنس اسلام ہی کے برکات میں سے ہے۔ قوانینِ قدرت کو سمجھ کر عناصر کو اپنے لئے فائدہ مند بنانے کی تعلیم سب سے پہلے اسلام ہی نے دنیا کو دی۔ عقل انسان کو اپیل کرنا اور اس کو حرکت میں لانا قرآن کریم کا اولین کام تھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ قرآن نے وحی کو عقل کے لئے معاون قرار دیا ہے نہ کہ مخالف یہی وجہ تھی کہ ایک غیر مہذب اور پس ماندہ قوم کے اندر اسلام نے ایک صدی کے اندر وہ فضا پیدا کر دی۔ کہ ساری دنیا میں یہ لوگ سائنس اور تہذیب و تمدن کے علمبردار بن گئے۔

جواب نمبر ۸:- سب سے بڑا ثبوت قرآن شریف خود ہے جس کی تعلیم کے سامنے دنیا کی ساری تعلیمیں ہیچ ہیں۔ کوئی مسئلہ روحانی۔ تمدنی۔ معاشرتی۔ اخلاقی ایسا نہیں ہے جو

آج پیش آتا ہو اور اس کا حل قرآن میں موجود نہ ہو۔ دوسرا ثبوت وہ روحانی انقلاب ہے جو آنحضرت نے اپنے زمانے میں اپنے ملک کے باشندوں میں پیدا کیا تھا ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ایک قوم کو چند سالوں کے اندر انھوں نے اولیاء بنا دیا۔ جن میں سے کثیر حصہ الہام سے مشرف ہوئے۔ تیسرا ثبوت دنیا کی فضا میں اسلام نے جو کلچر کا انقلاب پیدا کیا۔ اسلام اگر عین وقت پر نہ آتا تو دنیا کی پرانی تہذیبیں اور علوم ہمیشہ کے لئے گم ہو گئے ہوتے۔ چوتھا ثبوت تمام مذاہب میں سلسلہ محمدیہ ہی ایسا سلسلہ ہے جس میں آج تک ایسے لوگوں کا وجود پایا جاتا ہے جو خدا سے ہمکلام ہوتے ہیں اور جن کی دعاؤں کو استجابت بخشی جاتی ہے۔

جواب نمبر ۹:۔ اسلام میں جو مختلف گروہ ہیں ان کو فرقہ کہنا درست نہیں، مذہبی لحاظ سے کوئی بنیادی اختلاف ان میں نہیں پایا جاتا جیسا کہ اور مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ ایک ہی دستور العمل ان سب کے لئے ہے۔ یعنی قرآن کریم۔ مطلب سمجھنے میں خواہ کوئی اختلاف ہو۔ مگر اس کا ہر ایک لفظ سب کے لئے حجت ہے۔ اسی طرح سے جو فعل یا قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے۔ وہ بھی سب کے لئے یکساں حجت ہے۔ باقی رہے تاویلات کے اختلاف اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ دنیا میں کوئی نظام نہیں قوم قانون نہیں، کوئی کتاب نہیں جس کی تفصیلات میں اختلاف رائے نہ ہو۔ خدا کے فضل سے اسلام میں جو بھی اختلافات ہیں اس کے باوجود بھی مسلمانوں میں اتحاد اتنا نمایاں ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی کسی اور مذہب۔ ملت یا قوم میں نہیں پایا جاتا۔ ایک بدبختی ضرور ہے کہ مسلمانوں نے خود ان اختلافات کو بہت بڑا مرتبہ دیا ہے اور رائی کے دانے کو پہاڑ سمجھ بیٹھے ہیں۔ مگر باوجود اس کے یہ بات قابل فخر ہے کہ اب بھی جب کوئی آدمی باہر سے اسلام کے اندر داخل ہوتا ہے اس کے متعلق فرقہ بندیوں کے جھگڑے کو چسپاں نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ اتنا کافی سمجھا جاتا ہے کہ اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھ لیا ہے، اور چاہیئے بھی یہی کہ انکے موجودہ مفروضہ مختلف گروہ جو اسلام میں پائے جاتے ہیں ان میں تو بعض کسی تاریخی واقعہ پر مبنی ہیں جس کا آج کوئی اطلاق نہیں

بعض کا کوئی فقہی مسئلہ پر اختلاف ہے جو حالات کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں۔ بعض گروہ ایسے ہیں جو کسی خاص وقت پر کسی خاص کمزوری کے خلاف ایک احتجاج تھا جسکی ضرورت اب نہیں ہے۔ بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جو اسلام کے کسی خاص وقت کسی خاص رنگ کی تائید میں کھڑے ہوئے تھے جو اس زمانہ کا تقاضا تھا۔ ان کو مذہبی اختلافات قرار دینا درست نہیں۔ ہر ایک کو اپنے اپنے مسلک پر چھوڑ دینا چاہیئے اسی بات کو ملحوظ رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اختلاف امتی رحمۃ یعنی میری امت میں اختلاف رحمت کا موجب ہے۔ ہم اگر ان کو زحمت بنالیں تو یہ اپنا قصور ہے۔ خدا ہم سب کی ہدایت کرے۔ آمین؛

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور بانیٔ مسلم مشن ووکنگ انگلستان

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
نبی کامل	۲—۰—۰	ذات عالم کا مذہب	۰—۴—۰
ینابیع المسیحیت	۱—۴—۰	روحانیت فی الاسلام	۰—۱۲—۰
موضوع قرآن	۰—۴—۰	تمدن اسلام	۱—۴—۰
توحید فی الاسلام	۰—۱۰—۰	راز حیات	۰—۱۲—۰
مکالمات ملیہ	۰—۱۰—۰	تحفہ کرسمس	۰—۴—۰
اسوۂ حسنہ	۰—۸—۰	سلک مروارید	۰—۱۰—۰
لمعات انوار محمد	۰—۶—۰	مذہب محبت	۰—۴—۰
خطاب عربیہ	۰—۱۲—۰	مطالعہ اسلام	۰—۱۰—۰
براہین نیرہ	۰—۱۲—۰	ام الالسنہ	۰—۸—۰
ہستی باری تعالیٰ	۰—۶—۰	مقصد مذہب	۰—۴—۰
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۰—۱۰—۰	پیام اسلام	۰—۸—۰

پتہ:- مینیجر مسلم بک سوسائٹی- عزیز منزل برانڈرتھ روڈ- لاہور

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتماب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس[۲۱] سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس[۲۱] سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق۔ مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کرلیں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں ملٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کرلیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کرسکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کرلے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہئیے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

خواجہ عبدالغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اللّٰہُ اکبر — نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان



مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نمازمیں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے۔ جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہٰذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد نمبر ۳۰ | بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ مطابق جون ۱۹۴۴ء | نمبر ۶

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبد الغنی پرنٹر سلسلۂ عسکری ۶۰ مزمنزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

شذرات

ماہ جون ۱۹۴۴ء

تثلیث سے توحید کی طرف

میں مسٹر تھامس۔ ایس نٹن آف پرتگال سٹریٹ کیمرج بصدق دل اور بصمیم قلب برضا و رغبت خود یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں خدائے واحد اور صرف خدائے واحد کی پرستش کروں گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رب عزوجل کا برگزیدہ پیغمبر مانوں گا اور تمام انبیائے اکرام حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسےٰؑ۔ حضرت مسیحؑ کا مساوی طور پر احترام کروں گا اور خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے آئندہ ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۴۳ء

دستخط۔ ٹی۔ ایف نٹن

حضرت محمد صلعم دنیا کیلئے ایک عظیم الشان نمونہ ہیں!

{از جناب میزان الرحمٰن صاحب ایم۔ اے}

قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نوع انسانی کے لئے اُسوۂ حسنۃ قرار دیا گیا ہے۔ یہ بہت بڑا دعوےٰ ہے۔ سائنس کی وجہ سے متشکک دماغوں کی تشفی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس دعوے کا تنقیدی طور پر جائزہ لیا جائے گو حقیقی مومنوں کے لئے واجب ہے کہ وہ قرآن مجید کی سیرت نگاری کو بالکل صادق خیال کریں اور یہ صادق بھی ہے جیسا کہ ہم ابھی ثابت کریں گے۔

حضرت پیغمبر عربی صلعم کی حیات طیبہ تاریخ انسانی کا محفوظ ترین باب ہے جس میں معمولی معمولی تفصیلات بھی بڑی باریک بینی، قطعیت اور احتیاط کے ساتھ ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمارے پیش نظر تفصیلات کا فقدان نہیں بلکہ تفصیلات کی کثرت ہوتی ہے حضور صلعم کی واقعات سے معمور اور وقف شدہ زندگی پردۂ راز میں .... نہیں بلکہ شروع سے آخر تک ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے اور یہ پیغمبر اسلام کی ایک ایسی نمایاں خصوصیت ہے جو مستحق توجہ ہے اور آنحضرت صلعم کے پیش رو پیغمبروں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہم مسلمان حضرت محمد صلعم کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی رہنمائی کے لئے آخری پیغام دے کر مامور اور مبعوث فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (المائدہ) آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ یہ ارشاد حضرت نبی کریم صلعم کے پیغام کے متعلق ہی ہے۔

آؤ ہم حضرت نبی کریم صلعم کا بحیثیت ایک انسان اور نوع انسانی کا رہنما کے جائزہ لیں: بحیثیت ایک انسان کے محمد صلعم نے کبھی فوق البشر ہونے کا دعوے نہیں فرمایا۔ آپ

کا دعویٰ ہے انا بشر مثلکم یوحی الی میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ یہ دعویٰ سیدھا سادا ہے مگر ہر لحاظ سے صادق ہے۔ ذرا تاریخی واقعات کو پیش نظر رکھیں محمد صلعم عام فانی انسانوں کی طرح پیدا ہوئے آپ کی پیدائش پردۂ راز میں نہیں آپ کی تاریخ ولادت مقام ولادت، مقام وفات آپ کی جد وجہد کی تفصیلات اور کارہائے نمایاں کی روئداد سب تاریخ میں محفوظ ہے آپکی پرورش ہوئی اور آپ جوان ہوئے جیسا کہ دوسرے انسان پرورش پاتے ہیں اور جوان ہوتے ہیں لیکن اس عبداللہ اور آمنہ کے یتیم بچہ نے اپنی خصوصیات کا اظہار تو اپنے اوائل زندگی سے ہی کر دیا تھا۔

وہ بچہ جس کیلئے مقدر ہو چکا تھا کہ وہ دنیا کو خدا تعالیٰ کا آخری پیغام پہنچائے اسے کم سنی میں ہی امتحانوں میں ڈال دیا گیا۔ مشکلات ایک انسان کے جوہر قابل کو پرکھنے کے لئے سنگِ امتحاں کا کام دیتی ہیں۔ حضورؐ کو انتہائی مصائب اور مشکلات میں سے گذرنا پڑا، والد آپ کی ولادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے آپؐ چھ ماہ کے بچہ تھے جب ماں کی گود سے بھی محروم ہو گئے اور آپ کے دادا عبدالمطلب آپؐ کو آپؐ کے چچا ابو طالب کے رحم پہ چھوڑ کر انتقال کر گئے اسی چچا ابو طالب کے ظلِّ عاطفت میں مویشیوں کی رکھوالی کرتے ہوئے اور روزمرّہ گھریلو کام کاج کو سرانجام دیتے ہوئے آپ پروان چڑھے۔ اس دوران میں آپؐ نے کبھی حرف گیری اور نکتہ چینی نہیں کی اور اپنے کام کو محنت اور مستقل مزاجی سے کرتے رہے

ابھی آپؐ بچہ ہی تھے کہ آپ نے اہل مکہ سے ایک نہایت ہی نمایاں خطاب حاصل کیا جس کے آپ ہر لحاظ سے مستحق تھے اُن اہل مکہ سے جو اس بچہ کی طرف خاص پسندیدگی سے مائل نہیں تھے کیونکہ آپؐ ان کے محبوب مطمحائے نظر کے خلاف ناگوار آواز بلند کرتے تھے اس کے باوجود قوم نے آپؐ کو الامین کے لقب سے یاد کیا یعنی جس پر اعتماد کیا جائے یا جو قابلِ اعتماد ہو اور اس کے علاوہ دوسرا جلیل القدر لقب الصادق کا آپ نے اپنے ہموطنوں سے حاصل کیا یہ القاب آپؐ نے کیوں حاصل کئے کیونکہ اس بچہ نے کردار کی غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے سب لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا اور یہ حیثیت دنیا کے لئے رہنما ہونے کے آپؐ کے شایانِ شان بھی تھا۔

اس "امین" اور "صادق" انسان کے لئے مقدر ہو چکا تھا کہ ایک ربانی امانت اس کے سپرد کی جائے۔ اس ربانی امانت کے لئے آپ متواتر چالیس سال تک دنیا کے شور و غوغا سے دور غار حرا کی پرسکوت تنہائیوں میں تیاری کرتے رہے آپ کا یہ دستور تھا، آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور پہروں مراقبہ میں مصروف رہتے۔ گرد و پیش کے حالات آپ کے لئے سوہان روح تھے، ان حالات کی اصلاح کے لئے آپ کے قلب میں ایک غیر معمولی خواہش پیدا ہوئی۔ ہر طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی لیکن چالیس سال کی عمر میں آپ پر نور وحی کا نزول ہوا۔ یہ چوندھیا دینے والا نور تھا جس سے آپ کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہوگئی آپ جلدی سے گھر آئے اور اپنی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہؓ سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ حضرت خدیجہ رضؓ عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے اس واقعہ کو سنا اور آپ کی رسالت پر ایمان لائیں۔ آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔ ایمان لانیوالوں میں سے سب سے پہلے لبیک کہا اور دین اسلام کو قبول کیا جو نوع انسان کے لئے مکمل دین ہے اور جس دین نے عورتوں کے لئے وہ کچھ کیا جو کسی اور مذہب نے نہیں کیا۔

آنحضرت صلعم نے رسول اللہ ہونے کا دعوےٰ فرمایا اور توحید الٰہی کی تبلیغ کرتے ہوئے بت پرستی کے خلاف آواز بلند کی آپ بچپن سے ہی بت پرستی کے خلاف تھے اہل مکہ نے جب بت پرستی کے خلاف اس آواز کو سنا تو غصہ سے دیوانہ ہو گئے۔ انھوں نے مختلف ترغیبات اور دولت و حکومت اور عزت کے لالچ سے ان عزائم سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن آپ کو کوئی لالچ متزلزل نہیں کرسکتا تھا آپ کے پایۂ ثبات کو ان ترغیبات سے ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ دولت اور عزت کا تو ذکر ہی چھوڑ دیجئے آپ نے فرمایا کہ "اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھ دیں تو مجھے اللہ تعالےٰ کے تفویض کردہ کام سے نہیں روک سکتے"۔ اس کے بعد مظالم کا دور شروع ہوا رسول اللہ صلعم اور آپ کے پیروؤں کو اپنے وطن کو خیر باد کہنا پڑا آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ کے نواح میں جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا اور اہل مکہ قریباً دس سال تک جارحانہ اقدامات کرتے رہے

تلوار کے زور سے نہیں بلکہ صداقت کی قوت سے اسلام پھیلا۔
پایانِ کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح حاصل ہوئی اور آپ ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے لیکن آپ نے ان ستم توڑنیوالوں سے کیسا سلوک کیا؟ سوائے چند لوگوں کے جو جرم قتل کے مرتکب ہوئے تھے آپ نے سب کو معاف فرمایا۔ فتح مکہ تاریخ کا ایک ایسا واقعہ ہے جو بغیر کشت وخون کے ظہور پذیر ہوا لیکن آپ نے باطل کیساتھ مصالحت نہیں کی۔ توں کو باقی نہیں چھوڑا خدا کے گھر کو ان سب بے ہودہ چیزوں سے پاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی جبروت کو قائم کیا۔ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا۔
حق آیا اور باطل ہلاک ہوگیا اور باطل یقیناً ہلاک ہونیوالا ہی تھا۔ دشمنوں سے یہ حسن سلوک یقیناً بے اثر نہیں رہا فتح کی گھڑی آپہنچی اور لوگ جوق جوق حلقہ اسلام میں داخل ہوئے تمام عرب حضرت نبی کریم صلعم کے قدموں میں تھا اور حضرت نبی کریم حسب سابق خدا تعالیٰ کے حضور سرنگوں تھے فتح سے ان کا غیر متزلزل ایمان اور مضبوط ہوگیا، پیکار قریباً ختم ہوچکی تھی آپ نے دور ونزدیک دین کے استحکام کی طرف توجہ مبذول فرمائی، یہ مساعی بھی کامیاب ہوئیں اس کے علاوہ آپ نے حیات انسانی کے مختلف شعبوں کی تشریح اور تصریح فرمائی، سماجی سیاسی، معاشی، اور روحانی مسائل کی اپنے اسوۂ حسنہ اور مکالمات سے تشریح فرمائی۔ آئیے ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان مجموعۂ قوانین کا تنقیدی جائزہ لیں کہ یہ قوانین انسانوں کی رہنمائی کے لئے کہاں تک مفید قطعی اور سیدھے سادے اصول ہیں لیکن یہ خیال رہے کہ ہم ان کا سرسری جائزہ ہی لے سکتے ہیں، ورنہ ان کی تفصیلات کے لئے تو دفتر چاہئیں۔
آخر حیاتِ انسانی کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ مقصد دولت جمع کرنا، عزت حاصل کرنا، یا حیثیت بنانا ہے یہ چیزیں اچھی ہیں لیکن ناپائدار ہیں، انسان کا مطمح نگاہ بہت بلند ہونا چاہیئے اور اسکا نصب العین پائدار ہونا چاہیئے۔ حیات ارضی تو ایک تیزی سے گذرنیوالی چیز ہے۔ ایسی زندگی کی کیا اہمیت اور قدر وقیمت ہوسکتی ہے لیکن آنحضرت صلعم کے نزدیک دنیا آخرت کے لئے ایک کھیتی ہے ہماری توجہ حیات بعد الموت پر مرکوز رہنی چاہیئے جو کہ جاوداں ہے، حیاتِ انسانی کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے اندر جذب کرے جن کا وہ اس

دنیا پر نائب اور خلیفہ ہے ۔

محمد رسول اللہ کے پیغام کی وضاحت صرف لفظ اسلام سے ہو سکتی ہے ۔ اسلام کی ہی آپ اشاعت فرماتے رہے ۔ آپ اسلام کے بانی نہیں ہیں اسلام تو ابتدائے آفرینش سے معرض ظہور میں آچکا تھا آپ نے اسلام کی تکمیل فرمائی ۔ اسلام کے معنی کیا ہیں؟ اسلام کا مطلب ہے صلح یا خدا تعالیٰ کی مشیت پر راضی ہو جانا ۔ میرے نزدیک اسلام مقصد اور ذرائع دونوں کو ظاہر کرتا ہے ۔ اسلام بندے اور خدا دونوں سے صلح کی تعلیم دیتا ہے ۔ آدمی کے ساتھ صلح میں اپنے ہم جنسوں کے ساتھ برادرانہ جذبات مضمر ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام نے وحدت نسل انسانی پر زور دیا ہے ، حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا انما المومنون اخوۃ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ صلح اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ انسان مکمل طور پر اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمام مخلوق کی تقدیروں کو ترتیب دیتا ہے ان اللہ علی کل شئی قدیر اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔

یہ ہے وہ تعلیم جس پر حضرت پیغمبر عربی تمام عمر عمل پیرا رہے اور جس کی اشاعت کرتے رہے مشکلات میں بھی اسی تعلیم کو پیش نظر رکھا اور فتوحات میں بھی اس پر کاربند رہے ، یہ عظیم الشان پیغام یاد رکھنے اور عمل کرنے کے قابل ہے ۔ اسلام تمام نوع انسانی پر محیط ہے یہ نسلی امتیازات اور قبائلی تقسیم کا حامی نہیں ، اسلام عالمگیر اور بین الاقوامی مذہب ہے علامہ اقبال مرحوم نے اپنے ایک شعر میں اس کی خوب وضاحت کی ہے ؎

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

جغرافیائی حدبندی اور قومی قیود کی اسلام سے کوئی مناسبت نہیں ۔ قومیت کی بدولت آج دنیا تباہی کے گڑھے پر کھڑی ہے اور ایک عرصہ سے قومیت کی تباہ کاریاں اظہر من الشمس ہو چکی ہیں ۔

اسلامی نقطۂ نگاہ سے زندگی کے مختلف مسائل کا حل سادا ، عملی اور حرکی ہے ۔ اسلامی

تعلیمات کسی دقیق فلسفہ میں پنہاں نہیں ہیں فلسفیانہ مقالات کو تو چند اچھے پڑھے لکھے لوگ ہی جانچ اور پرکھ سکتے ہیں، عام لوگ ان کا اندازہ نہیں کرسکتے وہ مساوات اور اخوت جو اسلام نے پیش کی ہے وہ عقلی تصورات نہیں ہیں ان کو ہر روز مساجد کے اندر نمازوں میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے جبکہ آقا اور نوکر امیر اور غریب بڑے اور چھوٹے ایک ہی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں، اسلامی مساجد کے اندر مخصوص نشستیں دیکھنے میں نہیں آتیں۔ معاشرتی امتیازات ناگزیر ہیں، یہ دنیا حیات انسانی کا خاتمہ نہیں ہے معاشی اور اشتراکی تصورات اور معیار زندگی اسلامی تعلیم کے ہی اجزاء ہیں جن میں روح کو نظرانداز کردیا گیا ہے اور سب سے اہم چیز تو روح ہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ آپ آنحضرت صلعم کی زندگی کو خواہ کسی نقطہ نگاہ سے دیکھیں آپ اسے مکمل پائیں گے اور ایک عملی نمونہ پائیں گے جس کی تقلید آسانی سے کی جاسکتی ہے پیغمبر اسلام خواب خیال میں نہیں بستے تھے وہ مامور من اللہ اور تلمیذ رحمانی تھے۔ آپ نے انسانی زندگی کے لئے ایک عملی مجموعہ قوانین پیش کیا ہے۔ شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر دنیا اس آلہی مجموعہ قوانین کی طرف حرکت کررہی ہے، خدا تعالیٰ کی مشیت بتدریج اور یقیناً پوری ہوکر رہے گی۔ اس اسوۂ حسنہ کے نااہل متبعین سے دھوکا نہ کھاؤ اور نہ سونے کی چمک سے تمہاری آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہو۔ قرآن مجید کا یہ اعلان جو وحی آلہی ہے رائیگاں نہیں جاسکتا ان الدین عند اللہ الاسلام خدا کا دین اسلام ہی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم صرف آخری پیغمبر ہی نہیں بلکہ بہت جلیل القدر پیغمبر تھے انکی تعلیم یقیناً غالب آئیگی اور انہی اصولوں کی بنا پر آئیگی کیونکہ وہ صحیح عملی اقدار پر مبنی ہے، سیاسیات، عمرانیات معاشیات اور روحانیات گویا انسانی زندگی کے تمام اہم عناصر نہایت اعلےٰ ترتیب کے ساتھ اسلام میں ڈھلے ہوئے ہیں جیسا کہ ان کی دنیا کے آخری اور عظیم المرتبت پیغمبر نے اشاعت کی تھی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور

مذاہب مختلفہ میں اختلاف عقائد و اصول کی بنیاد در اصل اس اختلاف نے ڈال رکھی ہے جو ایک مذہب دوسرے مذہب سے صفات الٰہیہ کے مفہوم میں رکھتا ہے مثلاً اگر خدا تعالےٰ کو لم یلد ولم یولد (جس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے) مان لیا جائے تو اسلام اور عیسائیت کے جملہ باہمی جھگڑے فوراً ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کو رحمٰن تسلیم کر لیا جائے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ اس کے فضل اور انعام بے بدل ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک مخلوق الٰہی ان فیوض سے کسی معاوضہ کے بغیر بہرہ مند ہوتی ہے تو پھر کفارے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ کی بنیاد ہی یہ ہے کہ رب العٰلمین کا فضل اور اس کا رحم بلا بدل نہیں ہوتا۔ الغرض میں نے کسی مذہب کے کسی اختلافی اصول کو ایسا نہیں پایا کہ جس کی تہ میں صفات ربی کے متعلق اختلاف نہ ہو، خدا تعالےٰ کی کتاب نے اسی لئے ابتدا ہی میں مندرجہ عنوان صفات کا ذکر کر دیا ہے۔ ان صفات کے مفہوم میں ان تمام کے تمام عقائد کی ایک لطیف اور معقول تردید ہو جاتی ہے جو مذاہب مختلفہ نے اسلام کی تعلیم کے برخلاف تجویز کر رکھے ہیں۔ یعنی جو خدا تعالےٰ کو ان صفات سے

منسوب مان لے۔ وہ غیر اسلامی عقائد کو مان نہیں سکتا۔

ذاتِ خداوندی کی کنہ سے کون واقف ہو سکتا ہے۔ تھوڑا بہت جو بھی ہمارا علم ہے۔ وہ ان صفات تک محدود ہے۔ جن کا ذکر کسی کتاب ربانی میں ہو یا جو خدا کی اس کتاب مبین میں نظر آرہا ہے جسے صحیفہ فطرت کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے خدا تعالےٰ کی ننانوے صفات بیان کی ہیں۔ یہ وہی ننانوے صفات ہیں جن میں خداوند کی شکل کائنات میں ظاہر ہو رہی ہے۔ اگر ایک اہل بصیرت کائنات کے آئینہ میں خالق کائنات کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہے تو اس کے خط و خال اسے وہی نظر آئیں گے جن کا نقشہ قرآن کریم نے ان صفات آلہیہ میں کھینچا ہے۔ یہ سب کی سب صفات ان چار صفات میں آ جمع ہوتی ہیں جن سے قرآن کریم شروع ہوتا ہے۔ یعنے رب العٰلمین رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین۔ اور اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو رب العٰلمین کے بعد جن تین صفات کا ذکر ہے، وہ بھی صفت رب العٰلمین میں ہی آ جاتی ہیں۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالےٰ کی ربوبیت عالمین۔ اس کی رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت کی تحت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ایک بسیط مضمون ہے۔ جس کی تفصیل کے یہ اوراق متحمل نہیں ہو سکتے، البتہ جس موضوع پر میں نے یہ مضمون لکھنا شروع کیا ہے، اس کا زیادہ تر تعلق صفت رب العٰلمین اور صفت رحمٰن سے ہے۔

ربوبیت عالم کا ایک امتیازی رنگ جو ذرے ذرے میں نظر آتا ہے یہ ہے کہ کائنات کے اجزا۔ اس کی مختلف شکلیں۔ اس کے مختلف ہیولے۔ ایک صفت خاصہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز کا قدم اپنی بلوغت اور نشو و نما میں آگے کو ہے۔ کوئی چیز پیچھے نہیں ہٹتی نہ واپس آتی ہے۔ بلکہ شاہراہ ترقی پر قدم زن ہو رہی ہے۔ ذرے ذرے میں لاتعداد استعدادیں اور قوتیں موجود ہوتی ہیں جن کا ظہور بتدریج ہوتا جاتا ہے۔ کسی درخت کے تخم کو دیکھ لیجئے۔ اس کے اندر کونپل شاخیں تنہ۔ پتے۔ پھول پھل ذائقہ ریاح اور خدا معلوم کیا کیا خواص چھپے ہوئے ہیں۔ جن کا ظہور آہستہ آہستہ ہوتا جاتا ہے۔ ایک جگنو کی روشنی ہی آخر کار ایک زبردست برقی روشنی بن

جاتی ہے۔ دُور کیوں جائیں نطفۂ انسانی کو دیکھئے جن کے اندر غیر مرئی کیڑے ہیں جنہیں تیز سے تیز خوردبین ہی دیکھ سکتی ہے ان ننھے کیڑوں میں ایک انسان کا زبردست ہیولے ہے جس میں کل کائنات کے جوہر جمع کر دیئے گئے ہیں سارے کے سارے اعضائے انسانی، پھر مختلف جذبات، اخلاق۔ روح طرح طرح کے ذہنی قوٰے اور بہت سی لاتعداد چیزیں جن کا دن بدن ظہور ہو رہا ہے آ جمع ہوئے ہیں۔ لفظ ربّ کے ایک یہ بھی معنی ہیں۔ ربّ سے مراد وہ ہستی ہے جو اوّل ہر ایک چیز میں مختلف استعدادیں اور قوتیں رکھدیتی ہے۔ پھر ان قوتوں کو حد کمال تک پہنچانے کے اسباب پیدا کر دیتی ہے اور جس جس منزل ترقی میں سے اشیائے کائنات نے گذر کر اپنے کمال کو پہنچنا ہے ان سب کو تجویز کرتی ہے۔ ہر ایک ضرورت کا انتظام کرتی ہے۔ اور کسی چیز کو نہیں چھوڑتی۔ جب تک کہ وہ اپنی بلوغت کو نہ پہنچ جائے۔ بلوغت کے عربی زبان میں بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی جو جو مخفی قوتیں کسی چیز میں ہوں وہ اپنی نشوونما پا جائیں۔ آج مغربی دنیا مسئلۂ ارتقاء (ایولیوشن) پر نازاں ہے۔ اس کی حقیقت لفظ ربوبیت میں آجاتی ہے قرآن نے ہی سب سے اول اس حقیقت سے دنیا کو آشنا کیا۔

الغرض ہر ایک چیز اپنے کمال تک پہنچنے کی ساعی ہے اس کا قدم آگے کو ہے پیچھے کو نہیں ہے۔ ربوبیت کی یہی شان ہے۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب العٰلمین مانتا ہے وہ کس طرح کسی ایسے عقیدے کا قائل ہو سکتا ہے جو اشیائے عالم کے مضمر جوہر کے متعلق رجعت قہقری کا قائل ہو۔ اور یہ سمجھے کہ یہ چیزیں آگے کو نہیں بلکہ پیچھے کو آ جاتی ہیں جیسے کہ مسئلہ تناسخ تعلیم کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان جو سلالۃ من طین ہے جس نے جمادات، نباتات وغیرہ سے صعود کیا ہے۔ وہ اپنے اس دور ہستی کو پورا کر کے پھر واپس آ جاتا ہے۔ اسے آواگون کے چکر سے نجات نہیں۔ وہ اس دور زندگی میں کچھ ترقی کر لیتا ہے۔ لیکن جب اس کی یہ ہستی ختم ہوتی ہے تو پھر اسی دنیا میں واپس آ جاتا ہے۔ الغرض اس کی ترقی یہیں تک محدود ہے۔ یہ قیاس ہر ذرّۂ کائنات کی روش کے خلاف ہے۔ ہر ایک چیز کا قدم تو آگے کو ہے لیکن انسان جیسی اشرف المخلوقات

ہستی پر یہ قاعدہ ترقی حاوی نہیں - یہ امر صحیح ہے کہ انسان میں جو لاتعداد جوہر مخفی ہیں - وہ سب کے سب اس ارضی ہستی میں ظاہر نہیں ہوتے - ہر ایک شخص مہندس - شاعر - حکیم فلسفی مدبر - مصور - صناع وغیرہ نہیں ہو سکتا - ہر ایک شخص اخلاق فاضلہ اور روحانیات کا مالک نہیں ہوتا - حالانکہ یہ سب کی سب باتیں ہر ایک کے جوہر فطرت میں موجود ہیں - اور فطرت ان کا نشو ونما چاہتی ہے - لہذا ان قوائے ودیعت کردہ کی بلوغت اور ان کا ظہور لازماً دو باتیں چاہتا ہے - یا تو انسان کی راہ ترقی میں ارضی ہستی کے بعد ایک اور عالم یا سلسلۂ عالمین ہو جس میں موت کے بعد انسان داخل ہو کر اپنی استعدادوں کو کمال تک پہنچا لے - یا مرنے کے بعد اگر وہ یہاں سے نامکمل حالت میں جائے تو پھر اسی دنیا میں واپس آکر ان کمالات کو حاصل کرے جو مرنے پر اسے حاصل نہیں ہوئے - قائلین تناسخ نے امر دوم کو اختیار کیا ہے - لیکن اسلام نے ان دو امور میں سے پہلی بات کو تعلیم کیا ہے - قرآن نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ انسان کے اندر لاتعداد قوتیں ہیں جن کا ظہور بتدریج مختلف منازل یا عالموں میں ہوتا ہے وہ اس عالم ارضی میں بہت سی منزلیں طے کر کے آیا ہے - مختلف قالبوں میں سے گذر کر اس نے یہ موجودہ انسانی ہیئت اختیار کی ہے - ان منازل ترقی میں سے جب کبھی وہ کسی منزل میں داخل ہوتا ہے تو اس سے غرض یہی ہوتی ہے کہ وہ اس منزل میں آنے والی منزل کی ترقیات حاصل کرنے کی استعداد اپنے میں پیدا کر لے مثلاً اس کی ترقی کی منازل مختلفہ میں سے ایک منزل عالم رحم ہے - اس عالم میں وہ بشکل نطفہ داخل ہوتا ہے - جہاں وہ گوشت پوست، ہڈیاں اور مختلف اعضاء و جوارح اور پھر قوت مدرکہ کو اس کی ابتدائی شکل میں حاصل کر لیتا ہے - عالم رحم میں چند دن گذارنے کی غرض یہی ہے کہ جو ترقیات اس نے اس زندگی میں حاصل کرنی ہیں ان کے لئے ضروری ساز و سامان وہ عالم رحم میں حاصل کرے - نطفے کی شکل میں تو وہ سارے کے سارے کمالات موجود ہیں - لیکن اس قطرۂ پانی میں اس زمین پر کے وابستہ کمالات کے ظہور کی استعداد اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اس نطفہ میں سے گوشت پوست مدرکہ وغیرہ باہر نکل آئیں یہاں کے کمالات کا ظہور ایک خاص جسم مدرکہ چاہتا ہے - ان کے حصول کے لئے اس نے رحمی

قالب اختیار کیا۔ یہ دنیا بھی دراصل ایک بڑا رحم ہے۔ انسان ماں کے پیٹ سے نکل کر مادر دنیا کے پیٹ میں آجاتا ہے۔ رحم مادر میں بالخصوص جو نئی بات اس نے حاصل کی وہ اس کا مدرکہ یا نفس ناطقہ ہے۔ جس میں ابتداً کل حیوانی جذبات موجود ہوتے ہیں۔ ان جذبات رذیلہ کو اس نے عمدہ اخلاق اور روحانیات میں متشکل کرنا ہوتا ہے۔ جس کے حصول پر اس نے وہ لا انتہا ترقیات کرنی ہیں جسے اسلامی اصطلاح میں بہشت کہا گیا ہے۔

انسان رحم دنیا میں صرف جسمانی ترقی کرنے نہیں آیا۔ یہ ترقی تو وہ عالم شباب تک پہنچنے میں حاصل کر لیتا ہے۔ اگر اس دنیا میں آنے کی غرض صرف جسمانی ترقی ہوتی تو ضروری تھا کہ ہر بچہ جوان ہو کر مرجاتا۔ کیونکہ ہر ایک چیز مقررہ ترقی پا کر فنا ہو جاتی ہے۔ انسان تو مدرکۂ انسانی میں وہ استعدادیں پیدا کرنے آیا ہے اور اس ساز و سامان کو لینے آیا ہے۔ جو عالم بعد الموت میں اس کی آئندہ ترقیات کے لئے ضروری ہیں۔ خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے سفر ترقی پر جس منزل میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری اسباب کو مہیا کرتا ہے۔ ایک منزل کی کامل ترقی آنیوالی منزل کی ابتدا ہوتی ہے جس طرح لاتعداد منازل طے کر کے ہم نے اس دنیا کا انسانی جامہ پہنا۔ اسی طرح موت کے بعد جس سے مراد دراصل ایک منزل سے دوسری منزل کا انتقال ہے۔ ہمارے آگے لاتعداد منازل ہیں۔ ہر ایک منزل میں ترقی کے سات مدارج ہوتے ہیں۔ یہی سات مدارج قرآن کی سات جنتیں ہیں۔ قرآن انسان کی بعد الموت ترقیات کو ان سات جنتوں تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس کے بعد بھی ترقیات کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس مضمون پر حسب ضرورت آگے چل کر کچھ لکھوں گا۔ یہاں مجھے اسی قدر لکھنا ہے کہ جس طرح لاتعداد قالبوں میں سے گذرتے ہوئے ہم نے انسانی شکل اختیار کی۔ اسی طرح آگے بھی لاتعداد منزلوں میں سے ہمیں گذرنا ہے۔ لیکن ایک منزل کا دور ختم کرنے پر ہم پھر طے کردہ منازل کی طرف واپس نہیں آجاتے بلکہ آگے ہی آگے جاتے ہیں۔ انہی سابقہ عالموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی نے یہ کہا ہے

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ہفتصد و ہفتاد قالب دیدہ ام

جناب کرشن نے ارجن کو یہ کہا کہ میں اپنے پچھلے جنموں سے واقف ہوں تو اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ بار بار اس دنیا میں پیدا ہوئے۔ بلکہ اس صاحب عرفان نے ان مختلف جنموں کا ذکر کیا جن میں سے انھوں نے زمینی عالم سے پہلے کے صدہا عالموں میں گذر کیا۔ ارجن کے زمانہ کے لوگ اور ایسا ہی ان کے بعد کی کئی ایک نسلیں تو ان عالموں سے واقف نہ تھیں جنہیں علوم جدید والے عام طور پر جانتے ہیں۔ اس لئے ان کا اس بات سے مسئلہ تناسخ مستنبط کرنا ایک طبعی بات ہے۔ ایتھر کے ذرات جسے آج کائنات کی ابتدائی شکل تسلیم کیا جاتا ہے۔ آخر کار ایک خاص ہیولے میں جمع ہو کر انسان بن جاتے ہیں۔ ایتھر کے ذرات انسانی ہستی تک پہنچنے میں لکھو کھا برس لے لیتے ہیں لیکن وہ نیبولا کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ کبھی وہ برقی ذرات بن جاتے ہیں۔ کبھی ان کا نام ایٹم ہو جاتا ہے کبھی عنصر ان کے بعد صدہا منظم اور غیر منظم صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ عالم منظم میں جوہر حیات پیدا ہوتا ہے۔ جو آخر کار عالم حیوانات میں تخانہائے دماغ پیدا کر کے انسان کے وجود کی تکمیل کرتا ہے۔ الغرض ایتھر کے ذرات مختلف عالموں میں جنم لیتے ہوئے آخر کار انسان ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ قالب ہیں جن کی تعداد ایک مسلم صوفی تو سو ستر گن رہا ہے۔ یہی وہ جنم ہیں جن کی طرف عارف باللہ کرشن اشارہ کر رہا ہے۔ انہی جنموں اور قالبوں کو قرآن نے لفظ عالم سے تعبیر کیا۔ اور اس لئے کتاب حمید کو خدا کی صفت رب العلمین سے شروع کیا۔ اور اسی ایک جملہ میں ضرورت قرآن کا بھی ذکر کر دیا۔ یعنی جس طرح ہمارے رب نے ہر عالم میں انسان کی ترقی اور نشو و نما کے اسباب ہر عالم کے حسب حال پیدا کئے وہی رب العلمین انسان کو اس عالم میں لا کر اسے ایک ایسی ترقی کے لئے تیار کرتا ہے جس کا تعلق ذہنیات اور ادراک سے ہے اسلئے ضروری ہے کہ ادراک و ذہن کی تربیت کے لئے وہ کوئی ایسی چیز پیدا کرے جسے ذہن اور ادراک سے تعلق ہو۔ یعنی ہدایات۔

تکمیل نقص کے لئے اس دنیا میں واپس آنے کی ضرورت نہیں

یہ سچ ہے کہ سارے کے سارے انسان اس دنیا میں آکر اس دنیا کی وابستہ ترقی

کو حاصل نہیں کر سکتے یا بالفاظ دیگر اس ساز و سامان کو اس دنیا سے لے کر نہیں جاتے جو ان کی آئندہ ترقی کے لئے ضروری ہے اور جس توشہ کے لئے وہ یہاں آئے تھے اس لئے لازم ہے کہ یا تو ان نقصوں کا ازالہ کسی ذریعہ سے آئندہ عالم میں ہو جائے جیسے کہ اسلام تعلیم کرتا ہے۔ اور اس ذریعہ کا نام قرآنی اصطلاح میں جہنم قرار دیا گیا ہے۔ یا ان نقصوں کے دفعیہ کے لئے انسان یہاں پھر آئے جیسے قائلین تناسخ عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور اس امر کو بخفیا سوفسٹ تناسخ کے ثبوت میں بطور دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب اس دنیا کی ترقیات اس دنیا کی بعض چیزوں سے وابستہ ہیں۔ اور وہ چیزیں عالم بعد الموت میں نہیں۔ تو وہ ترقیات کس طرح وہاں ہو سکتی ہیں۔ لازم ہے کہ ان چیزوں سے متمتع ہونے کے لئے پھر انسان یہیں واپس آئے۔ بات تو صاف ہے لیکن جن مسلمات پر یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ اگر تو اس دنیا کے اسباب کے علاوہ آنیوالی دنیا میں دفع نقص کے لئے اسباب نہ ہوں تو لازم ہے کہ ناقص انسان مرنے کے بعد یہیں واپس آئے۔ اور اگر آنے والی دنیا میں کوئی ایسے بھی نئے اسباب ہوں جو اس دنیا کے اسباب سے تو مختلف ہوں۔ لیکن اس دنیا کے نقصوں کے دفعیہ کے لئے یہاں کے اسباب سے کہیں زیادہ مؤثر اور مفید ہوں تو پھر اس دنیا میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس امر کے طے کرنے کے لئے کہ آنے والی دنیا میں دفعیہ نقص کے اسباب موجود ہیں یا کہ اس دنیا کے نقصوں کے دفعیہ کے لئے ہمیں لازماً اسی دنیا میں واپس آنا ہے۔ مجھے ایک ہی راستہ سمجھ آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس دنیائے مشہودات میں بھی ترقی کا دور چل رہا ہے اور اس دنیا میں بھی مختلف عالم موجود ہیں۔ جن میں سے اشیائے عالم یکے بعد دیگرے گذرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ایک منزل سے نکل کر دوسری منزل میں بغرض نشو و نما چیزیں چلی جاتی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اگر کوئی چیز ناقص حالت میں ایک منزل کو چھوڑ کر دوسری منزل میں چلی جاتی ہے تو کیا وہ چیز تکمیل نقص کے لئے چھوڑی ہوئی منزل کو واپس جاتی ہے یا نئے عالم میں ہی کسی اور طریق پر اس کے نقص درست کئے جاتے ہیں۔

ایک بیج کا درخت کئی مختلف منازل میں سے گذر کر پھل بنتا ہے۔ اس کے درخت

کا تنہ بطور ایک رحم مادر کے ہے۔ پھلوں کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ وہ انسان کی خوراک یا دوا بنیں۔ سیب درخت کے تنہ میں سے نکلتا ہے۔ سب قسم کے سیب اچھے بڑے۔ پختہ۔ کچے بازار میں آکر خوراک انسانی بن جاتے ہیں۔ کیا کسی ناقص سیب کو پھر سیب کے تنہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خوراک انسانی کے قابل نہیں۔ یا اس سیب کو باورچی خانہ میں بھیجکر آگ کے ذریعہ پختگی کی حالت تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ جن سیبوں کو درخت کے تنے نے پختہ کر دیا ہے وہ نہیں پکائے جاتے۔ اپنی پختگی کے لئے جس حرارت کی انہیں ضرورت تھی۔ وہ انھوں نے درخت پر بیٹھے ہوئے ہی حاصل کر لی۔ لیکن جو سیب اس حرارت کو حاصل نہیں کر سکے اور درخت سے کچے ہی اتر آئے انہیں ہمارے آتش دان میں وہ حرارت دے دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر کچے پھلوں کے پختہ ہونے کے لئے انہیں درخت کے تنہ میں داخل ہونا ضروری ہے تو قائلین تناسخ کا کا مذکورہ بالا نظریہ صحیح ہے۔ لیکن اگر یہ نقص عالم درخت کے بعد باورچیخانہ کے عالم میں یا کسی اور طریق پر رفع ہو سکتے ہیں تو بالبداہت یہ قیاس غلط ہے۔ بلکہ بعض پھل تو اپنی بہترین خوبیاں اسی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ کچا پن کی حالت میں درختوں سے اتارے جاکر پال کے ذریعہ پختگی حاصل کریں۔ انگور۔ سیب۔ آم وغیرہ کی یہی کیفیت ہے۔ یہ وہ بچے ہیں جو کم عمری ہی میں فوت ہو کر دوسری دنیا کو چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ اہل تناسخ کی طرف سے یہ بھی اعتراض ہوا ہے کہ جو بچے پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہیں۔ وہ کیوں یہاں آئے اس بات کی تشریح میں آگے چل کر کروں گا۔ لیکن یہاں اسی قدر لکھ دینا کافی ہے کہ اگر پال کا انگور یا آم درخت پر پکے ہوئے آم اور انگور سے ذائقہ اور خواص میں کہیں بہتر ہے تو جو بچے پیدا ہوتے ہی موت کے آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ وہ آئندہ دنیا میں ہم سے بدرجہا بہتر ترقی کے اہل ہو سکتے ہیں۔

باقی آئندہ

انگلستان میں عیدالاضحیٰ

مؤرخہ ۸ دسمبر ۱۹۴۳ء کو شاہجہان مسجد ووکنگ میں عیدالاضحیٰ ۱۳۶۲ھ کی تقریب سعید نہایت ہی تزک و احتشام سے منائی گئی۔ گذشتہ سالوں کی طرح یہ عید بھی ماہ سرما کے وسط میں آئی۔ اسلئے یہ امید نہیں کی جاتی تھی کہ فرزندان توحید کافی تعداد میں شمولیت کر سکیں گے۔ اس کے علاوہ موسم کی خرابی اور انفلوئنزا کی وبا جو ان دنوں ووکنگ کے گرد و نواح میں پھیلی ہوئی تھی بہت سے لوگوں کی آمد میں سدِّراہ ہوئی لیکن ان ناخوشگوار حالات کے باوجود یہ تقریب گذشتہ سالوں ہی کی طرح شاندار طریقہ سے منائی گئی۔ جب نماز عید کی جماعت کھڑی ہوئی۔ تو دو سو سے زیادہ حضرات شامیانے کے نیچے رب کعبہ کے حضور اپنا عجز و نیاز پیش کرنے اور سجدۂ شکر بجالانے کے لئے کھڑے تھے جو حضرات بھاری اور موسم کی خرابی کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے تھے ان کی کمی انڈین کنٹنجنٹ کے ۴۴ آدمیوں اور بیون ٹنگشن کے ۲۵ حضرات نے پوری کر دی۔

ٹرکش ایئر فورس کے دو ممتاز آفیسروں کی شمولیت حقیقی طور پر یہ نمایاں کر رہی تھی کہ یہ اجتماع اقوام عالم کا نمایندہ اجتماع ہے۔

نماز عید الحاج عبداللہ ایچ بینٹ۔ جے۔ بی۔ فلبی۔ سی آئی۔ ای۔ آئی۔ سی۔ ایس ریٹائرڈ کی امامت میں ادا کی گئی۔ نماز کی ادائگی کے بعد آپ نے ایک جامع خطبہ فرمایا۔ جو کسی ۔ ۔ ۔ آیندہ اشاعت میں شائع کیا جائے گا۔ خطبہ عید کے لئے آپ نہایت ہی نفیس عربی چوغہ پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ اور اپنی مسحور کن تقریر سے حاضرین کو ایسا مست کیا کہ وہ ۴۰ منٹ تک مبہوت بنے رہے۔ خطبہ کے اختتام پر امام مسجد ووکنگ مولانا عبدالمجید صاحب نے شہزادہ ہائینس امیر فیصل اور خالد اور سعودی عرب کی تار پڑھکر سنائی جس میں انھوں نے عید کی نماز سے غیر حاضری پر بدیں وجہ اظہار افسوس کیا تھا کہ وہ

اس ملک سے رخصت ہو رہے تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے سب فرزندانِ توحید کو عید مبارک کا پیغام مسرت آفریں ارسال فرمایا تھا۔

اس موقعہ پر یہ بیان کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مسٹر تھامس ٹفٹن گریجویٹ آف کیمرج یونیورسٹی نے حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہوئے نہایت صمیم قلب سے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ حاضرین کے مجمع سے ایک طویل وشکیل صورت نمودار ہوئی اور نہایت ہی سرعت کے ساتھ امام کی طرف بڑھی۔ اور اس نے نہایت ہی جرات اور بلند خوصلگی سے امام کے بتاتے ہوئے الفاظ کو دہراتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان کیا۔

مسٹر ٹفٹن کے اسلام لانے پر تمام حاضرین نے رب عز وجل کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا نماز عید ادا کرنے کے بعد تمام حاضرین کی تواضع مشرقی لذیذ کھانوں سے کی گئی۔ مسٹر ٹفٹن کی گفتگو سننے کے بعد بیون سکیم کے ایک بنگالی لڑکے پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا ایک نسخہ خرید کر اپنے نومسلم بھائی کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا۔

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی مسلم مشن ووکنگ

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
نبی کامل	۲ — ۰ — ۰	لمعات انوار محمدؐ	۰ — ٦ — ۰
ینابیع المسیحیت	۰ — ۱۴ — ۰	خطبات عربیہ	۰ — ۱۲ — ۰
موضوع قرآن	۰ — ۴ — ۰	براہین نیرہ	۰ — ۱۲ — ۰
توحید فی الاسلام	۰ — ۱۰ — ۰	ہستی باری تعالے	۰ — ٦ — ۰
مکالمات ملیہ	۰ — ۱۰ — ۰	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۰ — ۱۰ — ۰
اسوۂ حسنہ	۰ — ۸ — ۰	مذاہب عالم کا مذہب	۰ — ۴ — ۰

پتہ:۔ مینجر مسلم بک سوسائٹی ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور

مسجد ووکنگ میں خطبۂ عید الاضحیٰ ۱۳۶۱ھ

فرمودہ ہز ایکسیلنسی شیخ حافظ وہبہ - وزیر سعودی عرب مقیم انگلستان

ہم قارئین کرام سے معذرت چاہتے ہیں کہ ہم اس خطبہ کو قریباً ایک سال کے عرصہ کے بعد شائع کر رہے ہیں۔ اس تاخیر کا باعث اصلی مسودہ کا شائع ہو جانا تھا۔ خطبہ ہذا میں نہایت قیمتی معلومات کا مجموعہ ہے اور موجودہ حالات میں یہ اور بھی قیمتی معلوم ہوتا ہے۔

(ایڈیٹر)

میرے مسلمان بھائیو! آج جبکہ دنیا کی تمام اقوام ایک خونریز اور خوفناک جنگ کی مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ ہم عید الاضحیٰ کی تقریب سعید منا رہے ہیں۔ گو یہ دنیا قدرت کی نعمتوں سے مالا مال ہے۔ اور قدرت کی پیداوار تمام دنیا کی آبادی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے لیکن جنگیں ہمیشہ تکالیف کا پیش خیمہ ہوتی ہیں اور اپنے ساتھ فاقہ مستی اور بیشمار مصائب و آلام لاتی ہیں۔ اور یہ ایسی بیماری کی طرح ہوتی ہے جس کا علاج سوائے ان ڈاکٹروں کے کوئی نہیں کر سکتا جن کا تعلق خدا تعالےٰ سے ہوتا ہے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔

رب عزوجل اپنے خاص فضل و کرم سے ہمارے ملکی اور ہمارے قومی و ملکی کاموں میں ہماری رہنمائی فرمائے اور دنیا میں ایک بار پھر امن قائم کر دے۔ تاکہ بنی نوع انسان ہیں موجودہ دور آلام سے نجات پائے۔

اللہ جل شانہٗ اس مقدس تقریب کے آئندہ سال آنے سے قبل تمام دنیا کے مسلمانوں میں مسرت و شادمانی، امن و سکون اور فارغ البالی عطا فرمائے۔

میرے مسلمان بھائیو! رب ذوالجلال والاکرام ہمیشہ ہم پر اپنے خاص فضل و کرم کی بارشیں برساتا رہا ہے۔ اور اس نے ہمیں ایسے دل کی دولت سے مالا مال کیا ہے جس

کے ذریعہ سے ہم آزادانہ طور پر ہر ایک معاملہ کے متعلق سوچ سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے متعدد بار عربوں کو خاص طور سے اور دیگر لوگوں کو عام طور سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ تعصب کی بنا پر اندھا دھند اپنے آبا و اجداد کی تقلید نہ کریں بلکہ انہیں جو دل و دماغ اور فہم و فراست عطا کی گئی ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے ہر ایک معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اور اس پر عمل کریں جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں "ہم اس کی پیروی کرتے ہیں جس کی ہمارے آبا و اجداد کرتے تھے۔ گو ان کے آبا و اجداد بغیر سمجھے اور سوچے اور بغیر کسی رہنما کی رہنمائی کے قعر مذلت میں گرے ہوئے تھے۔

ہر ایک معاملہ پر آزادانہ غور کرنے کی وجہ سے ہمارے آبا و اجداد نے ہمارے لئے علم و ہنر، آرٹ۔ سائنس کے ایسے بیش قیمت اور گرانمایہ گنج چھوڑے جن سے آجتک تمام دنیا متمتع ہو رہی ہے انھوں نے اپنے علم و ہنر اور عالی دماغی کی وجہ سے تمام دنیا کی صدیوں تک رہنمائی کی۔

خدا تعالےٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت کو بدل کر بہتر بنانے کی طرف متوجہ نہ ہو ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں رسول کریم صلعم کے حسن سلوک اور حسن اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے "یقیناً تمہارے اخلاق و عادات دنیا کے لئے ایک بہترین نمونہ ہیں" آنحضرت صلعم نے فرمایا رب عزوجل نے مجھے اچھے اخلاق اور نیک سلوک کو فروغ کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے"

حسن سلوک اور اچھے اخلاق کی وجہ سے تمام قسم کے باہمی تفرقات مٹ جاتے ہیں۔ دلوں میں ایک دوسرے کی محبت اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اسی نظریہ کو پیش کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے "یہ محض اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم تھا

کہ تم ان سے نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے ہو۔ اگر تم ترش اور سخت دل ہوتے تو وہ تمہارے گرد جمع نہ ہوتے۔“

اسلام خوش فہمیوں اور محض امیدوں ہی کے مذہب کا نام نہیں بلکہ یہ ایک عملی مذہب ہے۔ بدیں وجہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

” نہ تو تمہاری بیہودہ خواہشات کے مطابق کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کا لحاظ کیا جائے گا جو اہل کتاب کے دل میں ہیں ۔ جو برائی کرتا ہے اسکو برائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور وہ اپنے آپ کو اللہ کے نزدیک نہیں پائے گا، اور نہ ہی اللہ اس کی مدد کرے گا۔ اور جو شخص اچھے اعمال کریں گے خواہ عورت ہو یا مرد۔ اور وہ ایمان لانے والا (یا لانے والی) ہوں گے وہ بہشت میں داخل کئے جائیں گے، اور وہ ذرہ بھر بھی غلطی پر نہیں ہونگے اور کون بہتر ہے مذہب کے لحاظ سے وہ جو کہ کما حقہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، اور نیکیاں کرتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتا ہے وہی راہ مستقیم پر ہے۔“

عبد اللہ ابن عمر ابن العاص فرماتے ہیں : میں نے آنحضرت صلعم کو فرماتے ہوئے سنا۔

” اللہ تعالےٰ لوگوں کے دلوں سے علم کو فوراً اچک نہیں لیتا۔ بلکہ وہ علماء اور فضلاء کی وفات کے بعد لوگوں سے علم کی دولت چھین لیتا ہے جب تمام علماء انتقال کر جاتے ہیں، تو لوگ عوام میں سے ایسے لوگوں کو اپنا رہنما بنا لیتے ہیں جو جاہل مطلق　　ہوتے ہیں اور جب کسی معاملہ کے متعلق ان سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ بغیر سوچے سمجھے مشورہ دے دیتے ہیں بس اس طرح عوام کی صحیح رہنمائی نہیں ہوتی اور وہ غلط راستہ پر گامزن ہو جاتے ہیں“

اس میں شک نہیں کہ علم ہی ایک ایسی راسخ بنیاد ہے جس پر ہر ایک حکومت کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ کوئی ایسی حکومت برسر اقتدار نہیں آسکتی جس کا تعلق جاہل اور کم فہم عوام سے ہو۔ اور ان کا رہنما اور لیڈر بیوقوف اور ان پڑھ ہو۔

بہترین تعلیم خدا تعالےٰ کو پہچاننا اور اس کے بتائے ہوئے احکام کی پابندی میں مضمر ہے اور بہترین رہنمائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور اصول زندگی

کی پیروی کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"اللہ تعالیٰ ایک ایسے شہر کی مثال پیش کرتا ہے جو بالکل مضبوط اور محفوظ تھا اور اسے چاروں اطراف سے خوراک وغیرہ بافراط مہیا کی جاتی تھی لیکن وہ اللہ کی اس عنایت کے ناشکر گذار ہو گئے۔ پس اللہ نے انہیں بھوک اور خوف و ہراس کی مصیبت میں مبتلا کر دیا اور اللہ تعالےٰ نے یہ اسی لئے کیا کہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا"

قرآن کریم مزید فرماتا ہے:۔ "جب ہم کسی شہر کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم ان لوگوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں جو نہایت ہی آرام طلبی کی زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں، پس اس شہر کے لوگوں کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا جاتا ہے اور ہم اسے مکمل طور پر تباہ کر دیتے ہیں" اقوام اور عوام کے لئے یہی صحیح راستہ ہے۔ اور ان لوگوں کیلئے ہمیشہ مسرت و شادمانی ہے جو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور اس کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کی تعلیم کی پیروی کرتے ہیں تعلیم کی ترویج و اشاعت کرتے ہیں، اپنی صنعت و حرفت کو اور زراعت کو فروغ دیتے ہیں۔ اپنی تجارت کی توسیع کرتے ہیں اور ترقی کے بام عروج پر پہنچنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اُن لوگوں کے لئے مایوسی اور نامرادی غلامی اور بیکسی ہے جو تعلیم کی طرف دھیان نہیں دیتے، اور خود فریبی ... میں زندگی بسر کرتے ہیں، اور اپنی مدد آپ نہیں کرتے۔ خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ یہی دستور اور طریقہ ہے اور وہ اس طریق کو کبھی بدلتا نہیں۔

اس بیان کے بعد اب میں خدا تعالےٰ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کے گناہوں کو معاف کرے۔ اور میں آپ سے بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ بھی دعا کریں کہ وہ آمرزگار حقیقی سب مسلمانوں کے گناہوں کو معاف کرے۔ وہ رحیم و کریم اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

خطبہ عید الفطر مشرقی لندن کی مسجد میں۔

خطبہ عید الفطر فرمودہ ایس۔ ایم عبد اللہ آف مانچسٹر کا اقتباس جو کہ لندن کی مشرقی مسجد میں عید الفطر ۱۳۶۲ھ کی نماز کے بعد آپ نے بیان فرمایا۔

اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر و للہ الحمد۔ ایسی ہی مسرت و شادمانی کی تقریبوں پر تمام مسلمانوں کی طرف سے رب عزوجل کی بندگی، توحید، وحدت اور تعریف کے راگ ایسے واضح اور نمایاں عربی کے الفاظ میں گائے جاتے ہیں، اور ہمارا دل نہایت ہی عجز و انکسار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بار بار درود بھیجتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

آج ہم ماہ رمضان کے اختتام کا دن منا رہے ہیں اس مہینہ کا دن جسے ماہ صیام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور سارا مہینہ روزے رکھے جاتے ہیں۔ عبادت یا ریاضت کی جاتی ہے اور سخاوت کی جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم نے صحیح طور پر سارا مہینہ کھانے پینے اور اپنی نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھا ہے۔ تو ہم اسے روحانی روزہ کے نام سے پکار سکتے ہیں۔ اور ماہ رمضان میں اپنی خواہشات پر ضبط کے تاثرات کی ابتداء اب ہوگی "روزے تم پر فرض کئے جاتے ہیں تاکہ تم اپنے نفس پر ضبط رکھو اور نیکی حاصل کرو" (۲:۱۸۳) پس اللہ تعالے روزہ کے صحیح مقصد کی طرف واضح الفاظ میں ہمیں توجہ دلاتا ہے اور اسی مہینہ میں خاص طور پر مسلمانوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی مشنری کو کما حقہ طور پر صاف کریں۔ انفرادی طور پر بھوک اور پیاس کا تجربہ ہم میں فرائض انسانیت کے خفتہ جواہر کو بیدار کرتا ہے۔ اور مسلمانوں میں صحیح مساوات اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

روزہ درحقیقت انسان میں دیانت وامانت اور وفاداری کے صحیح جذبات کو پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالے اور ہمارے سوا کون جانتا ہے کہ ہم صحیح طور پر روزہ کے پابند

لائبریری میں مل سکتی ہیں۔

اس کے بعد مجھے اسپرنٹو انٹرنیشیا Esperanto Internacia کے مارچ اور اپریل نمبر میں ایک مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا جس سے میرے اشتیاق کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور میں نے اسلام کے متعلق معلومات کو وسیع کرنے کے لئے تہیہ کر لیا اور اس تہیہ کی بناء پر میں آج آپ کو خط لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ تاکہ آپ مجھے چند ایسی کتابوں کے نام اور ان کے ملنے کا پتہ تحریر فرماویں جن کے مطالعہ سے میں اسلام کے متعلق کچھ جان سکوں۔ اگر کوئی اس قسم کی سوسائٹی یا ایسوسی ایشن ہو جس کا ممبر بننے سے اسلامی تعلیمات کا مجھے علم ہو سکے یا کوئی ماہوار یا سہ ماہی رسالہ ہو جو اسلام کے متعلق مضامین شائع کرتا ہو، تو اسکا بھی پتہ تحریر کریں۔ تاکہ میں اسکا خریدار بن جاؤں۔

اس وقت میں ائر منسٹری۔ انجینئرنگ برانچ میں بطور چارٹرڈ مکینیکل اینڈ الیکٹریکل انجینئر کام کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں لیکن میں اب آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ فقط۔

آپ کا۔ ایف۔ ایچ

مسٹر کولن ایونز کی طرف سے جواب

پیارے جناب

آپ کا خط گراں خاطر ہونے کی بجائے مسرت و شادمانی کا موجب ہوا۔ برطانیہ کلاں میں مسجد ووکنگ (اتنا ہی پتہ کافی ہے) سب سے بڑا اسلامی مرکز ہے اور اس سے آپ اسلام کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

مسجد ووکنگ (سرے انگلستان) کے امام مولانا عبدالمجید ایم۔ اے مشرقی و مغربی زبانوں کے بہت بڑے فاضل ہیں اور وہ نہایت ہی مسرت سے آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے۔ مولانا عبدالمجید صاحب برطانیہ کلاں کے مسلم لٹریری مشن۔ اسلامک بک ڈپو۔ اور اسلامک ریویو (جو چھپتا ہندوستان میں ہے اور شائع ہوتا مسجد ووکنگ سے ہے) کے انچارج ہیں۔ آپ کا تعلق مسلم سوسائٹی آف گریٹ بریٹن سے بھی ہے۔ یہ سوسائٹی بیام امنو ہیں ۱۰۔ ایکلسٹن سکوئیر لنڈن۔ ایس ڈبلیو۔ ۱ میں اپنے ہفتہ وار اجلاس کیا کرتی

تھی۔ اور جمعہ کے روز وہاں پر جمعہ کی نماز کے لئے اس کے ممبر جمع ہوتے، اور نماز کے بعد مختصر سی چائے نوشی کے بعد آپس میں تبادلۂ خیالات کیا کرتے تھے۔ نماز جمعہ کا خطبہ امام صاحب انگریزی میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس موقع پر ہندوستانی انگریزی دان، مصری، عربی اور انگریز جن کو اسلام سے دلچسپی ہوتی شامل ہوتے تھے۔ مجھے اب بھی مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹین کی طرف سے ایک جلسہ میں شمولیت کی دعوت آتی ہے۔ لیکن گذشتہ سال دو سال سے مجھے ایسے موقع پر دعوت آتی ہے کہ میں کسی سابقہ طے شدہ پروگرام کی وجہ سے اس میں شمولیت نہیں کر سکا۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ ان کی سرگرمیوں سے میں ناواقف رہا۔

در حقیقت میں ان بیشمار انگریز مسلمانوں میں سے ہوں جنہوں نے اسی ملک انگلستان میں اسلام قبول کیا اور کبھی بھی باہر ایسے ملک میں نہیں گئے جس کی اکثریت کا مذہب اسلام ہو۔ . . . . میں متوقع ہوں کہ وہ دن دور نہیں جبکہ آپ بھی اس مختصر سی مگر ترقی پذیر جماعت کے ممبر ہوں گے۔

میں متعجب ہوں کہ آپ کے پاس قرآن کریم کا کونسا ترجمہ ہے۔ انگلستان میں سب سے زیادہ مشہور اور شائع شدہ سیل کا ترجمہ ہے، لیکن وہ کوئی اچھا ترجمہ نہیں اور وہ لکھا بھی ایسے جذبات کے ماتحت ہے۔ جو اسلام کے خلاف تھے۔ اس ترجمہ سے قدرے بہتر پامر اور راڈول کے تراجم ہیں اور دونوں سستے داموں اور پاکٹ سائز میں مل سکتے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کسی مذہبی کتاب کا ترجمہ اس کے مخالفین کی طرف سے کیا ہوا کبھی بھی تسلی بخش نہیں ہو سکتا۔ راڈول اور پامر بھی دونوں غیر مسلم ہیں ایسا یہ تراجم بھی مستند نہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے مسلمانوں نے بھی قرآن کریم کے انگریزی تراجم کئے ہیں ان میں سے ایک گلوریس قرآن Glorious Quran ہے جو انگریز نو مسلم مسٹر مارمیڈیوک پکتھال نے ترجمہ کیا ہے اس کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر بھی ہے اسے الفریڈ نوپف Alfred Knopf نیویارک نے شائع کیا ہے۔

قرآن کریم کا ایک ترجمہ مولانا محمد علی ایم اے نے بھی کیا ہے اور اس کے ساتھ

نہایت ہی جامع تفسیر اور ایک مفید دیباچہ ہے، اس ترجمہ کے کئی ایک ایڈیشن ہیں ان میں سے ایک گز کی جلد والا ایڈیشن مفت تقسیم کے لئے بھی ہے اور اس کا ایک نسخہ میرے پاس ہے جس پر مفت تقسیم کی مہر چسپاں ہے۔ میرا خیال ہے اس کی قیمت ½۴ شلنگ ہے۔ اس ترجمہ کا ہر ایک ایڈیشن ووکنگ مسجد سے مل سکتا ہے، اس کے علاوہ ایک اور انگریزی ترجمہ کیمبرج کے فارغ شدہ حافظ غلام سرور کا لکھا یہ نہایت ہی اعلیٰ پایہ کے دیباچہ کے ساتھ خوبصورت چھپا ہوا ½۱۲ شلنگ کو دستیاب ہوسکتا ہے۔ علامہ عبداللہ یوسف علی کا ترجمہ بھی نہایت عمدہ ہے جو کہ متوازی کالم میں عربی متن اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اور جو دو جلدوں میں مل سکتا ہے۔

اسلام کے متعلق ایک بہت بڑی کتاب ریلیجن آف اسلام مولانا محمد علی کی تصنیف شدہ ہے اس کتاب میں انھوں نے اسلام کے تمام اصول و عقائد کے متعلق پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔ اور حضرت رسول کریم کی سوانح حیات بھی مختصر مگر جامع طور پر لکھی ہے۔

سردار اقبال علی شاہ کی محمد دی پرافٹ Muhammad The Prophet بھی ایک بہت بڑی اور قیمتی کتاب ہیں پیغمبر اسلام کی زندگی کے حالات جامع طور پر لکھے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کو کسی پبلک لائبریری میں سے مل سکتی ہے۔

ایک بہت ہی سستی اور مختصر کتاب اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی :۔ Islam The Religion of Humanity سید عبدالرزاق نے تصنیف کی ہے اور تھیوسافیکل پبلشنگ ہوس اڈیار، مدراس، ہندوستان نے شائع کی ہے۔ یہ کتاب آپ کو تھیوسافیکل سوسائٹی انگلینڈ یا تھیوسافیکل بک سیلروں سے مل سکتی ہے۔

ایک چھوٹی سی اور نہایت ہی عمدہ کتاب اسلام اینڈ دی مسلم پریئر Islam & The Muslim Prayer کی مؤلفہ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم آپ کو مسجد ووکنگ سے مفت مل سکتی ہے اور انہی سے آپ کو اسلامی کتابوں کی ایک مفصل فہرست بھی مل سکے گی۔

میں آپ کو یقیناً یہی مشورہ دوں گا کہ آپ امام صاحب مسجد ووکنگ کو ان تمام

امور کے متعلق تحریر کریں اور میں (اگر آپ ناگوار نہ سمجھیں تو) ہی انہیں آپ کا خط ملفو
کرتے ہوئے تحریر کرتا ہوں لیکن آپ خود بھی براہ راست تحریر کریں تاکہ آپ کو جواب بہت
جلد مل سکے۔ مسلمان ہونے کے لئے مندرجہ ذیل چند باتوں کا خیال نہایت ضروری ہے

(۱) یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ ایک شخص حقیقی طور پر چاہتا ہے اور اس کی دلی خواہش
ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ اور اسے اسلام کے متعلق معلومات بھی کافی ہوں۔

(۲) چند مسلمانوں کے درمیان یہ اعلان کیا جائے کہ میں اعلان کرتا ہوں کہ خدا کے
سوائے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلعم اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ یہ اعلان ضروری نہیں
کہ امام کی موجودگی میں کیا جائے۔ بلکہ جہاں کہیں دل چاہے کر دیا جائے لیکن وہاں چند
مسلمانوں کا ہونا ضروری ہے جو کہ اس امر کے شاہد ہوں کہ آپ نے اپنے حلقہ بگوش
اسلام ہونیکا اعلان ان کی موجودگی میں کیا ہے۔

میں نے اور میرے ایک ہفتہ بعد میری بیوی نے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا
اعلان ۱۸ - ایگلسٹن سکوئر لندن میں سابق امام (جو اس وقت ہندوستان میں ہیں)
کی موجودگی میں ایک بہت بڑے مجمع کے روبرو جمعہ کی نماز کے بعد کیا۔ اس مجمع میں
مشرقی و مغربی اقوام کے لوگ جمع تھے۔ اسپرچوالسٹ تھیاسوفسٹ کے مضمون کے متعلق میرے
بعض خیالات سپرچولسٹ خیالات سے متاثر ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ میں مسلمان بھی
اور سپرچولسٹ بھی ہوں اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مغربی نسل کا ایک مسلمان
سپرچولسٹ بھی ہے۔ امام صاحب مسجد ووکنگ کو بارہا انگلش سپرچولسٹ چرچ کے
جلسوں میں شامل ہونے اور ان میں تقاریر کرنیکا موقعہ ملا ہے، مگر ہر ایک آدمی جو اسلام
قبول کرتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ میرے ان خیالات سے متفق ہو بلکہ واقعہ یہ
ہے کہ میرے بہت سے مسلمان بھائی مجھ سے ان باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اسلام
قبول کرتے ہوئے خیالات اور آراء کی حقیقی آزادی ایک انسان کو مل سکتی ہے جس کی
گنجائش کسی اور مذہب میں نہیں۔

آپ کا۔ کولن ایونز

گوشوارہ آمدنی دوکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور
بابت ماہ مارچ ۱۹۴۴ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۳/۳/۴۴	۲۸۳۹	جناب عبدالجلیل صاحب سلہپار	۰	۰	۳۰
	۲۸۴۰	بوساطت جناب ساو۔ حمید			
	"	بینا مارکیا سیلون۔			
	"	جناب ٹی ایس صالح مارکیا ملیشیا	۰	۰	۵
	"	جناب ایس ایم بینا مارکار	۰	۰	۵
	"	جناب اے۔ ایم منظر مارکیار	۰	۰	۵
	"	جناب ایس ایم بینا مارکار	۰	۰	۵
	"	جناب ایس ایم خطاب مارکار	۰	۰	۵
	"	جناب ایم ایم تمیمی بینا مارکار	۰	۰	۵
	"	جناب وی ایم ایس بینا تمیمی	۰	۰	۵
	"	جناب پی کے ایم کنجا مرایکن کنجا	۰	۰	۵
	"	جناب آر کے عبدالستار مارکار	۰	۰	۵
		جناب اے۔ حمید بینا مارکار	۰	۰	۵
۲/۳/۴۴	۲۸۴۱	جناب عبدالحق صاحب قبولہ	۰	۰	۵
"	۲۸۴۴	جناب مولوی کتاب الدین احمد صاحب	۰	۰	۲
۳/۳/۴۴	۲۸۴۵	جناب ایس۔ زید رضوی صاحب پٹنی بحیثیت	۰	۰	۵۰
۴/۳/۴۴	۲۸۴۶	جناب ایم فخرالدین صاحب لاہور	۰	۰	۲۵
۹/۳/۴۴	۲۸۵۸	حسب وصیت جناب سیٹھ			

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۹/۳/۴۴	۲۸۵۸	قاسم علی جیراج بھائی مرحوم بمبئی	۰	۱۳	۹۹
"	۲۸۵۹	جناب خان صاحب محمد عبدالسلام صاحب چاندہ۔	۰	۰	۱۰
"	۲۸۶۰	جناب خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۰	۵
۹/۳/۴۴	۲۸۶۴	جناب علی احمد خان صاحب دامن	۰	۰	۵
۹/۳/۴۴	۲۸۶۸	جناب خان بہادر سر عظمت اللہ پرلاکمیڈی (اڑیسہ)	۰	۰	۵
۱۱/۳/۴۴	۲۸۸۹	جناب محفوظ الکریم صاحب جبلپور	۰	۰	۲
"	۲۸۸۸	جناب اسم المعلوم صاحب	۰	۱۳	۲۴
"	۲۸۹۹	بوساطت حاجی برادرز ڈلبرگ (ٹرانسوال)			
"	"	جناب ڈی۔ ایچ۔ ای حاجی برادرز ڈلبرگ	۰	۹	۶۹
"	"	ای۔ حاجی۔ سنز ڈلبرگ	۰	۰	۶۹
"	"	آئی۔ ای حاجی ڈلبرگ	۰	۰	۲۷
"	"	موسا قاسم ڈلبرگ	۰	۰	۷
		ایچ۔ بی۔ قاضی ڈلبرگ	۰	۰	۳۰
		ایس۔ ایچ۔ سیلوسی کمپنی ڈلبرگ	۰	۰	۷

تاریخ	کریڈٹ نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
	۲۸۹۹	... ایس جماعت ...	۰	۰	۷
۱۱ ۳/۴۴	۲۸۹۹	ناظم نیشنل ہیڈکوارٹرز منڈی برگ	۰	۰	۶
۱۳ ۳/۴۴	۲۹۱۱	جناب۔ ایم۔ ٹی عثمان صاحب۔ پچقوریار مالابار	۰	۰	۵
"	۲۹۵۹	جناب اے۔ اے خاں صاحب۔ بنگلور	۰	۰	۱۰۰
۱۴ ۳/۴۴	"	جناب پی عبدالقادر صاحب بنگلور	۰	۰	۲۵۰
۲۲ ۳/۴۴	۲۹۹۸	عملہ دفتر لاہور	۰	۰	۲
۲۳ ۳/۴۴	۳۰۰۵	خانصاحب محمد یعقوب خاں صاحب گلگت	۰	۰	۵۰
"	۳۰۰۶	شافع اسلامیہ کالج پشاور	۰	۱۲	۱۱
"	۳۰۰۷	جناب سید عبدالعلی صاحب پیلی بھیت	۰	۰	۲۰
"	۳۰۰۸	جناب ایم محمد آفاق صاحب گورکھپور	۰	۰	۱۰
۲۸ ۳/۴۴	۳۰۱۳	جناب ایم سعادت اللہ خاں صاحب حیدرآباد دکن	۰	۰	۶
"	۳۰۱۴	جناب محمد یونس صاحب لکھنؤ	۰	۰	۲۰
۲۹ ۳/۴۴	۳۰۱۹	جناب عبدالعظیم صاحب امراؤتی	۰	۰	۵
۳۱ ۳/۴۴	۳۰۲۲	بوساطت جنابہ فیروزہ باری صاحبہ:-			
"	"	جناب اے کمال سید پور	۰	۰	۵

تاریخ	کریڈٹ نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۳۱ ۳/۴۴	۳۰۲۲	بوساطت جنابہ فیروزہ باری صاحبہ سید پور			
"	"	جناب بی گھوشل صاحب سید پور	۰	۰	۵
"	"	جناب ڈاکٹر زیڈ حق صاحب سید پور	۰	۰	۵
"	"	جناب محمد مسلم الدین صاحب سید پور	۰	۰	۵
"	"	جناب ایل آر خان صاحب "	۰	۰	۵
"	"	جناب کے آئی۔ ایس لے لودکا سید پور	۰	۰	۵
"	"	جناب اے حمید صدیقی صاحب سید پور	۰	۰	۵
"	"	جنابہ فیروزہ باری صاحبہ سید پور	۰	۰	۱۰۰
۴ ۳/۴۴	۳۰۲۳	جناب سید عثمان صاحب مدراس	۰	۰	۱۰
۳ ۳/۴۴	۳۰۲۴	جناب عبدالحق صاحب قبولہ	۰	۰	۵
۳ ۳/۴۴	۳۰۵۰	منافع از [illegible] بنک	۰	۰	۳۹۹
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۱۲	۵۷۶
		فروخت رسالہ اشاعت اسلام	۰	۸	۱۱۷
		فروخت کتب	۰	۳	۴۸۲
			۰	۲	۲۶۰۵

۲۶۰۵ — ۲ — ۰

گوشوارہ اخراجات جاری وکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ ۱۰ ہو لاہور

بابت ماہ مارچ ۱۹۴۴ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۲ ۳/۴۴	۹۰	تنخواہ عملہ دفتر مشن لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۴۴ء	۸	۱۳	۶۲۹
″	۹۱	کرایہ دفتر لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۴۴ء	۰	۰	۳۰
″	۹۲	کرایہ بکڈپو وگوام بابت ماہ فروری ۱۹۴۴ء	۰	۰	۱۵
″	۹۳	الاونس	۰	۰	۳۰
۱۷ ۳/۴۴	۹۴	آفس امپرسٹ بل بہ تفصیل ذیل:۔ پائی آنے روپے محصول ڈاک ۔ ۔ ۱ ـــ ۹۸ خرید کتب برائے فروخت ۹ ـــ ۷ ـــ ۶۸ سٹیشنری ۔ ۔ ۰ ـــ ۰ ـــ ۱۴ تلدیں ۔ ۔ ۰ ـــ ۹ ـــ ۹ مرسی اخراجات ۔ ۳ ـــ ۵ ـــ ۰ کاغذ سرورق اشاعت اسلام / سطر وکتابت اشاعت اسلام } ۰ ـــ ۳ ـــ ۸۲ متفرقات ۰ ـــ ۸ ـــ ۶ ۰ ـــ ۲ ـــ ۲۷۹	۰	۲	۲۷۹
۲۱ ۳/۴۴	۹۵	طباعت رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری فروری ۱۹۴۴ء	۰	۰	۲۲۰
″	۹۶	طباعت ضمیمہ اسلامک ریویو	۰		۲۴۰
″	۹۷	طباعت لیٹر ہیڈ، رسید فارم و سرورق اشاعت اسلام	۰	۱۲	۴۵
″	۹۸	طباعت اشاعت اسلام جنوری فروری۔ مارچ ۱۹۴۴ء	۰	۰	۲۸
		میزان کل	۶	۱۰	۱۲۹۸

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتماب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لندن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کرکے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کرلیں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں ٹھیکر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کرلیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کرلے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اوّلیں نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کرکے یورپ میں اِسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۷؍ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام (اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو) کی خریداری فرمائیں اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳؍ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵؍ ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو حسن شخصیت محمدی سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اس نیک پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر نیاز۔ صدقہ خیرات۔ زکوٰۃ بعضیت کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے از بس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے باحسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے۔ مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جائے اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور دربدر کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی چندہ کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں وصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

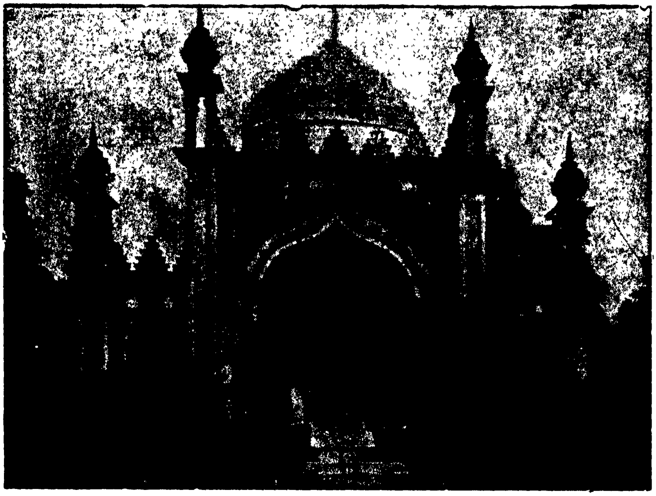
تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیِ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیرانِ اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ

قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　اللہ اکبر　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

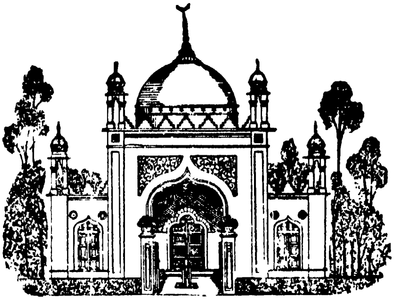
ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان



مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن۔** ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام **"ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ"** ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد۔** (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک۔** (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع** (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے، رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۰ | بابت ماہ ذیقعد ۱۳۶۳ھ م۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء | نمبر ۱۰

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

ہستی باری تعالےٰ

والسماء والطارق ۃ وما ادرٰلک ما الطارق ۰ النجم والثاقب ۃ ان کل نفس لما علیہا حافظ ۃ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

تم آسمان کو دیکھو اور جو آسمان میں طارق ہیں اس کو بھی دیکھو اور جانتے ہو کہ طارق کیا ہے یہی روشن سیارے اور ستارے، لفظ ثاقب کے تین معنے وارد ہوئے ہیں (۱) ایک روشنی والا (۲) پھاڑ کر کسی چیز میں گھس جانے والا (۳) حمل کرنے والا - یعنی جس قدر آسمان میں سیارے اور ستارے ہیں ان کی روشنی ہواؤں کو اور فضاء کو پھاڑتی ہوئی نیچے آجاتی ہے اور پھر زمین کو اور زمین کی دوسری چیزوں کو پھاڑ کر ان میں گھس جاتی ہیں اور وہاں حمل کا موجب ہو جاتی ہیں ۔ یہ کس قدر خدا کی شان ہے کہ آج سائنس نے جو تحقیق کی ہے وہ یہی حقیقت ہے کہ آسمان سے سورج ہی نہیں بلکہ ہر ایک سیارہ و ستارہ زمین پر روشنی پھینک رہا ہے اور ہر ایک سیارہ و ستارہ کی روشنی زمین کی روئیدگیاں پیدا کرنے میں ایسی ضروری ہیں جیسے بارش کا پانی یا سورج کی گرمی اور روشنی یا ماہتاب کی چاندنی ۔ الغرض یہ سب کی سب باتیں ملکہ عقلمند کی نگاہ میں جیسا کہ خود قرآن کریم نے فرمایا ہے اس ذات پاک کے وجود کی آیات یا نشان ہیں جو ایک ہے اور جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

ان اوراق کے پڑھنے والوں پر اب یہ تو ظاہر ہو چکا ہوگا کہ کائنات کا ہر ایک ذرّہ اور ترکیب ذرات کا ہر ایک ہیولا کسی نہ کسی قانون کی اطاعت میں چل رہا ہے۔ بلکہ کل کی کل کائنات اگر کسی دل و دماغ کا نتیجہ ہے تو اس کے خط و خال سے ایک صانع کے قلب کی ماہیت بھی نظر آجاتی ہے۔ جس طرح کسی کی بنائی ہوئی چیز سے کاریگر کی نفاست یا بلادت طبع کا پتہ چل جاتا ہے اسی طرح صحیفہ قدرت سے بھی صانع فطرت کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے جو چیز بھی ہم بنانی چاہیں اس کے اسباب بھی کائنات میں پہلے سے موجود ہیں۔ وہ کونسی نئی چیز ایجاد ہوئی جس کے مواد زمین و آسمان میں پہلے ہی موجود نہیں ۔ اسی طرح وہ کونسی ضرورت ہے۔ جس کے دفعیہ کے سامان پہلے ہی سے زمین میں موجود نہیں کائنات ایک مادر شفیق کی طرح ہمارے لئے ساری چیزیں پہلے سے ہی تیار کر رکھتی ہے - ایک خشک مزاج فلسفی ان امور کا نام خواص فطرت رکھے گا۔ لیکن اخلاق اگر ان امور کا نام ہے کہ جن کے ہونے پر ایک وجود سے دوسرے کے وجود کو فائدہ پہنچتا ہے تو پھر امور بالا کو کیوں کائنات کے اخلاق فاضلہ نہ سمجھا جاوے ماور کائنات عام ماؤں سے کہیں زیادہ شفیق و رحیم نظر آتی ہے، اسی طرح کونسی چیز ہم صحیح طریق پر کائنات کے سپرد کرتے ہیں۔ کہ جسے کائنات دوگنا چوگنا آٹھ گنا دس گنا کر کے واپس نہ کرے۔ زمین میں دانہ کا ڈالنا اور پھر فصل کا اٹھانا اس کی ایک ادنیٰ مثال ہے لیکن اگر ہم اپنی طرف سے کوئی کوشش نہ کریں کہ جس سے ہمارے زمین کے حوالہ کردہ خزانوں میں اضافہ ہو تو

بھی جو کچھ بھی زمین کے حوالہ کیا جاوے وہ واپس ملتا ہے۔ بالمقابل کائنات کی خلاف ورزی بالعموم مختلف تکالیف کا موجب ہوجاتی ہے۔ اس رنگ میں بھی عموماً خلاف ورزیوں پر تکلیف جلد مترتب نہیں ہوتی۔ بسا اوقات قدرت اپنے قوانین کی خلاف ورزی پر غلط کار کو معاف کر دیتی ہے لیکن اگر غلط کار اپنی خلاف ورزیوں میں بڑھ جاتا ہے تو اسے سزا بھی ملتی ہے۔ یہ مذکورہ بالا چار اخلاق ہمیں کائنات میں نظر آتے ہیں۔ اول یہ کہ ہر ایک ضرورت کے دفعیہ کے لیے اسباب جن کا مہیا ہونا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ وہ پہلے ہی سے کائنات نے جمع کر رکھے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہمارا کوئی فعل جو صحیح اصول پر مبنی ہو۔ کبھی ثمر آور ہونے سے خالی نہیں رہتا۔ تیسرا یہ کہ ہماری غلط کاریوں کے بالعوض سزا تو ہمیں کم ملتی ہے لیکن ایک کام کا بدلہ بر رنگ نیکی ہمیں ضرور مل جاتا ہے ان چار صفات کو عربی زبان میں رحمانیت، رحیمیت، اور مالکیت یوم الدین سے تعبیر کیا ہے۔
رحمانیت اس شفقت کو کہتے ہیں جو دوسروں کی ضرورت کے دفعیہ کے سامان بطور خود پیدا کر دے۔ اور رحیمیت اس شفقت کا نام ہے جو کسی کے ایک محنت کے عوض ایک سے زیادہ ہو ایک نیکی کا عوض یا ایک غلط کاری کے مقابل ایک ہی سزا یا بالمقابل اکثر عفو سے کام لینا اس کا نام قرآنی اصطلاح میں مالکیت ہے۔ اگر کائنات کے پس پردہ کوئی دل و دماغ کام کر رہا ہے تو اسے رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین کہنا بالکل صحیح ہے۔

دہریت یا تشکک کی حقیقی وجہ یہی ہے۔ کہ دیگر مذاہب نے خدا کے جس خد و خال کا پتہ دیا اسے کائنات کے خد و خال نے غلط ٹھہرایا۔ اگر کائنات کا مالک ان مذاہب کا الہام کرنے والا ہوتا تو ان مذاہب کے بتلائے ہوئے صفات باری ان صفات کے مطابق ہوتے جن کو ایک مبصر نگاہ کائنات میں پڑھ لیتی۔ مجھے یہاں دوسرے مذاہب کے مبینہ صفات باری پر بحث کرنی منظور نہیں۔ مجھے یہاں اسی قدر دکھانا ہے کہ کائنات کے صانع کا پتہ کائنات سے ہی چلتا ہے۔ اور اسی صانع کے اخلاق جو جو اس کی صنعت سے نظر آتے ہیں، وہ وہی ہیں جو قرآن کریم نے بتلائے ہیں اگر قرآن کریم کے بتلائے ہوئے صفات باری پر ایمان نہ لایا جائے۔ تو جن صفات کا ذکر عیسائیت یا سماجی مذہب یا دیگر ملل مختلفہ بتلا رہے ہیں۔ ان کا بطلان بالبداہت صحیفہ قدرت سے ہوتا ہے۔ قرآن کے بتلائے ہوئے صفات باری اگر غور سے دیکھے جاویں تو وہ ہمیں ان قوانین فطرت کا پتہ دیتے ہیں جن کے ماتحت کائنات چل رہی ہے۔ جن قوانین فطریہ کو آج علوم جدیدہ نے دریافت کیا وہ در اصل صفات باری مبینہ قرآن کی عملی شکل ہے مثلاً ہر ایک چیز میں صدہا جوہر ہوتے ہیں، وہ سب کے سب چھپے ہوئے ہوتے ہیں جب وہ چیز مناسب حالات کے ماتحت آتی ہے۔ تو آہستہ آہستہ ان جوہروں کا ظہور ہوتا جاتا ہے۔ کل کائنات بحیثیت مجموعی بھی اپنے اندر یہ رنگ رکھتی ہے۔ اور پھر کائنات میں ہر ایک چیز اس قانون کے تلے کام کرتی ہے آج سے لکھو کھہا یا اربوں برس پہلے سورج میں سے کچھ مواد باہر نکلا جس نے ایک گولے کی شکل اختیار کی۔ فضاء عالم کی سردی نے اس گولے کو کسی قدر سرد کیا۔ اور وہ نار سموم کا گولہ نہایت شوریدہ تیزابی مادہ بن گیا۔ پھر اسی پر مزید سردی نے ایک ہلکی سی جھلی پیدا کر دی یہی جھلی موٹی ہوتی ہوتی چٹانی شکل اختیار کر گئی۔ جو آخر پہاڑ بن گئے۔ پھر چٹان اور پہاڑ بارشوں کے ذریعہ بوسیدہ ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ موجودہ مٹی کی شکل میں منتقل ہو گئے۔ سموم نار کی حالت سے چل کر اس کرہ نے

چھ اور منزلیں طے کیں اور ساتویں منزل پر اس نے زمین کی موجودہ شکل اختیار کر لی۔ یہی وہ سات زمینیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم کرتا ہے۔ پہلی زمین تو وہی سمومی ناری کرہ تھی اور ساتویں زمین کرہ ارضی کی موجودہ حالت ہے۔ کرہ ارضی کا ان سات منازل کو طے کرنا وقت کے اور مقتضیات مختلفہ کے لحاظ سے سات اوقات مختلفہ کو چاہتا ہے۔ عربی زبان میں یوم کے معنے دن کے نہیں یوم اس مقدار وقت کا ہے کہ جس کے آغاز و خاتمہ کا اندازہ اس چیز کی کیفیت سے لگ سکے کہ جس کے متعلق اس وقت کی تعیین کی گئی ہے۔ یہ تو آج کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہی وہ باتیں ہیں جو ہم قرآن اور حدیث میں پڑھتے ہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ زمین کی پہلی شکل نار سموم تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اطلاع دیتے ہیں کہ زمین ایک وقت الماء یعنی خاص قسم کا پانی تھا ایسا ہی خود قرآن یوم کا نام ایک دن۔ ایک برس۔ ہزار برس۔ پچاس ہزار برس بھی کہتا ہے۔ قرآن کریم نے اگر زمین کا بنایا جانا سات یوم میں تجویز کیا ہے تو ممکن ہے کہ یہ زمین تین لاکھ پچاس ہزار برسوں میں تیار ہوئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہاں اس بحث سے غرض صرف اس قدر ہے کہ جس طرح سمومی ناری کرہ آخر کار چٹان۔ پتھر۔ پہاڑ۔ زمین مٹی تیزاب۔ درخت مختلف دھاتیں بن گیا اور آخر کار اسی میں سے حیوانات اور حیوانات میں سے انسان اور انسان کے ہیولے میں انسانی دل و دماغ جن میں اخلاق فاضلہ کا ظہور ہے۔ پھر روحانیات پھر لطایف قلبی کہ جن کے نشو و نما پانے پر ایک مسلم قلب ایک تاریک کوٹھری میں بیٹھ کر غیب کے راز کو پڑھ لیتا ہے۔ یہ سب کے سب ایک قسم کی گرم جلتی ہوئی گیس سے نکلے ہیں۔ اور یہ ساری کی ساری چیزیں بطور بطون اس میں موجود تھیں۔ الغرض جیسا کہ میں نے کہا کل کی کل کائنات اور پھر کائنات کی ہر ایک چیز میں بہت سے بطون ہوتے ہیں، جو آہستہ آہستہ ظاہر ہوتے ہیں۔ گویا کائنات میں ایک تو وہ قانون ہے جس کے ماتحت چیزوں میں جوہر مضمر ہوتے ہیں۔ پھر ان پر ایک اور قانون عمل کرتا ہے۔ جسے قانون ارتقاء کہتے ہیں جس کے ماتحت کل کی کل چیزوں میں سے جوہر مختلفہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ میں نے ابھی کہا تھا کہ یہ جس قدر قانون فطریہ ہیں وہ دراصل صفات باری مبینہ قرآن کی عملی شکل میں ہیں۔ مثلاً خدا کا ایک نام الباطن دوسرا نام الرب، تیسرا نام الظاہر۔ اب الباطن اور الظاہر کے ماتحت تو وہ دو قانون آگئے جن کا اوپر ذکر کیا۔ ربوبیت کے معنی عربی زبان میں ان تمام اسباب کو مہیا کرنا اور ان کے متعلق انتظام کرنا اور قوانین بنانے ہیں جن کے ماتحت اشیاء کائنات مختلف منازل سے گزرتی ہوئی اپنے مخفی جوہروں کو ظاہر کرتی جاتی ہے۔ ....

. . . . مذکرہ

بالا بحث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علوم جدیدہ نے جن قوانین فطریہ کو دریافت کیا ہے وہ تو صفات باری مندرجہ قرآن کے ہی عملی شکلوں کا نام ہے۔ سائنس اگر ان صفات باری کی روشنی میں اپنی تحقیق کی تکمیل کرے تو علوم جدیدہ کہیں کے کہیں پہنچ جاویں۔

فی الواقعہ قرآن کریم اگر دنیا میں نہ ہوتا تو خدا کی ہستی کا پتہ چلنا مشکل تھا۔ ثبوت ہستی باری تعالیٰ میں جس قدر دلائل میں نے اسجگہ دیئے ہیں۔ ان سب کا ماخذ قریب قریب قرآن ہے۔ قرآن کریم نے ایک اور بات بھی کہی ہے جس کو ایک طرف تو یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی علیم و مدبر ہستی ہے کہ جس کی طرف سے قرآن آیا اور دوسری طرف اس ہستی کا ثبوت بھی ملتا ہے قرآن کریم نے بعض آنیوالے واقعات کو بطور پیشگوئی بیان کیا جن کے ظہور کے اسباب نزول قرآن حمید پر موجود نہ تھے اور وہ صدیوں بعد پورے ہوئے، ایک انسان کا علم اس قدر وسیع نہیں ہو سکتا کہ وہ صدیوں کے بعد ہونیوالے واقعات

کی اطلاع پیش از وقت دے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ہزار برس پہلے جناب موسٰے کے وقت کا مصر کا فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت پانی میں غرق ہوتا ہے وہ نازک وقت میں خدا سے اپنی نجات کی درخواست کرتا ہے۔ تورات کا بیان ہے کہ اس کی دعا نہ سنی گئی۔ وہ غرق ہو گیا۔ اور سمندر اسے اور اس کے لشکر کو کھا گیا۔ اس واقعہ کے دو ہزار برس بعد قرآن کریم اس واقعہ کا تو ذکر کرتا ہے لیکن فرعون کی دعا نجات کے مقابل رب قرآن فرماتا ہے کہ تجھے غرق ہونے سے تو ہم نہیں بچائیں گے۔ البتہ تیرے جسم کو بچا لیں گے اور اسے ایسا محفوظ کریں گے کہ وہ وجود آنے والی نسلوں کے لئے ایک نشان ہو گا۔[1] اگر تو بائبل میں بھی فرعون کے غرق شدہ جسم کے سمندر سے نکلنے اور اس کے محفوظ ہونے کا ذکر ہوتا، تو تو کوئی بات نہ تھی لیکن تورات اس واقعہ پر خاموش ہے۔ اور پادریوں نے تو قرآن کے اس بیان پر یہ کہا کہ یہ بیان ہی غلط ہے اور اس بیان کا غلط ہونا ہی اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے نہیں۔ آج مصر کے کھنڈرات میں سے رامسیس ثانی کی ممی نکل آئی ہے وہ اپنی شکل وصورت میں موجود ہے۔ میں نے بھی اسے دیکھا ہے یہ امر مسلم ہو گیا ہے کہ یہ ممی جناب موسے والے فرعون کی ہے۔ قرآن نے اس طرح سے دو واقعات کی اطلاع دی ایک واقعہ تو نزول قرآن سے دو ہزار برس پہلے کا جب فرعون کے مغروق جسم کو سمندر سے نکالا گیا اور اسے مصالحوں کے ذریعہ سے محفوظ کیا گیا۔ دوسرا واقعہ قرآن سے تیرہ سو برس بعد ظہور میں آیا یعنی فرعون کا جسم دنیا کے سامنے آ گیا اور اس نے موسےٰ اور فرعون کے واقعہ کو تازہ کر دیا کیا حسب ارشاد قرآن یہ ہمارے لئے ایک نشان نہیں۔ یہ واقعہ اس ہستی کا پتہ نہیں دیتا جو علیم اور پھر قدیر بھی ہے جو ان اسباب پر بھی حاوی ہے کہ جن کے ماتحت فرعون کا جسم محفوظ رہا۔ اس قسم کی بہت سی پیشگوئیاں قرآن کریم میں موجود ہیں کہ جن سے نہ صرف ہستی باری تعالےٰ کا ثبوت ملتا ہے بلکہ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قرآن اس ہستی کی طرف سے ہے۔ میں ان پیشگوئیوں کو زیادہ بیان کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہر ایک پیشگوئی ایک لمبی مورخانہ بحث چاہتی ہے۔ میں یہاں چند علمی پیشگوئیوں کا ذکر کرتا ہوں۔ علمی پیشگوئیوں سے میری مراد وہ علمی حقائق ہیں جو قرآن نے تو اپنے نزول پر بیان کئے۔ لیکن علمی انکشافات نے آج دریافت کئے۔ مثلاً قرآن کریم نے ذیل کی آیات میں یہ ایک اصول قائم کیا ہے کہ دنیا میں کی کوئی چیز بھی نہیں کہ جس کی پیدائش کے لئے ایک جوڑہ کی ضرورت نہیں۔ سبحن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون (سورہ یونس آیت ۲۰)

ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ۰

حیوانات کا نر و مادہ کی تزویج سے پیدا ہونا تو ایک بدیہی مشاہدہ ہے اور نبی کریم کے زمانہ میں کھجور وغیرہ میں بھی رشتہ زوجیت تسلیم کیا جاتا تھا لیکن قرآن تو اس رشتۂ زوجیت کو کائنات کی کل چیزوں پر حاوی کرتا ہے۔ وہ لوگ جو عناصر سے آگے نہ جاتے تھے ان کی تحقیق ایک محدود تحقیق تھی۔ آج عناصر سے آگے اٹم۔ اور ان کے آگے برقی ذرات اور برقی ذرات کے آگے ذرات نیوٹرا اور اس سے آگے ایتھر الغرض فضا کائنات میں کہیں جاؤ ہر جگہ رشتہ زوجیت قائم نظر آتا ہے۔ اس آیت بالا میں قرآن کریم نے آسمان اور زمین کو نر و مادہ قرار دیا ہے۔ اس سے مراد دو قسم کی متضاد چیزیں نہیں۔ بلکہ نر و مادہ کی تقسیم کے لئے لازمی اصول یہ ہے کہ ایک چیز میں قوت فاعلی ہو۔ اس سے کوئی فعل سرزد ہو۔ اس کے جسم سے کوئی چیز خارج ہو۔ اور دوسرے میں قوت انفعالی کام کرے یعنی اول الذکر کے افعال کے اثر کو دوسرے میں قبول کرنے کی خاصیت ہو اور پھر اس قبول کردہ اثر کو اضافت مضاف کے رنگ میں بڑھا کر ارتقائی منازل سے گزارا جائے۔

[1] سورۃ یونس آیات ۹۱-۹۲

زوجیت۔ تمدن کی روح رواں؎

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

محمد ضمیر الدین احمد۔ قرآن کریم نے شادی کا مقصد کیا ٹھہرایا ہے تسکین جذبات حیوانیہ تو کوئی اعلیٰ مقصد نظر نہیں آتا۔

میں۔ قربان جاؤں قرآن کے۔ اس نے تسکین جذبات کا بھی ذکر کیا لیکن کس خوبصورتی سے پانچویں سپارہ میں کہہ دیا کہ محصنات سے شادی کرو۔ یعنی تمہاری شادی کی غرض صرف تسکین جذبات نہ ہو۔ غیر مسافحات ولا متخذات اخدان کہہ کر اس امر کو صاف کر دیا۔ مسافحت سے مراد وہ تعلق ہے جس کا مقصد صرف تسکین شہوات ہو۔ یہ لفظ استعمال کر کے دو قسم کی شادیوں کو روک دیا۔ ایک نیوگ دوسرا متعہ"۔

ضمیر الدین احمد: "متعہ جب یعنی شادی ہے تو پھر اس کا مقصد واقعی جذبات کو ٹھنڈا کرنا ہے، لیکن یہ نیوگ کیا ہوتا ہے۔"

میں۔ یہ ایک لمبا قصہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر عورت کو اپنے خاوند سے اولاد نہ ہو تو وہ اپنی عورت کو کسی اور کے پاس بچہ لینے کے لئے بھیجے۔ یہ ملک ہندوستان کی بہت پرانی رسم تھی۔ لیکن دیانند جی مہاراج نے اسے پھر زندہ کرنا چاہا۔ اس آیت میں مسافحات کے بعد متخذات اخدان ہے جس کے معنے ہیں خفیہ طریق پر تعلقات آشنائی قائم رکھنا۔ مطلب یہ ہے کہ جس مرد و عورت کے تعلق کا نام شادی ہے وہ پبلک کے علم میں آنی چاہیئے۔ اس قسم کی شادی شرارت کی روک ہو سکتی ہے۔ لیکن سب سے لطیف لفظ اس آیت میں محصنات کا ہے یہ لفظ حصن سے مشتق ہے جس کے معنے قلعہ کے ہیں یعنی مرد کے تقوے کو حملہ شیطان سے بچانے کے لئے عورت حصن حصین ہو جاتی ہے۔ پھر یہ لفظ محصن اس طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ عورت حدود قلعہ میں گھیری گئی ہے جس میں اشارہ ہے کہ وہ حدود زوجیت سے باہر نہ جائے۔ ان تینوں جملوں نے کس خوبصورتی اور لطافت سے اس مقصد کو ادا کیا جس کو فلسفی الفاظ میں شہوت رانی کہتے ہیں۔ یعنی جہاں تک ان جذبات کا معاملہ ہے مقصد زوجیت اس آیت کے ماتحت یہ ہے کہ ان

؎ ملک جاوا۔ دسمبر ۱۹۲۰ء مقام بنگلہ سیٹھ یوسف حاجی احمد علاقہ ساوانگ شہر سورابایا میں ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء سے ابتدائے جنوری ۱۹۲۱ء تک سیٹھ صاحب موصوف کا مہمان رہا۔ شاید زیادہ سے زیادہ دو ہفتہ سورابایا میں رہتا لیکن سیٹھ صاحب مکرم کی محبت اور ان کے اخلاق کریمانہ نے مجھے وہاں سے نکلنے نہ دیا۔ ایک ماہ کے بعد مجھ میں کچھ صحت کے آثار پیدا ہو گئے لیکن جب انہوں نے مجھے گھر سے نکلنے ہی نہ دیا۔ اور میں اپنے منشی کو سنگاپور چھوڑ آیا تھا تو میرے کہنے پر انہوں نے مکرمی محمد ضمیر الدین احمد صاحب کی خدمات میرے سپرد کیں۔ اس پر میں نے یہ تصنیفات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ غالباً کتاب "روحانیات فی الاسلام" کے لکھتے وقت گفتگو باہم مجھ میں اور عزیزی محمد ضمیر الدین احمد میں ہوئی۔ خدائے تعالیٰ ان مددگاروں کو جزائے خیر دے۔ خواجہ کمال الدین۔

جذبات کو جو دراصل مرد اور عورت کے محبتِ باہمی کے محرکِ اوّل ہیں کسی محفوظ طریق پر چلا کر مرد اور عورت کی پیدائش کی اصل غرض کو حاصل کیا جائے۔ اگر مقصدِ زوجیت صرف آگ ہی بجھانا ہو یا بچوں کا پیدا کرنا ہو تو پھر خفیہ تعلقات یا نیوگ یا متعہ وغیرہ کو نہ روکا جاتا۔

صفی الدین احمد۔ تو کیا شادی کا کوئی اور مقصد بھی قرآن میں بتلایا گیا ہے۔ کیونکہ بچہ کشی یا جذبات کا ٹھنڈا کر لینا تو حیوانوں کے سامنے بھی ہے۔ بچوں کی پرورش ایک حد تک وہ بھی کر لیتے ہیں۔

ماسٹر۔ قرآن نے مقصد شادی تمدن دنیا رکھا ہے۔ یہ جو آپ کو شہر اور بستیاں نظر آتی ہیں یہ سب مرد اور عورت کے صحیح طریق پر جمع ہونے کا نتیجہ ہے۔ یہی حیوانی جذبات جب مرد اور عورت کو ایسے طریق پر جمع کرتے ہیں کہ وہ عام نگاہ میں خاوند اور عورت سمجھے جائیں اور اس سے تشخص پدریت بھی ہو سکے تو چند دن میں وہی جذبات باہمی محبت و مودت میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ یہی محبت و مودت پھر دونوں میں ایک دوسرے کے لئے ایثار پیدا کر دیتی ہے۔ یہی شادی عورت مرد کے رشتہ داروں میں تعلق پیدا کر کے اس محبت و مودت اور ایثار کے دائرہ کو وسیع کر دیتی ہے۔ ایثار کا پہلا سبق اگر انسان سیکھتا ہے تو شادی کے ذریعہ ہی سیکھتا ہے۔ والدین یا اولاد ہی طبعاً ہمارے جذبۂ ایثار کو حرکت میں لاتے ہیں اور یہ دونوں رشتے شادی سے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان تعلقات سے ہی جذبۂ غضب کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے جو ہر تعلق غیری میں محرک غضب ہوتا ہے وہ گھر کی چار دیواری میں کسی غصہ کو نہیں بھڑکاتا۔ اولاد کی بیہودگیاں غصہ کی بجائے مسکراہٹ پیدا کر دیتی ہیں۔ الغرض انسانی غضب آہستہ آہستہ اس طرح رحمت میں متبدل ہو جاتا ہے۔ عیال والے لوگ ہی زیادہ تر نسبتاً متحمل و بردبار اور رعایت دکھلانے والے ہوتے ہیں۔ یورپ میں اکثر عورتیں بے شادی رہتی ہیں وہ اپنے چڑچڑاپن میں ضرب المثل ہیں۔ ہمارے کل کے کل جذبات کی جڑ دو حیوانی جذبات ہیں غضب و شہوت۔ متاہل زندگی کے مکتب میں ہی دو جذبات حیوانیہ آہستہ آہستہ محبت و مودت ایثار رحمت میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جہاں مرد و عورت خاوند عورت کی طرح رہ کر بھی قانوناً ایک دوسرے کے ذمہ دار نہ ٹھہر سکیں یا جہاں تشخص پدریت نہ ہو سکے یعنی جہاں مرد عورت میں عقدِ نکاح نہ ہو۔ وہاں جذبات حیوانی کا اخلاق بالا پیدا کرنا محالات سے ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نکاح کے ماتحت اگر انسان کے تعلقات مرافقت کئی خاندانوں سے ہو جاتے ہیں تو اس کی ذمہ داریاں بھی بہت بڑھ جاتی ہیں۔ ایک انسان کو بہت سے دوسرے افراد کی ضروریات کو دیکھنا پڑتا ہے۔ اسی سے قبیلے پیدا ہو جاتے ہیں قبیلے بستیاں بنا دیتے ہیں بستیاں شہر اور ملک پیدا کر لیتی ہیں۔ حیوان اور انسان کے جذبات میں یہ فرق ہے کہ حیوانی جذبات میں ترقی نہیں ہوتی لیکن انسانی جذبات کچھ کا کچھ بن جاتے ہیں۔ حیوانوں میں بھی نر مادہ اکٹھے رہتے ہیں اور بچے پیدا کرتے ہیں لیکن حیوان بستیاں اور شہر آباد نہیں کر سکتے۔ انسانی شہوات عقدِ نکاح کے ماتحت مودت و رحمت و ایثار میں متبدل ہو کر شہروں کے شہر آباد کر دیتی ہیں۔ اس انسان پر کس قدر افسوس ہے جو متاہل زندگی چھوڑ کر حیوانوں کی طرح منہ تو مارتا ہے لیکن پرورش اولاد کے معاملہ میں حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ بعض حالات میں ان فاسقوں کو یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ دنیا میں کس کس بچے کے باپ ہو چکے ہیں۔

صفی الدین احمد۔ تو شادی کا بڑا مقصد تمدن ٹھہرا اور شہوات حیوانی کی تہذیب کر کے انہیں محبت مودت

میں منتشر کرتا ہوا۔ کیا یہ ساری باتیں قرآن میں لکھی ہیں۔

میں:۔ میں آپ کو قرآن سے یہ مقام نکال دیتا ہوں۔ آپ مجھے پڑھ کر سنائیں۔

محمد ضمیرالدین صاحب نے ذیل کی آیات پڑھیں:۔

ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ۝ ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ، ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون ۝

ترجمہ:۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر جب تم انسان ہوئے۔ تم ہر طرف پھیلے ہوئے ہو۔ اور اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے۔ کہ تمہاری جنس میں سے تمہارے جوڑے بنائے تا کہ ان کی طرف سے تمہیں راحت ملے۔ اور تم میں مودت و رحمت پیدا ہو۔ اس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لئے بہت سے نشان ہیں۔

کس خوبصورتی سے قرآن مجید نے ان دو آیات میں مقصد شادی کو انسان کی فطرت سے انتشار دور کرنے کا ذریعہ اور انتشار کے بجائے اس میں تسکین قلب پیدا کر کے آخر کار اسی شادی کو دنیا کے لئے مودّت و رحمت کا موجب ٹھہرایا ہے۔ انسان کے مٹی سے نکلنے کی طرف اشارہ کر کے اس کے جسم و روح کے ان اجزائے متضاد و مختلفہ کی طرف حوالہ دیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ اسے ایک جگہ چین نہ پڑے بلکہ وہ کل روئے زمین پر منتشر ہو جائے جس سے تمدن ایک طرح ناممکن ہو جاتا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے انسانوں میں مرد و عورت پیدا کر کے ان میں ایک دوسرے کی طرف رغبت پیدا کر دی جس سے نہ صرف انتشار طبع دور ہو کر تسکین قلب ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہی تسکین قلب آہستہ آہستہ اس کے جذبات حیوانیہ کو جو ممکن تھا۔ کہ اسے ایک جگہ قرار نہ لینے دیتے۔ اس مودت و رحمت میں متبدل کر دیتا ہے کہ جس سے کل مدنی اور منزلی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ وہی انسان جو حبالۂ نکاح میں آنے سے پہلے ایک شتر بے مہار ہو رہا تھا اب وہ اب ایک ٹھکانے بیٹھ گیا ہے۔ وہی انسان جو شادی سے پہلے کسی مراعات یا ذمہ داری کی پروا نہیں کرتا تھا اب وہ صاحب عیال ہو کر ہر قسم کے تمدنی بوجھوں کو خوشی سے اٹھانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ تمدن کامل اس مودت اور رحم کے سوائے ناممکن ہے جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔ ان آیات میں چار الفاظ اور ان کی ترتیب نہایت ہی غور طلب ہے۔ اوّل انتشار پھر تسکین پھر مودت اور اس کے بعد رحمت یہ چاروں باتیں فطرت انسانی میں ہیں۔ اور تمدن کے لئے بھی ضروری ہیں۔ انتشار ہی انسان کو اپنے مولد سے نکال کر انہیں دنیا جہان کے چار کونوں میں جا بساتا ہے لیکن یہ انتشار طبع بذاتہ اس مقصد کو پورا نہ کرتا۔ اگر یہ کسی ٹھکانے لگ کر مودّت اور رحمت کا ہم قران نہ ہوتا۔ ان دو متضاد چیزوں مودت و انتشار کو ترجیح دینے کے لئے مرد عورت میں رشتۂ زوجیت پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس رشتہ نے مرد عورت میں مودت و محبت پیدا کر دی ہے۔ مودت اور رحمت میں کچھ فرق ہے۔ مودت باہمی تعلقات یا باہمی مراعات کا نتیجہ ہوتی ہے یعنی یہ وہ محبت ہے جو بدل کو چاہتی ہے۔ لیکن رحمت وہ محبت یا مراعات ہے۔ جو بلا بدل ظاہر ہوتی ہے۔ میں ابھی کہہ آیا ہوں کہ کس طرح انسان شادی کر کے متقابلہ محبت کے بعد اپنے اندر ایثار اور رحمت کا احساس کرتا ہے۔ اگر وہ آج اپنی محنتوں کے

ثمرات اپنے لئے رکھتا ہے تو کل شادی کے بعد سر سے پاؤں تک کے پسینہ کی کمائی کو اپنے اوپر حرام کر کے اُن کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ اور جس میں یہ ایثار پیدا ہوتا ہے اس کی طبیعت میں وہ انتشار نہیں رہتا جس کا انسان میں دوسروں کی طرف سے نفرت اور وحشت ہوتی ہے۔ اسی لئے میں نے کہا تھا کہ ان آیات میں ان الفاظ کی ترتیب کو دیکھا جائے۔ انتشار کا سبب جو پہلے ذکر کیا گیا ہے جو تمدن کے لئے تو ضروری ہے لیکن وہ مولد وحشت و نفرت بھی ہے۔ اب اگر انسان کی طبیعت سے یہ امر دور ہو جائے۔ تو پھر وہی انتشار جمیع آدم کی اولاد کو کل روئے زمین پر بسا دے گا۔ آپ بنگالے کے شیر کشمیر میں اور قطبین کے ریچھ کو افریقہ میں نہیں پائیں گے۔ لیکن افریقہ کے باشندے کینیڈا میں نظر آجائیں گے۔ یہ وہی انتشار ہے جو انسانوں کو ہر جگہ لئے پھرتا ہے۔ البتہ تمدن مودت و رحمت کو چاہتا تھا۔ یعنی ہم ایک دوسرے کے ساتھ مراعات حقوق بلکہ بھی کریں۔ اور ایک دوسرے پر عنایات مہربانیاں بلا بدل بھی کریں۔ اس کا ذریعہ زوجیت ٹھہرائی۔ کس قدر بلند سے بلند نصب العین شادی کا قرآن بتاتا ہے اور یہ وہ کتاب ہے جسے معترضوں نے معاذ اللہ شہوانی تعلیم سے مملو کہا ہے۔

کثیر الازدواجی

(بمقام کیمبرج مکان مولوی محمد علی صاحب بی اے (کنٹب) قصوری)

ایک انگریز ملاقاتی (مختلف قسم کی گفتگو کے بعد) "آپ کے ہاں تو شاید کثیر الازدواجی کا رواج ہے"

میں*:- "اس قدر تو نہیں جتنا یہاں ہے"

ملاقاتی:- (متحیر ہو کر) ہمارے ہاں؟ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا"

میں۔ شادی کا ایک مقصد اگر یہ ہے کہ مرد و عورت فطری تقاضوں کے ماتحت جمع ہو جاویں تو یہاں کثیر الازدواجی فیصدی زیادہ ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ ہمارے ہاں جہاں دس ہزار میں ایک مرد ایسا ہو گا جو ایک عورت سے دوسری عورت کی شکل دیکھے تو مغرب میں فیصدی شاید بہت سے ایسے نکل سکیں جن کے تعلق ایک سے زیادہ بیبیوں سے ہوتے ہیں"

ملاقاتی۔ قانون اس کا نام شادی نہیں رکھتا،

میں:- قانون اسے روکتا بھی نہیں۔

ملاقاتی۔ لیکن سوسائٹی اس کو پسند نہیں کرتی اور ناجائز ٹھہراتی ہے"

میں۔ مطلب یہ ہے کہ جو ہم میں کہیں شاذ و نادر لیکن قانون اور سوسائٹی کی اجازت سے ہوتا ہے وہ یہاں ناجائز طریق پر عام ہو رہا ہے۔ اگر کثیر الازدواجی کا پورا سدباب کرنا تھا تو پھر ان ناجائز تعلقات کو بھی اسلام کی طرح قانوناً جرم ٹھہرانا تھا۔ عجیب تماشا ہے کہ مرد اور عورت نکاح کے بغیر بیشک عمر بھر خاوند عورت کی طرح رہیں تو وہ مجرم نہیں لیکن اگر وہ باہم مقابل حقوق کے ذمہ دار بننا چاہیں تو وہ مجرم بن جائیں جس صورت میں مرد پہلے سے شادی شدہ ہو"

* میں سے مراد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام ہیں۔ مترجم

ملاقاتی۔ آپ کی مراد ان کا باضابطہ شادی کر لینا ہے۔

میں۔ "شادی سے ایسی ذمہ داری پیدا ہوگی"۔

ملاقاتی:۔ عورت کے نکتہ خیال سے آپ اس مسئلہ پر کیا کہتے ہیں۔

میں:۔ عورت کثیرالازدواجی کو پسند نہیں کرتی لیکن شادی کرنے میں اسلام عورت کو مطلق آزادی دیتا ہے۔ عورت چاہے کرے چاہے نہ کرے۔ لیکن میں آپ سے ایک امر دریافت کرتا ہوں۔ کیا مرد و عورت دونوں میں خواہش مناکحت ایک طبعی جذبہ نہیں۔ کیا ہر مرد و عورت کو فطرت نے حق ملابست نہیں دیا۔ کہ ان حقوق فطریہ کا نفاذ ہر مرد و عورت کے حق میں نہیں ہونا۔

ملاقاتی:۔ یہ تو ان کے قوائے مختلفہ ہی سے ظاہر ہے کہ مرد و عورت دونوں اس امر کے مستحق ہیں۔ اور یہ بھی صحیح بات ہے کہ سوسائٹی کو ہر انسانی جذبہ کی تسکین کے سامان پہنچانے میں امداد دینی چاہیئے"

میں:۔ آپ نے صحیح فرمایا۔ تو پھر اسلامی کثیرالازدواجی کے سوا آپ کوئی طریق مجھے بتا سکتے ہیں کہ جس سے ہر ایک عورت دنیا میں اپنے فطری حقوق کو حاصل کر سکے یعنی ہر ایک عورت کسی نہ کسی مرد کی رفیق زندگی بن سکے۔

ملاقاتی:۔ آپ ذرا تشریح کر دیں۔

میں:۔ کل دنیا میں ہر ایک وقت علی العموم مردوں سے عورتوں کی تعداد زیادہ ہی رہی ہے۔ اس آپ کے ملک میں عورتیں مردوں سے تین ملین زیادہ ہیں۔ اگر ایک مرد ایک ہی عورت کرے تو یہ بیس تیس لاکھ عورتیں اپنے حقوق فطریہ کو کس طرح حاصل کر سکیں گی۔ اور ابھی اگر یورپ میں لڑائی ٹھہر جائے تو پھر جو مردوں کی تعداد میں کمی ہو جائے گی وہ ظاہر ہے[1]

ملاقاتی:۔ ہاں یہ آپ نے کیا کہا کہ آپ کے ہاں دس ہزار میں ایک آدمی شاید ایسا ہو جو ایک سے زیادہ بی بی کرے۔ آپ کے ہاں تو شاید ایک سے زیادہ بی بی کرنے کا قانون ہے"

میں۔ ممکن ہے آپ بھی اسی عام غلطی میں ہوں۔ قرآن مجید نہ تو کثیرالازدواجی کا حکم دیتا ہے نہ اس کی سفارش کرتا ہے۔ نہ اسے ہر مستحسن ٹھہراتا بلکہ یہ تو ضرورت کا علاج ہے اور وہ بھی تحت قیود کیسا تھ"!

ملاقاتی:۔ اس امر کی آپ ذرا تشریح کر دیں۔ ہمارے خیال میں تو یہ تھا کہ ایک نیک مسلمان کے گھر میں چار بیبیاں ہونی چاہئیں"

میں:۔ اور اس بھی اگر زیادہ نیک بننا چاہے تو گھر سے تلوار لیکر نکلے سب سے پہلے جس کافر کو دیکھے اسے قتل کرے"

ملاقاتی:۔ (ہنسکر) اور رات دن حرم سرا میں پڑا رہے*

میں:۔ میں اس دروغگوئی اور غلط بیانی سے ناواقف نہیں جو ہمارے متعلق بعض پادری کرتے رہے ہیں۔ یہ سب کا سب جھوٹ ہے۔

میں:۔ منشار قرآن یہی ہے کہ ایک ہی بی بی ہو ایک سے زیادہ بی بی کے لئے برابری سلوک کی ایک ایسی کڑی شرط قرآن نے لگا دی کہ ایک انسان کسی سخت سے سخت ضرورت کے سوا ایک سے زیادہ بی بی کر ہی نہیں سکتا"

ملاقاتی:۔ مہربانی سے آپ کسی ضرورت کا نام لیں"

میں:۔ شادی کی ایک بھاری غرض اولاد ہے۔ مثلاً کچھ برس کے بعد ثابت ہو گیا کہ عورت اولاد کے قابل نہیں یا بالفرض بیوی دائم المریض ہے۔ ایسے حالات میں انسان کے چال چلن کی حفاظت کے لئے دوسری بی بی کا ہونا ضروری سمجھتا

[1] یہ گفتگو ۱۹۱۳ء میں ہوئی تھی ۱۹۱۸ء کے اخیر میں ایک عام قیاس کیا گیا تھا کہ لڑائی کے بعد جرمن اور فرانس میں عورتیں مردوں سے چھ گن زیادہ رہ جائیں گی اور ابھی ان میں وہ مرد شامل نہیں جو زخمی یا محروم الاعضا یا بیکار اعضا لیکر لڑائی سے واپس آئے انگلستان میں بھی عورتوں کی تعداد جنگ کے بعد بہت بڑھ گئی ہے۔

* ملاقاتی واقعی؟ تو ایک مسلمان ایک سے زیادہ بی بی پر مجبور نہیں"

*مقصد مذہب

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی ووکنگ مسلم مشن

الٓمّٓ ٥ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ٥ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۗ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ٥

قرآن کریم ان سات آیات سے شروع ہوتا ہے۔ ان میں کانفرنس ہذا کے مجوزہ سوال کا جواب ہے۔ ضرور تھا کہ خدا کی کتاب شروع میں ہی اس مقصد کو بیان کرتی جس کے لئے وہ نازل ہوئی۔ جب ایک معمولی سے معمولی مصنف سے ہم متوقع ہیں کہ وہ اپنی کتاب کے آغاز میں ہمیں اپنے مافی الضمیر سے اطلاع دے تو کیوں خدا کی کتاب سے ہم وہی توقع نہ رکھیں ان آیات میں نہ صرف مقصد الہام یا مذہب ہی بیان کیا گیا ہے بلکہ یہ آیتیں ایک طرف ہمیں ان راہوں کی اطلاع دیتی ہیں جن پر چل کر مقصد مذہب حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ دوسری طرف ان خطرات سے بھی واقف کرتی ہیں۔ جو غرض مذہب کی زد کی ہو سکتے ہیں۔ ان سب امور کے بیان کرنے کا تو یہ موقع نہیں۔ ایسا کرنا ہدایات کانفرنس کے خلاف ہوگا۔ یہاں تو ہم اپنی اپنی کتاب کی رو سے مقصد مذہب کو بتلانے آئے ہیں۔ ہاں بعض امور متعلقہ کا بھی ذکر ہو سکتا ہے۔ ابتدا میں اس تحریر میں نہ اصول اسلام پر کچھ بحث کروں گا۔ نہ قرآن کی کسی تعلیم کو پیش کروں گا۔ نہ یہ بیان کرونگا۔ کہ مقصد مذہب کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ نہ ان تعلیمات کا ذکر کروں گا۔ نہ ہی خدا کی ہستی نہ اس کی صفات پر بالتفصیل بحث کروں گا۔ ہاں اگر اشارہ کے طور پر چند صفات کا ذکر کیا جائے گا۔ جیسے مضمون ہذا سے خاص تعلق ہے ایسا ہی نہ مجھے اس بات کے یہاں بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ انسانی سوسائٹی کا نظام مذہب اسلام نے کیا تجویز کیا ہے۔ کیونکہ میں یہاں اس لئے کھڑا نہیں ہوا کہ قرآن کی تعلیم کیا ہے اور اس نے مختلف شعبہائے زندگی کی کیا تعلیم دی ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ کانفرنس کا ہم سے یہ مطالبہ نہیں۔ مجھے صرف یہی بتلانا ہے کہ الہام فی نفسہٖ یا قرآن یا اسلام کس مقصد کے لئے دنیا میں آیا۔

انسان کائنات کا خلاصہ اور اس کی ایک جزو اعظم ہے۔ اسلئے پیشتر ازیں کہ میں سوال زیر بحث کے لئے کلام الٰہی کی طرف توجہ کروں۔ کیوں نہ صحیفۂ فطرت میں جو خدا کے فعل کے لئے بالفاظ قرآن حمید کتاب مبین ہے۔ اس سوال کے جواب کی تلاش کروں۔

صحیفہ فطرت کے جس ورق کو ہم پلٹیں وہاں ایک ہی داستان ہر جگہ روشن ترین الفاظ میں لکھی ہوئی نظر آتی

*یہ لیکچر مذاہب عالم کی کانفرنس ہندوستان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی طرف سے پڑھا گیا۔ مترجم

ہے - ایک ذرہ سے چل کر اس کی ہر ایک مستقبل شکل شاہ راہ ترقی پر قدمزن نظر آتی ہے - ہر ایک چیز میں بیشمار جوہر مضمر ہوتے ہیں جو آہستہ آہستہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں - ایک چھوٹا سا بیج ایک درخت بن جاتا ہے - جس میں برگ ، ثمر ، پھل پھول آہستہ آہستہ نکلتے آتے ہیں - جدھر دیکھو ترقی اور بلوغیت ہی شان کائنات نظر آتی ہے - مٹی کے ذرات ہی ایک عالیشان عمارت بن جاتی ہے - جگنو کی چمک ایک زبردست برقی روشنی ہو جاتی ہے - ارغنوں کی دلربا آوازیں اس جھینگر کی آواز کی ایک بالغ شکل ہے - جو گھر کے کسی تاریک گوشہ سے آیا کرتی ہے - بڑ اور شاہ بلوط یا دیودار جیسے تناور درخت ایک کونپل کی انتہائی شکل ہوتے ہیں - دور کیوں جاؤ - خود انسان کو ہی دیکھ لو - یہ اس غیر مرئی جرم کا کامل ہیولا ہے - جو ایک قطرۂ خاصہ کا ہزار واں حصہ ہوتا ہے - الغرض قوت و مادہ کا قدم مختلف شکلوں اور ہیولوں میں ہر لحظہ آگے کو ہے اسمیں رجعت یعنی پیچھے ہٹنا یا واپس آنا نظر نہیں آتا -

یہ بصائر کائنات ہماری آنکھ کھول دینے کے لئے کافی ہیں - ہمارا قدم تو آگے کو ہونا چاہیئے - لیکن پھر بھی ہم سے بعض کو یہ ارضی زندگی کچھ ایسی پسند آگئی ہے - کہ وہ ایک دفعہ اس دنیا کو چھوڑ کر پھر اسی طرف آنا پسند کرتے ہیں -

یہ سچ ہے کہ ہر ایک چیز اپنے زوال کو پہنچکر اپنے افراد میں منفرد ہو جاتی ہے اس کے جسم کی تربیت دینے والے ذرات اپنی اصلی شکل کی طرف لوٹ آتے ہیں - یہ وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن کریم نے و الیہ راجعون کہہ کر اشارہ کیا لیکن یہ ذرات ترکیب پا کر جس جوہر کو پیدا کر دیتے ہیں وہ تو واپس نہیں ہوتا - نخل گلاب سے گلاب کا پھول - پھول سے عرق گلاب - عرق سے آگے عطر ، عطر سے آگے روح - روح گلاب سے خوشبو - خوشبو کا دماغ کی راہ سے قوائے دماغی اور دل کے پردوں میں قوت دینا - دیکھو ہر منزل میں فالتو چیزیں اور فضلے پیچھے رہ کر ، اور پھر ذرات میں منفرد ہو کر عالم ذرات کو لوٹ آتے ہیں - لیکن جوہر گلاب جو گلاب کے بیج میں تھا وہ یکے بعد دیگرے قالب بدلتا اور ہر ایک قالب میں نئے ذرات کو بطور جسم لیتا آگے کو جا رہا ہے - الغرض ہر ایک چیز کے نفس یا جوہر میں نشو و نما کی خاص خاص قوتیں ہوتی ہیں - وہ قوتیں مختلف مدارج اور منازل پر ظاہر ہوتی ہیں - ہر ایک جوہر کے آگے ایک لمبا سفر ترقی ہے - جس کی مختلف عالموں میں بیشمار منازل ہوتے ہیں - جوہر اصلی جس منزل ترقی میں داخل ہوتا ہے وہاں سے ہی اپنے مناسب حال ذرات مختلفہ کو لیکر ان قوتوں کو نشو و نما میں لے آتا ہے - جو اس منزل سے تعلق رکھتی ہیں - یہ ذرات اس جوہر کے عرض کہلاتے ہیں -

(باقی دارد)

استعذار حال ہی کے کاغذ کے کنٹرول کی وجہ سے ہم کو مجبوراً رسالہ اشاعت اسلام کی ضخامت میں کمی کر دینی پڑی ہے - ہم نے افسران متعلقہ سے درخواست کی ہوئی ہے کہ ہمارے مذہبی ادارہ کے اسلامی پرچوں کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر دیا جاوے - اگر درخواست منظور ہو گئی - تو انشاء اللہ رسالہ بدستور ہم صفحات پر حسب سابقہ شائع ہوتا رہیگا اور اگر وہ درخواست مسترد ہو گئی تو ہم اپنے ناظرین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے ساتھ اسے برداشت فرمائیں ؛ خادم سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن ؛

حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے ترک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جن میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہو گی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا با معنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رحجان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداری نہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قایم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آزار کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔

ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے: (۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۹ عہ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام جو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ عہ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ عہ ہے۔ (۷) ووکنگ مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا ہے۔ مدد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ لندن میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اہل اسلام احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے دین کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) تیجہ نیاز۔ صدقہ خیرات۔ زکوٰۃ بجنیٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے۔ اس کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ بطور محفوظ سرمایہ جمع کیا جائے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سرمایہ کے مہیا ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی فکر سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی چندہ کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لندن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam, The Mosque, Woking, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

NOVEMBER 1944. R. L. No. 908.

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبد المجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ
خواجہ عبد الغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (للعہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور پنجاب۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　**اللہ اکبر**　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿آل عمران آیت ۱۰۴﴾

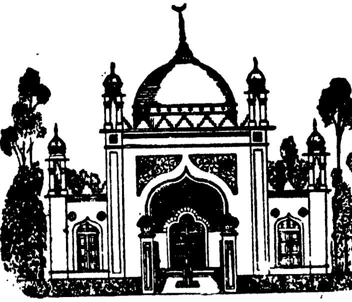
ترجمہ - اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

ترجمہ - وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے - گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے -

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان



مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ - امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن - ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے - اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو) - (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ - شامل ہیں -

(۲) اغراض و مقاصد - (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا - (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا - (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا - (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے -

(۳) تبلیغی مسلک - (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے - (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں - (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں - (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں - یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا - (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں - جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں -

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی - ہزاروں کی تعداد میں - یورپ - امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے - (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے - (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں - لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں - (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے، رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعتِ اسلام

جلد ۲۹ | بابت ماہ ذی الحج ۱۳۶۳ھ و محرم - نومبر ۱۹۴۴ء | نمبر ۱۱

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

شذرات

ہندو مذہب کے متعلق برنرڈ شا کی رائے

انگلستان کے مشہور طنز نگار برنرڈ شاہ کی تھوڑا عرصہ ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں اس نے ہندو مت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے:۔

"ہندو مذہب دنیا کا سب سے زیادہ روادار مذہب ہے اسلئے کہ اس کا جو خدا ہے برتر ہے وہ تمام ممکن خداؤں کا جامع ہے ہندو مذہب تو اس قدر لچکدار اور لطیف واقع ہوا ہے کہ بڑے بڑے مواحد اور بڑے سے بڑے مشرک دونوں کے لئے اس کے اندر ایک گنجائش نکل سکتی ہے۔" (ہندو - مدراس ۱۷ ستمبر ۱۹۴۴ء ملخص)

جارج برنرڈ شا کی اس رائے پر ہندو دنیا میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی - اور ہندو پریس نے اپنی گذشتہ روایات کے مطابق ہندو مذہب کی برتری کو ثابت کرنے کے لئے اس بیان کو پروپیگنڈا کا ذریعہ بنا لیا لیکن اگر واقعات اور تاریخ کے سنگِ امتحان پر اس بیان کو پرکھا جائے تو یہ زیادہ وقعت نہیں رکھتا اوّل تو کسی مذہب کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مواحد اور مشرک نور اور ظلمت کو ایک جگہ جمع کر سکتا ہے دراصل اس کی تعریف نہیں بلکہ بین السطور ہجو ہے اور دوسرے تاریخی لحاظ سے یہ بیان درست نہیں۔ بدھ مت ہندو مت سے پیدا ہوا لیکن چونکہ وہ اس کے بنیادی اصولوں کے خلاف تھا اس لئے اسے ہندو مذہب کے محافظوں نے ہندوستان سے جلاوطن کر دیا اور آج وہ غیر ممالک میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے اور اس کی جنم بھومی میں اس کا ایک بھی نام لیوا باقی نہیں ہندو مذہب اگر درحقیقت روادار ہوتا تو بدھ مت کے ساتھ یہ سلوک روا نہ رکھا جاتا بدھ مت کے ساتھ یہ "بےنظیر رواداری" اس لئے برتی گئی چونکہ وہ ویدوں کا منکر - دیومالا کا انکار کرنے والا اور ذات پات کی جگہ مساوات نسل انسانی کا حامی تھا، ہندو فطرتاً قدامت پرست ہے۔ اس کے ہاں کسی ایسی تحریک کی سمائی نہیں جو اس کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہو۔ برنرڈ شا کو سات سمندر

پار بیٹھ کر اس امر کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہندو مذہب کتنا روادار ہے اس کا بہتر اندازہ تو مسلمان کر سکتے ہیں جنہیں ہندوؤں سے زندگی کے ہر میدان میں سابقہ پڑتا ہے۔ اسلام روادار مذہب ہے کیونکہ اسلامی ممالک میں مسلمان سلاطین اور خلفاء نے یہودیوں اور عیسائیوں سے جو حسنِ سلوک کیا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں اور خود حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی مسجد میں عیسائیوں کو گرجا کرنے کی اجازت دی ذرا ہندو کے مندر میں کوئی غیر ہندو اور اچھوت داخل ہو کر دیکھے تو اسے قدرِ عافیت معلوم ہو جائے گی۔ غالباً ہندو مذہب کی رواداری کی سب سے بڑی دلیل ہندوؤں کی چھوت چھات ہے جس سے وہ عملاً اپنی رواداری کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہندو مذہب کا پیرو تو زندگی کے ہر پہلو میں عصبیت پسند ہے۔ حقیقی رواداری تو وہ ہوتی ہے جس کا اثر عقیدہ سے نکل کر زندگی پر پڑے اور اپنے بیگانے محسوس کریں کہ یہ مذہب روادار ہے۔ اسلام میں تو رواداری ہے جس نے غیر مذاہب سے رواداری کی تعلیم دی اور آپس میں بھی رفق و ملائمت سے رہنا سکھایا ہے چنانچہ غیر مذاہب والوں کو خطاب کرتے ہوئے صاف ارشاد ہے یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآءٍ بیننا و بینکم۔ اے اہلِ کتاب . . . اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ حقیقی رواداری یہ ہے کہ تمام مذاہب کو قدرِ مشترک پر اتحاد کی دعوت دی جائے اور ان کے اندر حقیقی جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

سلطان عبدالمجید خاں کی وفات

سلطان عبدالمجید خاں ترکی کے آخری خلیفہ پیرس میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گذشتہ جنگ عظیم نے دولت ترکیہ کے وقار کو شدید صدمہ پہنچایا ۱۹۱۹ء میں ترکی کی حالت بہت نازک تھی وہ عظیم الشان سلطنت جس کا رعب ایشیا سے لیکر یورپ تک بیٹھا ہوا تھا اس کا نظام خلافت انقلاباتِ زمانہ کے طوفان میں پرِ کاہ کی طرح لرز رہا تھا۔ سمرنا اور ترکی کے مغربی علاقوں پر یونانی مسلط تھے قسطنطنیہ میں اتحادی فوجیں جمی بیٹھی تھیں اور دور مغربی ایوانوں میں مغربی اربابِ حل و عقد ترکی کی بیچارگی اور بیکسی کا تماشہ دیکھ رہے تھے وہ اپنی طرف سے ترکی کی قسمت کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ ترکی کا گلا گھونٹ کر اس کے تابوت میں یونانیوں سے آخری کیل ٹھکوا دیں۔ ایسے نازک

حالات میں مصطفیٰ کمال پاشا ایک بم کی طرح پھٹا اور مغربی بساط سیاست کے پرخچے اڑا دیئے ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۲۲ء تک کا زمانہ ترکی سیاست میں ایک عبوری دور ہونے کی وجہ سے نہایت نازک زمانہ ہے اسی میں سلطان کو ترکی سے نکالا گیا خلافت کا خاتمہ ہوا یونانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ برطانیہ کو چناق پر رکنا پڑا غازی عصمت پاشا نے لوزان میں فتح حاصل کی مغربی حکومتوں کا اثر ہمیشہ کے لئے ترکی سے دور ہوگیا اور ترکی میں دولت عامہ اور دستوری حکومت کو قیام حاصل ہوا ــــ ۱۹۱۹ء میں سلطان وحید الدین خان تخت پر متمکن تھے اور اتحادیوں سے حد درجہ مرعوب ہو چکے تھے جب غازی مصطفیٰ کمال کی رہنمائی میں ترکوں نے غیر ملکی طاقتوں کے خلاف نہایت کامیاب یورش کی تو سلطان وحید الدین خاں نوجوان ترکوں کے خوف سے بھاگ کر برطانوی جہاز میں چلے گئے جب ترک قسطنطنیہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے سلطان عبد المجید خاں کو خلیفہ منتخب کیا لیکن انہیں حاکمانہ اقتدار سے بالکل محروم کردیا اور حکومت کے تمام اختیارات نئی جمہوری حکومت کی طرف منتقل ہو گئے لیکن تھوڑے عرصہ بعد جمہوریت کے علمبرداروں نے محسوس کیا کہ جمہوریت اور خلافت میں آویزش اور کشمکش ہوسکتی ہے اسلئے انھوں نے خلافت کو بالکل منسوخ کردیا اور سلطان عبد المجید خاں کو جلاوطن کردیا سلطان عبد المجید خاں پہلے لندن گئے اس کے بعد سوئٹزرلینڈ اور پھر پیرس میں آگئے اور پیرس میں ہی گذشتہ دنوں ان کا انتقال ہوگیا دیارِ غیر میں خلافت عثمانیہ کا آخری چراغ ٹمٹما کر گل ہوگیا۔

جلاوطنی کے دوران میں سلطان مرحوم کو ترکوں نے کوئی وظیفہ نہیں دیا بلکہ اعلیحضرت حضور نظام نے ان کا معقول وظیفہ مقرر فرمایا جس سے وہ نہایت آرام اور آسودگی سے زندگی بسر کرتے رہے دعا ہے اللہ تعالےٰ سلطان مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

اسلام کا معاشی نظام

(از حضرت مولینا محمد علی صاحب)

اسلام نے ہستی باری تعالےٰ پر ایک زندہ ایمان پیدا کرکے پرامن نظام عالم کی پختہ بنیادیں رکھی ہیں اور اس طرح انسانی قلب میں ایمان باللہ کی جڑوں کو مضبوط کرکے اور انسانوں کے غیر مصالحت پسند اور سخت دشمن طبقات میں رفق وملائمت کے جذبات پیدا کرکے مختلف انسانی نسلوں کو مربوط کرکے وحدت نسل انسانی پیدا کر دی اور تمام انسانوں کو ایک قوم بنا دیا اور اسکے علاوہ اسلام نے اس نظام عالم کی تفصیلات کو بھی بیان کیا ہے۔ ایک اعلےٰ سوشل سسٹم اور مضبوط سیاسی نظام کے رہنمائی کرنیوالے اصولوں کو بھی بہم پہنچایا ہے۔ ایک دائمی اور مستحکم تہذیب انسانی کی یہی دو ضروریات ہو سکتی ہیں۔

سماجی نظام میں معاشی مسئلہ مقدم حیثیت رکھتا ہے یہ نہایت اہم سوال بنا ہوا ہے ایک ایسا سوال جو ہر دماغ میں ایک ہیجان پیدا کرتا ہے مغرب کی مادی تہذیب نے ایک طرف تو انسانوں کے بین الاقوامی حالات میں افراتفری پیدا کر دی ہے اور دوسری طرف ہر ایک قوم کے اندر طبقاتی جنگ پیدا کر دی ہے۔ بنیادی معائب خواہ کچھ ہوں ہم مغرب کے معاشی نظام کو دو انتہاؤں پر پہنچا ہوا دیکھتے ہیں اور اس انتہا پسندی کی وجہ اس نظام کی وہ ناقابلیت اور معذوری ہے جس کی وجہ سے وہ بدلے ہوئے حالات کے تقاضوں کا حریف نہیں ہو سکتا اس نے یا تو سرمایہ داری اور مزدور کی پیکار کی شکل اختیار کر لی ہے یعنی بورژوازی طبقات کی پرولتاری طبقات سے آویزش یا مزدوروں کی سرمایہ داروں کے خلاف جنگ کی شکل اختیار کر لی ہے یعنی پرولتاری طبقات کی بورژوازی طبقات کے خلاف صف آرائی۔ یہ کبھی نہ ختم ہونیوالی پیکار یورپ کے ہر ملک میں اس وقت جاری ہے جبکہ تلوار کی تباہ کن جنگ ختم ہو چکی ہے اور بظاہر دنیا میں امن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بظاہر جنگ سطح کے اوپر ختم ہو چکی ہے لیکن قومی زندگی کی سطح کے نیچے جنگ بدستور جاری ہے۔ اس میں بالکل شک

نہیں کہ تلوار نیام میں جا چکی ہے لیکن انسان کے انسان پر ... . استبداد اور نا انصافی میں کوئی فرق نہیں پڑا جس کی کہ طبقاتی اور بین الاقوامی جنگ بہترین آئینہ دار ہیں ۔

ایک اور جنگ کی بنا ڈالی جا رہی ہے

سماجی دائرے کی جنگ نے مغرب کو دو کیمپوں میں تقسیم کر دیا ہے ۔ یورپ کے متعدد ممالک میں سرمایہ داری غالب ہے اور مزدور جبر و استبداد کا شکار ہے ۔ روس دوسری انتہا پر پہنچ چکا ہے ، جہاں پرولتاری طبقات بورژوازی طبقات سے غیر معمولی تندی کیساتھ انتقام لے رہے ہیں ۔ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا ۔ ایک ملک میں مزدور کی فتوحات نے مزدوروں کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں اور دوسرے ممالک میں ایسی ہی فتوحات حاصل کرنے کے لئے ان کی امیدیں بندھ گئی ہیں اور یہ پیکار قوم کے دائرے سے نکل کر عالمگیر جنگ کی صورت اختیار کر رہی ہے اور اس جنگ میں سویٹ روس تمام یورپ کے خلاف صف آرا ہے ۔ یہ درست ہے موجودہ عالمگیر جنگ کی ناگہانی ضرورتوں نے نئے اتحادات کیلئے قوموں کو مجبور کر دیا ہے ۔ روس آج انگلستان اور امریکہ کا حلیف ہے لیکن طبقاتی جنگ کی وجہ سے جو صلح اور امن کے قیام کا ناگزیر نتیجہ ہو گی ۔ یہ مذکورہ بالا حلیف اپنے آپ کو دو مختلف کیمپوں میں پائیں گے اور موجودہ عارضی اتحادات کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑتی ہوئی نظر آئیں گی ۔

انگلستان اور امریکہ کا حقیقی اتحاد ایک طرف اور روس کا اتحاد دوسری طرف دنیا میں صلح اور امن کی بنیاد خیال کیا جاتا ہے لیکن یہ اتحاد اس وقت تک نہیں ہو سکتا جس وقت تک ان ممالک کے معاشی نصب العینوں میں مصالحت کی صورت نہ پیدا ہو جائے ۔ جب تک معاشی مسئلہ کا تصفیہ نہیں ہوتا صحیح امن دنیا میں قائم نہیں ہو سکتا ۔ اس تصفیہ کے بغیر مغربی طاقتوں کے نمائندے صلح اور امن کی میز پر بیٹھ کر آئندہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہو جائیں گے ۔ اگر یورپ کے ارباب حل و عقد یہ چاہتے ہیں کہ یہ جنگوں کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے تو انہیں سرمایہ داری اور مزدور کے جھگڑوں کو چکانے کے لئے ذرائع تلاش کرنے چاہئیں تمام روئے زمین پر ان دو مذکورہ طبقات میں آویزش ہے اس آویزش کا تصفیہ ازبس ضروری ہے ۔ عیسائیت اور مادی تہذیب جو عیسائیت کے بطن سے پیدا ہوئی ہے ان دو طبقات میں مصالحت نہیں کرا سکتیں ۔ اس پیکار

میں صلح کی تجاویز صرف اسلام پیش کر سکتا ہے۔ اسلام کا سماجی نظام سرمایہ دار اور مزدور کے متضاد مفادیں وسطی درجہ پر قائم ہے۔ صرف اسلامی نظام ...... کے ذریعہ سے یہ مصالحت ہو سکتی ہے اور دنیا میں صحیح امن قائم ہو سکتا ہے۔

سرمایہ داری اور بالشوزم میں درمیانی راستہ

متعدد مغربی مصنفین نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ مغرب کے معاشی تصورات کی پیکار میں اسلام کو وسطی درجہ حاصل ہے جیسا کہ گبس (WHITHER ISLAM) اپنی تصنیف کے خاتمہ پر رقمطراز ہے:۔

" مغربی دنیا کی مبالغہ آمیز افراط و تفریط میں اسلام توازن قائم رکھے ہوئے ہے یہ مغربی قومیت کی انارکی اور روسی کمیونزم کی فوج آرائی کے مساوی طور پر خلاف ہے۔ زندگی کا معاشی پہلو جو موجودہ یورپ اور موجودہ روس کی نمایاں خصوصیت ہے اسلام ابھی اس معاشی واہمہ سے مغلوب نہیں ہوا "۔

اور اس کے بعد پروفیسر Massignon کے ایک اقتباس کو درج کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

" اسلام میں یہ خوبی ہے کہ اسمیں ہر شہری کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا مستقل اور مساوی حکم ہے زکوٰۃ کا روپیہ قوم کے بیت المال میں جمع ہونا چاہیئے۔ بغیر قیود کے تبادلہ اشیاء، بینکوں کا سرمایہ، حکومت کے قرضے اور ضروری اشیاء پر بالواسطہ محصول، اسلام ان جملہ باتوں کے خلاف ہے لیکن یہ باپ اور خاوند کی ذاتی جائداد اور تجارتی سرمایہ سے متعلقہ حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں بھی یہ بورژوازی سرمایہ داری اور بالشویک کمیونزم کے مابین وسطی درجہ کا حامل ہے " (صفحہ ۲۷۸ - ۲۷۹)

نقطہ نگاہ میں تغیر

مغربی اقوام کے جنگجو معاشی طبقات میں اسلام کی حیثیت صلح کرانے والے کی ہے اس کے سماجی نظام میں متعدد ایسی خصوصیات ہیں جو اور کسی نظام میں نہیں پائی جاتیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان کا دماغ ضرورت سے زیادہ زندگی کے معاشی پہلو سے متاثر ہو جائے اور زندگی کی رفیع اقدار کو فراموش کر دے۔ مسلمان کا پہلا سبق یہ ہے کہ خدا کی طرف سے عاید کردہ فریضہ تمام فرائض پر فوقیت رکھتا ہے

وہ خواہ دنیا کا کوئی کام کر رہا ہو جب اذان کی آواز اس کے کانوں میں آئے اسے اس کام کو چھوڑ کر اپنے خالق کے حضور سربسجود ہو جانا چاہیئے۔ یہ اذان صرف صبح کے وقت ہی نہیں دی جاتی اور نہ رات کو سونے کے وقت دی جاتی ہے بلکہ دن کے اس حصّہ میں بھی اذان کی آواز بلند ہوتی ہے جبکہ انسان کاموں کے ہجوم میں گھرا ہوا ہوتا ہے اس آواز کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے ہر ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی موجودگی کو یقینی طور پر محسوس کرتا ہے وہ جانتا ہے معاشی کے لئے اسے اپنی تمام تر توجہ اپنے کام پر مرکوز کرنا چاہیئے لیکن وہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہے کہ انسان صرف روٹی سے ہی زندہ نہیں۔ زندگی کا ایک بلند مقصد بھی ہے جس کے سامنے معاشی اقدار ثانوی حیثیت رکھتی ہیں جب تک اس حقیقت اور صداقت کا لوگوں میں صحیح احساس پیدا نہ ہوگا اس وقت تک افراد اور قوموں کے درمیان معاشی مقابلے سکون قلب کی بجائے انسانوں کے قلوب میں دکھ درد اور تباہی کے احساسات پیدا کرتے رہیں گے۔ یورپ کی مہذب اقوام اپنے معاشی معاد کی گھما گھمی میں اس قیمتی سبق کو فراموش کر چکی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے درپئے آزار ہیں اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔

انسانی قانون کی ضرورت نہیں

دوسرے یہ کہ اسلام کا معاشی نظام مشیت ایزدی کا اظہار ہے اسلیئے اسے وہ استحکام حاصل ہے جو انسان کے بنائے ہوئے نظام کو حاصل نہیں اور کبھی حاصل نہیں ہو سکتا ہر ایک نظام کو اپنے نفوذ کے لئے دنیوی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اسلام کا نظام دنیوی حکمرانوں اور حکومتوں کا محتاج نہیں ہے۔ کمیونزم روس میں اسلیئے قائم نہیں کہ اسمیں پبلک کیلیئے کوئی اپیل موجود ہے بلکہ اسلیئے قائم ہے چونکہ سویٹ حکومت کی طرف سے اسکا جبری نفاذ کیا گیا ہے فسطائیت بھی اسی وقت تک صفحہ ہستی پر موجود ہے جب تک اس کی پشت پر دنیوی طاقت اور حکومت ہے۔ یورپ میں عام طور پر سرمایہ داری کا تسلط بھی اسلیئے ہے کیونکہ اسکے مالی ذرائع بہت وسیع ہیں اور نام نہاد جمہوری حکومتیں اس کی پشت پر ہیں۔ یورپ میں طاقت درحقیقت عوام کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ حکومت کی باگ ڈور بڑے بڑے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہے خواہ وہ یہودی ہوں یا غیر یہودی ہوں لیکن اسلام کا سوشل نظام اس طرز کا نہیں ہے وہ مذہب کی بنیادوں پر قائم ہے

انسانی دماغ کے لئے اس میں اپیل ہے وہ اپنے تنفاذ کے لئے عسکریت اور سیاسی طاقت کا محتاج نہیں ۔۔۔ روئے زمین کے مسلمان خواہ وہ راعی ہوں یا رعایا ہوں ان پر اسلامی قوانین کی حکومت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نظام لوگوں کے قلوب میں راسخ ہو چکا ہے اس کے نفاذ کے لئے کسی دنیوی طاقت کی ضرورت نہیں ۔

ایک مستحکم نظام

تیسرے اسلام کا سماجی نظام ہی وہ نظام ہے جس نے اپنی تیرہ سوسالہ زندگی میں ثابت کر دیا ہے کہ وہ نظام عالم ہے ۔ تمام اسلامی اقوام کے جو مشرق بعید سے لیکر مغرب بعید تک آباد ہیں باوجود نسلی، لونی اور لسانی اختلافات کے ان کے سماجی تصورات ایک ہیں بلکہ اس سے بڑھکر عجیب ترباب یہ ہے کہ گذشتہ ایک ہزار سال میں دوسری اقوام کے سماجی تصورات میں بیشمار تغیرات رونما ہوئے لیکن اسلام کا سماجی نظام تغیر پذیر نہیں ہوا۔ گو مسلمان قوموں کی تقدیریں بدل گئیں لیکن ان کا سماجی نظام چٹان کی طرح مضبوط ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظام کے خمیر میں ایسی طاقت موجود ہے جو اسے ان اقوام کے جو اس کے دائرہ اثر میں ہیں، تمام تغیرات اور انقلابات سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ یہ صرف نظامِ عالم ہی نہیں ہے بلکہ مستحکم نظامِ عالم ہے ۔

دولت کوئی معیار نہیں ہے

اسلام کے سماجی نظام کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا منتہائے مقصود مساوات ہے جہاں تک کہ قوم کے تمام افراد کے لئے مساوات ممکن ہوسکتی ہے ۔ اسلام پست لوگوں کو بلند کرتا ہے اور غریبوں کو امیر بناتا ہے ، اس لحاظ سے اسلام اور بالشوزم میں نمایاں فرق ہے کیونکہ بالشوزم امیروں کو غریب بناکر اور بلند کو پست کر کے مساوات پیدا کرتا ہے ۔ قرآن مجید کی ابتدائی آیات پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے ۔ اسلام صرف مظلوم کو نجات دلانے اور غریبوں کی مدد کے لئے نہیں آیا بلکہ غربا کو بلند سطح پر پہنچاتا ہے جہاں وہ دولت کے ساتھ طور پر مالک بن کر امراء کے دوش بدوش کھڑے ہو سکتے ہیں ۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پہلے امرا اور غربا کے ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ سونے اور چاندی کے ڈھیر وجہ امتیاز نہیں ہیں یہ انسان کی وجاہت میں اضافہ نہیں کرتے اور نہ غربت

باعث ذلت ہے ۔ یہ مقسوم کے تغیرات اور زمانہ کے اتفاقات خدا کے حضور میں کچھ وقعت نہیں رکھتے اور نہ ان لوگوں کی نگاہوں میں ان کی اہمیت ہونی چاہیئے جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں ۔ چنانچہ قرآن مجید کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں :۔

فاما الانسان اذا ما ابتلٰه ربه فاكرمه ونعمه فيقول ربي اكرمن ۔ واما اذا ما ابتلٰه فقدر عليه رزقه فيقول ربي اهانن (الفجر ۱۵-۱۶) تو انسان کی حالت یہ ہے کہ جب اسے اس کا رب آزماتا ہے پھر اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے معزز کیا ہے اور جب اسے آزماتا ہے پھر اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ۔

ولولا ان يكون الناس امة واحدة لجعلنا لمن يكفر بالرحمٰن لبيوتهم سقفا من فضة ومعارج عليها يظهرون ۔ ولبيوتهم ابوابا وسررا عليها يتكئون ۔ وزخرفا ۰ وان كل ذالك لما متاع الحيوة الدنيا ۰ والاخرة عند ربك للمتقين (سورہ الزخرف ۳۳-۳۵) اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ہی گروہ ہو جائیں گے تو ہم ان کے لئے جو رحمان کا انکار کرتے ہیں ۔ ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں ۔ اور ان کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں اور سونے کے اور صرف دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور آخرت تیرے رب کے نزدیک متقیوں کے لئے ہے ۔

دولت کی جگہ پہلی بات جو اسلام دنیا میں ایک نیا نظام پیش کرتے ہوئے کرتا ہے وہ یہ ہے کہ دولت کے حصول کو صحیح رنگ اور صحیح تناسب کے ساتھ انسانی دماغ کے سامنے رہنا چاہیئے ۔ دولت ایسی چیز نہیں ہے جسے ترک کیا جائے ۔ خدا ہی اس دنیا میں بھلائی دیتا ہے (سورہ بقرہ ۲۰۱) اور نعمتوں کے استعمال سے منع نہیں کرتا "قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبٰت من الرزق ۰ کہو کس نے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے اور کھانے کی ستھری چیزوں کو حرام کیا ہے (الاعراف ۳۲) قرآن مجید کی سورۃ النساء میں نہایت وضاحت کے ساتھ دولت کو سہارا قرار دیا ہے ۔ فرمایا ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قيٰما وارزقوهم اور کم عقل لوگوں کو تم اپنے مال نہ دیدو

جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے اور تم انہیں ان کے ذریعہ سے کھانے کے لئے دو (۴ : ۵) لیکن اس کے ساتھ ہی تنبیہہ بھی کی گئی ہے کہ دولت صرف ایک مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے مقصد نہیں ہے ــــ دولت سے بڑھ کر بلند بھی زندگی کی اقدار ہیں انہیں دولت کے حصول میں نظروں سے اوجھل نہیں کرنا چاہیئے ورحمت ربك خير مما يجمعون اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں (الزخرف ۳۲) انسانی دل میں سب سے بڑھ کر جگہ خدا تعالےٰ کے لئے ہونی چاہیئے۔

عدم مساوات زندگی کا قانون الٰہی نظام عالم کی ترکیب میں جو انسان کی طرف نازل کیا گیا ہے ایک اور امر کو بھی بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ ساری نیچر میں ایک تنوع پایا جاتا ہے۔ کائنات میں اختلافات موجود ہیں جو وحدت کے منافی نہیں ہیں۔ کوئی دو آدمی ایک جیسے نہیں نہ ان کے دماغ ایک جیسے ہیں۔ انسانی استعدادوں میں بھی فرق موجود ہے سب یکساں کام نہیں کر سکتے۔ بعض لوگوں کو دوسرے لوگوں کی نسبت بہتر دماغ ودیعت کئے گئے ہیں بعض لوگوں کو کام کرنے کی استعداد زیادہ عطا ہوئی ہے اور بعض لوگوں کو اچھا ماحول میسر آ جاتا ہے جہاں ان کا کام زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے ان اختلافات کو مٹایا نہیں جا سکتا انہیں حیات انسانی کے ضروری کوائف کے طور پر تسلیم کرنا چاہیئے جیسا کہ خدا فرماتا ہے:۔ نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوٰة الدنيا و رفعنا بعضهم فوق بعض درجٰت ليتخذ بعضهم بعضا سخريا (الزخرف ۳۲)

ترجمہ:۔ ہم نے ان کے درمیان ان کی دنیا کی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کی ہے اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو خدمت میں لگائے ــــ اللہ تعالےٰ نے معاش میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ یہ اختلافات مٹائے نہیں جا سکتے یہاں تک کہ بالشویک روس بھی ان اختلافات کو نہیں مٹا سکا۔ سٹالن اور معمولی کان کن برابر نہیں ہیں اس دنیا کا نظام اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک کہ بعض لوگ بعض پر حاوی ہو کر ان سے خدمت نہ لیں۔ اگر اختلافات نہ ہوتے تو ریاست نہ ہوتی کوئی نظام نہ ہوتا اور ہر جگہ ایک افراتفری سی مچی ہوتی۔ دماغی اختلافات[1] کا اعتراف تو اشتراکی نظام میں بھی کیا جاتا ہے جو اس مفروضہ سے شروع ہوتا ہے کہ

[1] اور کام کرنے کی استعدادوں کے اختلافات

دنیا میں مکمل مساوات ہونی چاہیئے۔ حکومت سرمایہ داروں پر جبر کر کے اور انہیں ان کے املاک سے محروم کر کے دولت کو مساوی تقسیم کر سکتی ہے جیسا کہ بعض حکومتیں مزدوروں پر ظلم کرتی ہیں اور غریبوں پر ستم توڑتی ہیں لیکن یہ اس معاشی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔

مساوی تقسیم

اسلام کا معاشی نظام اسباب معیشت کی نہایت انصاف سے اور صحیح تقسیم کرتا ہے اور اس کے لئے اس نے ایک بےنظیر نظام کو قائم کیا ہے۔ سرمایہ داری کو تباہ کرنا یا بالفاظ دیگر امراء کی دولت کو زبردستی چھین کر اسے حکومت کی جائداد بنانا یا برائے نام طور پر سماج کی ملک بنانا بہت بڑی ناانصافی کا کام ہے اور اسلامی روح کے بالکل منافی ہے۔ اسلام نے خیرات کا ایک لازمی نظام قائم کیا ہے اس لحاظ سے لازمی نہیں کہ اس کو جمع کرنے کے لئے دنیوی طاقت کو استعمال کیا جائے بلکہ یہ دباؤ اخلاقی ہے۔ فرد کی ذہنیت کو بدل دیا جاتا ہے جو کچھ آدمی کماتا ہے وہ اس کی محنت کا پھل ہے اور اسے اس پھل سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن جب وہ اپنی ضروریات کے مطابق خرچ کر لیتا ہے اور کچھ پس انداز بھی کر لیتا ہے تو یہ جمع شدہ سرمایہ مستقل سرمایہ متصور ہوتا ہے اس سرمایہ کا ایک معین حصہ اسے اپنے مستحق اور غریب بھائیوں کی مدد کے لئے حکومت کو دینا پڑتا ہے یہ حصہ ایسا ہے جو غرباء کو فائدہ پہنچاتا ہے اور امراء کو کنگال بھی نہیں کرتا یہ خدائی حکم ہے اور انسان کو اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔

روپیہ جمع کرنا ایک گناہ ہے

دولت کو سمیٹنا اسلام میں ایک حد تک نجس اور ناپاک خیال کیا گیا ہے کیونکہ اس کا اثر انسان کے قلب پر پڑتا ہے اور دولت کی محبت پیدا ہوتی ہے لیکن یہ ناپاکی جمع شدہ دولت کا چالیسواں حصہ ادا کرنے سے دھوئی جا سکتی ہے اس لئے اسے زکوٰۃ کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے یعنی یہ ایک ایسا فعل ہے جس سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اسلامی حکومت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو جمع کر کے مستحق لوگوں میں تقسیم کرے اگر اسلامی حکومت نہ ہو تو بھی اسلامی سماج کی تشکیل اس افتاد پر ہوئی ہے کہ وہ اس روپیہ کو اکٹھا کر کے غرباء میں تقسیم کر سکتا ہے۔ یہ یقین کہ دولت کا جمع کرنا ایک ناپاک فعل ہے اور تزکیہ صرف ۲½ فی صدی ادا کرنے سے ہو سکتا ہے اس جذبہ نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں پہلے اور آج بھی بہت کام کیا ہے یہ ایک طریقہ ہے جس سے اسلام نے جمع شدہ دولت کی تقسیم پر اثر ڈالا ہے۔ جتنے نظامات

آج دنیا میں موجود ہیں کسی کی طرف سے ایسی کوشش معرض وجود میں نہیں آئی۔

سرمایہ داری اور حکومت

تقسیم دولت کا مسئلہ جس کے ساتھ سیاسی اقتدار وابستہ ہے، آج انسانیت کے سامنے عظیم الشان مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے۔ مغرب کی مادی تہذیب کا بنیادی پتھر سرمایہ داری ہے اور اس سرمایہ دارانہ نظام نے دولت کو صرف چند ہاتھوں میں جمع کر دیا ہے جس سے عوام کی غربت اور مشکلات میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ سیاسی اقتدار دولت کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور سرمایہ داروں کے اشارات پر سیاسی مدبروں کو صلح اور جنگ کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔ سرمایہ دار جن کے اختیار میں سیاسی قوت ہے ان کی پیاس کبھی نہیں بجھتی اسلئے انھوں نے دنیا کی متعدد قوموں کو غلامی کی حد تک پہنچا دیا اور باقاعدہ لوٹ کھسوٹ کو انھوں نے پر شوکت لفاظی کے ساتھ قانونی جامہ پہنا دیا ہے، نو آبادی قائم کرنے فوجی قبضہ کرنے اور انجمن اقوام کی طرف سے کسی ریاست کو کسی ملک پر حکومت کرنے کے عارضی اختیار کی شکل میں کیا کچھ نہیں ہوتا۔ یورپ کی بڑی بڑی طاقتیں قومی پیمانہ پر بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں یہ طاقتیں جنگی مصارف کے لئے قرضے لیکر سرمایہ داری کی طاقت میں اضافہ کرتی ہیں۔ اسلام نے اسی عارضہ کا علاج سود کی مخالفت سے کیا ہے جسکا مفصل ذکر آگے آئیگا۔

بالشوزم کے حقیقی معائب

انیسویں صدی کے وسط میں یعنی آج سے قریبًا ایک سوال قبل سرمایہ داری کے خلاف ردعمل شروع ہوا اس ردعمل نے سوشل ازم کا نام اختیار کیا اور بتدریج بالشوزم کی شکل اختیار کر گیا۔ روس پر اس کا مکمل تسلط ہے غالبًا اتنا شدید تسلط ہے جتنا کہ یورپ کے دوسرے ممالک پر سرمایہ داری کا ہے روس سے باہر اس نے کوئی زیادہ ترقی نہیں کی گو روس کی طرف سے غیر معمولی پروپیگنڈا کیا گیا ہے۔ آیا یہ روس میں ایک مستقل نظام کی صورت اختیار کرے گا اس کا فیصلہ مستقبل کریگا لیکن اس میں ایک بات بہت عجیب معلوم دیتی ہے، بالشوزم لوگوں کو آزاد کرنے کے لئے پیدا ہوا تھا لیکن اس نے بھی اتنی ہی غلامی پیدا کی ہے جتنی کہ سرمایہ داری نے پیدا کی۔ .. زار کے زمانہ کی مطلق العنانیت کی جگہ سوویٹ استبداد نے لے لی ہے۔

ہمارے سامنے سوال یہ ہے کہ آیا بالشوزم نے انڈسٹری کو حکومت کی ملک بنا کر تقسیم دولت

کے مسئلہ کو بالآخر حل کر دیا ؛ یہ کہنا کہ روس میں پانچ سالہ تجویز نے پیداوار کو اس حد تک مستحکم کر دیا ہے کہ وہ خیال میں نہیں آسکتی اسلئے انڈسٹری کا حکومت کی ملک بن جانا اس مسئلہ کا حقیقی حل ہے ایسا خیال کرنا غالبًا کسی نتیجہ پر پہنچنے میں عجلت سے کام لینا ہے۔ کون جان سکتا ہے کہ وہ لوگ جو اس تجویز کو بروئے کار لانے کے لئے مامور ہیں جو حکومت کے ایجنٹ ہیں وہ شاید کل کو روبہ تنزل ہو کر ایک طبقہ امراء بن کر رہ جائیں جو کہ سرمایہ داری کے طبقہ امراء سے مشابہ ہو۔ انسانی فطرت ایسے میلانات کی طرف راغب ہے بالشوزم کے پاس ان میلانات کو روکنے کے لئے کوئی علاج نہیں ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر بات قابل غور ہے کہ بالشوزم جو کہ مزدوروں کے دوست کے طور پر رونما ہوا ہے وہ مزدور کو اس کی محنت کے پھل سے محروم کر کے اپنے مقاصد کو خود شکست دیتا ہے ضروری اشیاء کا سست اور محنتی احمق اور عقلمندوں میں مساوی تقسیم کر دینا یقینًا ایسے نتائج پیدا کر دے گا جو ناقابل برداشت ہوں گے، یہ فطرت اور فطرت کے مسلمہ قوانین کے بالکل خلاف ہے، بڑے نتائج ایک دن میں نہیں دیکھے جا سکتے سرمایہ داری کے معائب کے ظاہر ہونے میں صدیاں لگی ہیں، بالشوزم کے معائب نمایاں ہونے کے لئے بھی عرصہ درکار ہے۔

بالشوزم اور اسلام کا معاشی نظام

اسلام نے ہی دولت کے مسئلہ کا بہترین حل پیش کیا ہے۔ انسان میں اعلیٰ جذبات پیدا کئے ہیں اور بلند کردار کی تعمیر کی ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن پر نسل انسانی کے لئے پائیدار تہذیب کی بنیادیں استوار کی جا سکتی ہیں۔ بالشوزم کے سخت گیرانہ اصول جن میں صرف انسانی جسم کو ملحوظ رکھا گیا ہے اس کے لئے اشیاء مہیا کی جاتی ہیں تاکہ یہ زندہ رہ سکے لیکن یہ قوانین رقت و ملائمت اور محبت کے اعلیٰ جذبات کو کچل دیں گے اور ان خصوصیات کو بھی تباہ کر دیں گے جو انسانی زندگی کو بلند کرتی ہیں اور انسان کے دل میں زندہ رہنے کی خواہش پیدا کرتی ہیں اور جن سے محرومی انسانیت کو روبہ تنزل کر دے گی اور انسان بربریت کا شکار ہو جائیگا۔ اسلام زکوٰۃ سے دونوں مقاصد کو پورا کرتا ہے۔ زکوٰۃ صرف معاشی مساوات کو ہی پیدا نہیں کرتی بلکہ بلند جذبات کی نشو و نما بھی کرتی ہے لوگوں کے دلوں میں اپنے انسانی بھائیوں کے لئے محبت اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرتی ہے اس کے برعکس حکومت کی ملکیت کا سخت گیرانہ نظام انسان کے بلند جذبات کو کچل دیتا ہے اس طریقہ سے بھی دولت جمعیت

اسلامی میں دورہ کرتی رہتی ہے جس طرح کہ خون ایک جسم کے اندر دورہ کرتا ہے۔ اسلامی سماج کے دولتمند ارکان کی دولت کا مخصوص حصہ مرکزی بیت المال میں جمع ہو جاتا ہے جہاں سے یہ ان حلقوں میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کا ادارہ صرف دولت کی مساوی تقسیم میں مدد نہیں دیتا بلکہ بحیثیت مجموعی قوم کے اٹھانے کا موجب بنتا ہے۔ اس امر کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ زکوٰۃ صرف لازمی اور ناگزیر خیرات ہی نہیں ہے یہ حکومت کا ادارہ ہے اور جہاں اسلامی حکومت نہیں ہے وہاں یہ ایک ملی ادارہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ فرد کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ کا حساب کرے اور اپنی مرضی کے مطابق اسے خرچ کرے۔ حکومت یا قومی تنظیم کو زکوٰۃ جمع کرنا چاہیئے اور اسے جماعت پر خرچ کرنا چاہیئے۔ معطی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے جمع شدہ سرمایہ کا ایک حصہ خیرات کے طور پر مستحقین کو دے بلکہ اسے اس قسم کو قومی فنڈ میں بھیجنا چاہیئے جہاں سے یہ قوم کی بہتری اور بہبودی کے لئے خرچ ہو سکے۔

انڈسٹری اور جائداد کا حکومت کی ملکیت ہونا اسلام کے سماجی نظام کے زکوٰۃ اور عشر کی دوسری صورت ہے۔ اوّل الذکر کو بعض دفعہ بڑی لسانی اور روانی کے ساتھ دنیا کے معاشی مسئلہ کے بہترین حل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس سے ملک کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے؟ جتنا ایک قوم محنت کرے گی اور جتنا محنت میں عقل کو استعمال کرے گی اسی نسبت سے نیچر کے ذرائع پر اس کا تسلط بڑھتا جائے گا اور یہی دوسرے الفاظ میں دولت ہے۔ لیکن انڈسٹری کا حکومت کی ملکیت ہونا اور انفرادی نفع کا فقدان ہر قسم کے مقابلہ کے لئے مانع ہے اور محنت شاقہ اور دماغی محنت کے محرکات سے لوگوں کو محروم کر دیتا ہے اور بالآخر یہ سستی کاہلی اور جمود پیدا کر کے پیداوار کے معیار کو کم کر دیتا ہے اور اس قوم کو مفلس کر دیتا ہے جو اسے اختیار کرتی ہے۔ قومی شعور علیحدہ رہنے کی خواہش، طاقتور اور خود مختار قوم کے تصورات شاید ایک وقت کے لئے محرک ثابت ہوں لیکن یہ تحریک بھی قومی پیمانہ پر مقابلہ کی وجہ سے پیدا ہو گی۔ جنگ کے دوران میں شاید یہ محرک بہت بڑھ جائے اور اس وقت اور بھی ترقی کر جائے جب کسی طاقتور قوم کے ہاتھوں قوم کو تباہی اور بربادی کا خطرہ ہو جیسا کہ روس میں ہوا ہے۔ انفرادی نفع اور شخصی جائداد کا فقدان صلح اور امن کے زمانہ میں کاہلی اور سستی پیدا کرتا ہے یہ ایک ایسی بین حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا یا تنگ

کہ سویٹ کو بھی اپنے پہلے خیالات میں ترمیم کرنی پڑی ہے اور کسی نہ کسی صورت میں مقابلہ کو رواج دینا پڑا ہے۔

جائداد کا حکومت کی ملکیت ہونا انڈسٹری کے حکومت کے ملک ہونے کا ضمنی نتیجہ ہے اس کے نتائج بالآخر اس سے بھی زیادہ بھیانک ہوں گے جتنا کہ سرمایہ داری کے ظاہر ہوئے ہیں۔ جوں جوں سرمایہ داری کی تعداد میں کمی ہوتی ہے سرمایہ داری کے نقصانات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ جتنے سرمایہ دار کم ہوں گے اسی نسبت سے سرمایہ داری کے نقصانات میں اضافہ ہوتا جائے گا، اور جب ایک ہی سرمایہ دار میدان میں رہ جائیگا خواہ وہ فرد ہو یا حکومت ہو تو سرمایہ داری کے نقصانات انتہائی شدت کے ساتھ ظاہر ہوں گے نہیں بلکہ ایک قوم کے اندر ایک سرمایہ دار زیادہ قابلِ برداشت ہے بہ نسبت اس کے کہ انڈسٹری اور جائداد کی مالک حکومت بن جائے، ایک فرد پر تو تنقید ہو سکتی ہے اور وہ اپنے مفاد کی خاطر اپنی اصلاح بھی کر سکتا ہے لیکن حکومت ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ وہ عموماً ایسی تنقید کو دبا دیتی ہے جس سے اس کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ دنیا میں ہر ایک قسم کے استبداد کا علاج ہو سکتا ہے لیکن حکومت کے استبداد کا کوئی علاج نہیں اور خصوصاً اس حکومت کے استبداد کا جو ملک میں واحد سرمایہ دار ہو۔ یہ کہنا کہ ایسی سرمایہ دار حکومت لوگوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے کام کرتی ہے اتنا ہی بے بنیاد دعا ہے جتنا کہ یہ خیال کرنا کہ ایک جابر اور خود مختار حکمران اپنی رعایا کی بہتری کے لئے کام کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت ایک ایسی برائی ہے جسے مجبوراً سوسائٹی کے خطرناک عناصر کو دبانے کے لئے اختیار کرنا پڑتا ہے، اسکا استبداد خوفناک ہوتا ہے لیکن یہ بہت ہی خوفناک اور بھیانک بن جاتا ہے جبکہ تمام مالی ذرائع اس کے ہاتھ میں ہوں جن سے کہ دوسروں کو بالکل محروم کر دیا گیا ہو۔ حکومت کو انڈسٹری اور جائداد کی مکمل ملکیت دے دینا درحقیقت اس کے ہاتھوں میں خطرناک حربہ دینا ہے، اس کی تباہ کاریاں موجودہ جنگ سے بھی زیادہ دہشت انگیز اور ہولناک ہوں گی جو اس وقت دنیا میں لڑی جا رہی ہے۔

اسلام کا سماجی نظام انڈسٹری اور جائداد کی شخصی ملکیت میں مداخلت نہیں کرتا اور ایک آدمی کو اس کی محنت کے پھلوں سے محروم نہیں کرتا، اور مقابلہ، محنت شاقہ اور دماغی قواء کے استعمال

کے لئے کھلا میدان چھوڑتا ہے لیکن یہ سرمایہ داروں سے ان کی دولت کے ایک حصہ کا مطالبہ کر کے
دولت کی مساوی تقسیم کے لئے کوشش کرتا ہے اور وہ دولت کا حصہ جو سرمایہ داروں سے لیا جاتا
ہے اسے غرباء کی بہتری اور بہبودی کے لئے صرف کیا جاتا ہے۔ اسلام کا معاشی نظام سرمایہ داروں
کی تعداد کو بڑھاتا ہے تاکہ مقابلہ جتنا ممکن ہو سکتا ہے وسیع ہو جائے۔ زکوٰۃ دراصل قوم کے غریب
افراد کو تجارت میں لگانے کے لئے ہے تاکہ وہ تھوڑے سے سرمایہ کے ساتھ تجارت شروع کر سکیں
اور پھر اپنی محنت اور عقلمندی سے اس سرمایہ کو بڑھا سکیں۔

زکوٰۃ کے علاوہ اسلام کا قانون وراثت بھی ہے جس کے ذریعہ سے جائداد بڑی تعداد میں تقسیم
ہو جاتی ہے اور چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ ہر سال اپنی جمع شدہ
دولت کا چالیسواں حصہ ادا کرنے کے بعد بھی ایک آدمی کچھ نہ کچھ دولت مرنے کے بعد چھوڑتا
ہے جیسا کہ ایک عقلمند اور محنتی آدمی کو چھوڑنی چاہیئے، یہ دولت اسلامی نظام کے مطابق ایک
فرد واحد کی ملکیت نہیں بن جاتی جیسا کہ آجکل (Law of Primogeniture) (یعنی
خلف اکبر ہونے کی وجہ سے جو حق محرومئ دیگر پسران حاصل ہوتا ہے) کی وجہ سے عموماً ہوتا ہے اسلام
نے قوانین وراثت میں دو طرح کی اصلاح کی ہے۔ عورت کو بھی مرد کے ساتھ جائداد کا حقدار بنایا ہے
اور حکم دیا ہے کہ جائداد کی تقسیم ورثاء میں جمہوری طرز پر ہو اس طرح سے ایک بڑے سرمایہ دار کی جگہ بہت
سے چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار لے لیتے ہیں عام قانون کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہوا ہے:۔

للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك
الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر نصیبا مفروضا (النساء) مردوں
کے لئے اس سے ایک حصہ ہے جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑیں اور عورتوں کے لئے اس سے
ایک حصہ ہے جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑیں خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت ایک مقرر حصہ۔

اسلام کی آمد سے پہلے ایک بہت مضبوط اور بظاہر بڑی معقول روایت تھی کہ ورثہ صرف
اسی کو ملنا چاہیئے جو ضرب و حرب کا ماہر ہو اس لئے ان ورثاء کو جو دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے
اور جنگوں میں نہیں لڑ سکتے تھے وراثت سے محروم کر دیا جاتا تھا اس روایت میں ان لوگوں کے
لئے بڑی اپیل تھی جن میں دن رات قبائلی جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ عورت کو یہودی شریعت کی رو

فات شدہ شخص کی جائداد کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ اس واسطے اس کے لئے وراثت کا سوال ہی پیدا
ہیں ہوتا تھا۔ جب مٹھی بھر مسلمانوں نے سارے عرب کے خلاف مدافعانہ جنگ شروع کی تو پہلے
انون وراثت کو غیر منصفانہ قرار دیا گیا اور ایک نیا قانون نازل ہوا جس میں بیواؤں اور یتیموں کو ان
الدین کے برابر حقوق دئے گئے جو ان مدافعانہ جنگوں میں شریک ہوتے تھے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی
پر مسلمانوں کا ایمان اتنا پختہ تھا کہ نئے قانون وراثت کو بغیر کسی قسم کے اعتراض کے قبول کر لیا گیا

اسلامی قانون وراثت نے ورثا کو دو گروہوں میں منقسم کر دیا پہلا گروہ خاوند بیوی۔ والدین
اور بچوں پر مشتمل ہے اور دوسرا گروہ بھائیوں اور بہنوں پر مشتمل ہے، پہلے گروہ کے تمام افراد
براہِ راست حصہ دار ہیں اگر وہ تمام زندہ ہوں تو ان سب کا جائداد پر حق ہے۔ دوسرے گروہ
کے ارکان اس وقت ورثہ پائیں گے جب پہلے گروہ کے بعض افراد مفقود ہوں دونوں گروہوں کو اور
بھی وسیع کیا جا سکتا ہے اور ان میں پوتے اور ان سے بھی نیچے کی نسل کو بچوں کی جگہ شامل کیا جا سکتا
ہے اور اوپر کے رشتہ دار والدین کی جگہ لے سکتے ہیں چچے اور پھوپھیاں اور ان سے بھی دور
دراز کے رشتہ دار بہنوں اور بھائیوں کی جگہ لے سکتے ہیں۔

اسلام کے سماجی نظام کا ایک تیسرا پہلو بھی ہے جو دولت کی منصفانہ تقسیم کو باقاعدہ کرتا
ہے یہ مقروض اور قرضخواہ کا تعلق ہے مقروض کو حکم ہے کہ وہ نہایت ایمانداری کے ساتھ
اپنے قرضہ کو ادا کرے۔ "تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اپنے قرضوں کی ادائیگی میں بہتر ہیں" آنحضرت
صلعم کی ایک حدیث میں ہے کہ قرض دینے والے کو بہت نرمی سے کام لینا چاہیئے اور روپیہ پیسے ڈھیلے
انسانوں کا خیال رکھنا چاہیئے انسانی سوسائٹی کے متعلق اسلام کا بنیادی نقطہ نگاہ یہ ہے کہ جو شخص
تنگی میں ہو اس کی مدد کی جائے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ
الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون (البقرہ) اور اگر مقروض تنگدست
ہو تو فراخی تک مہلت دینا چاہیئے اور اگر تم خیرات کر دو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔
اس اصول کو آنحضرت صلعم نے جو اسلامی حکومت کے مقتدر اعلیٰ تھے بڑی فراخدلی کے ساتھ عملی
جامہ پہنایا آپ نے فرمایا میں مومنوں سے بڑھ کر ان کے قریب ہوں سو جو مومن فوت ہو جائے
اور قرضہ چھوڑے اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جو کوئی جائداد چھوڑے وہ اس کے ورثاء کے

لئے ہے — جو قرضہ اچھے مقصد کے لئے لیا گیا ہو اس کی ادائیگی اسلامی حکومت کے ذمہ ہوگی بشرطیکہ مقروض اس قرضہ کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام سود لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ سود کی ممانعت کو نہایت وضاحت کے ساتھ قرآن مجید میں خیرات کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے خیرات انسانی ہمدردی کی وسیع بنیاد ہے اور سود تو ہر قسم کی ہمدردی کے جذبات کو کچل دیتا ہے۔ سود خور کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے شیطان نے اپنے لمس سے منہ کے بل گرا دیا ہو اور وہ اٹھ نہ سکے۔ سود خور کی حالت درحقیقت ایسی ہوتی ہے کہ اگر اس کے لاکھوں اور کروڑوں روپوں میں ایک پیسے کا اضافہ ہوتا ہو تو وہ مقروض کو انتہائی تنگدستی اور افلاس میں مبتلا کرنے سے بھی نہیں چوکتا اس کی خود غرضی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ ہمدردی کے تمام جذبات اور احساسات سے محروم ہو جاتا ہے اس کے قلب پر صرف حرص کی حکومت ہوتی ہے اسلیئے اسلام بنیادی طور پر اس کے خلاف ہے۔

سود خوری کاہلی اور سستی پیدا کرتی ہے سود خور ایک طفیلی کی مانند دوسروں کی محنت پر زندہ رہتا ہے آج جو سرمایہ دار اور مزدور میں زبردست کشمکش ہو رہی ہے اس میں اسلام مزدور کی تائید کرتا ہے اور سود کی ممانعت سے دونوں میں توازن قائم کرنا چاہتا ہے تاکہ سرمایہ دار مزدور کو غلام نہ بنا سکے، مزدور کو اسلام باعزت جگہ دیتا ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں "اللہ نے تجارت کی اجازت دی ہے، اور سود کی ممانعت کی ہے"۔ تجارت میں محنت اور ہنرمندی کی ضرورت ہوتی ہے جس سے اخلاق بلند ہوتے ہیں اور سود مکاری، سستی اور ظلم کی عادات کو فروغ دیتا ہے۔ مظلوم اور مفلس کی مدد کرنا اسلام کے سماجی نظام کا مقصد ہے مظلوم ومفلس کو تنگدستی اور مشکلات کی انتہائی پستیوں میں گرا دینا سود کا منتہا ہے اسلیئے سود کو حرب من اللہ ورسولہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ قرار دیا گیا ہے۔

یہ ممانعت صرف یہیں تک محدود نہیں ہے جسے اصطلاحی طور پر سود کہا جاتا ہے اسمیں ہر قسم کا سود شامل ہے خواہ شرح زیادہ ہو یا کم یا سود متعین وقفوں کے بعد اصل زر میں جمع ہوتا ہو حقیقت یہ ہے کہ معمولی سود بھی بالآخر بھاری سود کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور مقروض کے لئے انتہائی مشکلات کا باعث بن جاتا ہے یہ ایک ایسی ثابت شدہ حقیقت ہے جس کی تصدیق

سب ممالک کے قرضوں کی تاریخ سے ہوتی ہے۔ بعض دفعہ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ سود کی ممانعت تجارت اور کاروبار کے لئے بہت نقصان رساں ثابت ہوگی اور اہم قومی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے میں بھی مشکلات پیدا ہو جائیں گی اگر یہ خرابی بھی پیدا ہوتی ہے تو اس کی ضرورت سے زیادہ تلافی اس صورت میں ہو جاتی ہے کیونکہ اس ممانعت سے عالمگیر جنگوں کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے جن کی وجہ سے نسل انسانی بیشمار مصائب میں مبتلا ہے ان جنگوں کا باعث سودی قرضے ہیں ہمیں حقائق کا جائزہ لینا چاہیئے۔ قرون اولیٰ کے مسلمان جو وسیع ممالک میں پھیلے ہوئے تھے وہ تجارتی کاروبار قومی پیمانہ پر کرتے تھے وہ تہذیب کی رفتار میں بڑی بڑی اقوام کے ہراول تھے اس میں شک نہیں کہ موجودہ حالات میں سود کی ممانعت راس نہیں آتی۔ یہ حالات یورپ کی مغربی تہذیب کے پیدا کردہ ہیں لیکن اسلام کا بلند نصب العین ایسا نہیں جسے عملی جامہ نہ پہنایا جا سکے بلکہ صدیوں تک اسلامی تہذیب میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔

اس سرمایہ کا سود جس سے کاروبار چلایا جاتا ہے عام قرضوں سے مختلف ہے اس صورت میں سرمایہ دار اور مزدور دونوں حصہ دار ہیں۔ یہ شرکت ممنوع نہیں ہے لیکن اسلام کا سماجی نظام یہ چاہتا ہے کہ جس طرح سرمایہ دار اور مزدور نفع میں بھی ساجھی ہوں اسی طرح نقصان میں برابر کے شریک ہوں۔ سود کی ایک خاص شرح مقرر کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ پر ہمیشہ نفع ملنا چاہیئے خواہ تجارت میں نقصان ہو رہا ہو۔ بعض دفعہ اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ سرمایہ دار اور مزدور کا نفع اور نقصان میں ساجھی ہونا ناقابل عمل ہے کیونکہ اس کے لئے حسابات رکھنے کی ضرورت ہے اور تجارت کے لئے حسابات رکھنا ازبس ضروری ہے۔

حسابات ٹیکسوں کی ادائیگی کے لئے بھی رکھے جاتے ہیں تمام جائنٹ سٹاک کمپنیاں حسابات رکھتی ہیں جو وسیع پیمانہ پر تجارت کرتی ہیں۔ قوم کی بہتری اور بہبودی کے لئے یہ طریقہ بہت مفید ہے بہ نسبت اس کے کہ سرمایہ پر سود لیا جائے جس سے سرمایہ داری کے نقصانات میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ مزدوروں کے لئے غیر منصفانہ بھی ہے۔ حکومت یا کمپنی کے قرضے جو بڑے بڑے کاموں کے لئے لئے جاتے ہیں مثلاً ریلوے اور نہروں کی تعمیر کے لئے وہ بھی اسی اصول پر لئے جا سکتے ہیں اور اگر بینکنگ سسٹم کو کواپریٹو طرز پر ڈھال لیا جائے جیسا کہ اسلام

کا منشاء ہے تو یہ یقیناً انسانیت کے لئے رحمت کا باعث ہوگا۔

سرمایہ داری کے مصائب کو کم کرنے کے لئے اسلام کے سماجی نظام میں اور بھی انتظامات ہیں لیکن میں صرف ایک کا اور ذکر کروں گا، اور وہ وصیت کے متعلق تاکیدی حکم ہے۔ قرآن مجید کی رو سے ہر وہ شخص جو اپنے پیچھے جائداد چھوڑتا ہے اس کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنی جائداد کا کچھ حصہ وصیت کرے جو ⅓ حصہ سے زیادہ نہ ہو، حضرت نبی کریم صلعم کے ایک قول کے مطابق خیراتی کاموں کے لئے جن میں غرباء، بیواؤں اور یتیموں کی امداد کو بہت اہمیت حاصل ہے قرآن مجید کی رو سے یہ وصیت لازمی ہے :۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیر الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین (البقرہ) تم پر جب تم میں سے کسی کے لئے موت آموجود ہو عمدگی کے ساتھ وصیت کرنا ضروری ٹھیرایا گیا ہے اگر وہ بہت سا مال ماں باپ کے لئے اور قریبیوں کے لئے چھوڑے یہ متقیوں پر لازم ہے ــــــ

حضرت نبی کریم صلعم کی ایک حدیث کی رو سے یہ وصیت خیراتی کاموں کے لئے ہے جو ایک شخص کی جائداد کے ⅓ حصہ سے متجاوز نہیں ہونی چاہیئے تاکہ ورثا محروم نہ رہ جائیں۔ یہ وصیت بھی غربا کی حالت کو سدھارنے کے لئے ایسا ہی مفید ذریعہ ہے جیسا کہ زکوٰۃ ہے اگر حکومت اس کو لازمی قرار دے تو یہ بالکل قرآن مجید کے الفاظ اور اس کی روح کے مطابق ہوگا۔

معاشی نقطۂ نگاہ پر ایک تنقیدی نظر

از جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بی۔ اے۔ ایڈیٹر اسلامک ریویو

ہر عمل میں انسان کی نیت اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ تاریخ انسان کی معاشی جدوجہد کی داستان ہے خواہ وہ جدوجہد اجتماعی ہو یا انفرادی ہو۔ یہ وہ فلسفہ حیات ہے جسے کمیونسٹ پیش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کو دیکھنے کی ضرورت نہیں آج بھی انسان کی طرز معاشرت پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ ایک بدیہی امر معلوم دیتا ہے۔ لاکھوں کروڑوں انسان جو محنت شاقہ کرتے ہوئے پسینہ میں شرابور ہیں ان کا ایک ہی مقصد معلوم ہوتا ہے اور وہ معاشی مقصد ہے۔ اس مادی دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو اپنے پیہم مادی تقاضوں کو پورا کرنا پڑتا ہے، اور اپنی مسلسل جدوجہد سے نیچر کے خارجی مظاہر سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے کبھی نیچر افراط سے دیتی ہے اور کبھی انتہائی بیرحمی کے ساتھ انسان کی اس مسلسل جدوجہد کو ٹھکرا بھی دیتی ہے۔ نیچر کی اس تندی کا مقابلہ انسان اپنے بھائی بندوں کے تعاون اور اشتراک سے کرتا ہے اس لئے سماجی زندگی معاشی مشکلات کے خلاف ایک طرح کا حفظ ماتقدم ہے کیونکہ انسان اکیلا ان مشکلات کا مقابلہ نہیں کرسکتا، موت، عوارض اور قدرتی مصائب ہمیشہ سے موجود ہیں اور انسان کو ان کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ سو اس لئے اسے سماج کے اندر رہ کر زندگی بسر کرنا چاہیئے۔ ان سب باتوں سے اشتمالی نظریہ کے لئے بظاہر معقول وجوہ پیدا ہو جاتے ہیں اور اسے یہ کہنے کا موقع مل جاتا ہے۔ کہ مذہب اپنی آویزش اور غیر مادی اقدار کے نفوذ سے صورت حالات کو بگاڑ دیتا ہے لیکن آدمی میں بعض جبلی کمزوریاں ہیں جو اس سماجی نظام کی پرسکون فضا کو خراب کر دیتی ہیں وہ سماجی نظام جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ آدمی کی معاشی ضروریات کا پیدا کردہ ہے۔ انسان کا میلان محنت کی طرف نہیں ... لیکن وہ ایسی چیزوں کی خواہش کرتا ہے جن کا وہ مستحق نہیں ہے۔ وہ اپنی ذمہ واریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سماجی زندگی کے حقوق سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے چنانچہ سماجی

زندگی کے لئے ایسی بےقاعدگیوں پر سزا دینا ضروری ہے۔ سرمایہ دار اور انفرادیت پسند سستی اور کاہلی کی سزا افلاس اور فاقہ مستی تجویز کرتے ہیں۔ اور سماجی قوانین کے توڑنے پر ضابطہ فوجداری کو استعمال کرتے ہیں۔ اگر ان کارروائیوں کے فائدے ان کے ضرر سے زیادہ ہوتے تو نوعِ انسانی سرخ انقلابات کی ہولناکیوں سے محفوظ رہتی اور اس ہنگامے سے بھی بچی رہتی جو اس انقلاب نے دنیا میں پیدا کیا ہے۔ اس صورت حالات پر قابو پانے کے لئے انتہائی رفق و ملائمت کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے اگر ہم دنیا کی بہتری اور بہبودی صمیم قلب سے چاہتے ہیں تو ہمیں ایسا ہی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔

اس میں شبہ نہیں کہ اشتمالی مناقشہ ایک حد تک حقیقی تجربات پر مبنی ہے۔ انسان طبعًا انقلابی نہیں ہے۔ ایک عام انسان کے لئے گھر کی پرامن زندگی اور ایک منضبط سوسائٹی غیر معمولی جاذبیت رکھتی ہیں۔ ایک قائم شدہ سماجی نظام کے خلاف لوگ مجموعی طور پر بغاوت نہیں کر سکتے تاوقتیکہ انتہائی مایوسی کی علامات نہ پیدا ہو جائیں۔ جب تک دنیا کے معاشی نظام میں کوئی بنیادی نقص نہ پیدا ہو جائے اس وقت تک یہ انقلاب رونما نہیں ہو سکتا۔ یہ یقینی امر ہے کہ کمیونسٹ انارکسٹ نہیں ہوتا۔ ہمیں سرمایہ داروں کو بھی انسانیت کے گئے ہوئے نہیں کرنا چاہیئے ان کے اختلافات میں یقینًا حقیقی ور بڑے قوی وجود ہوتے ہوں گے انسانوں کے مفاد کے لئے ان میں ایک سمجھوتہ ممکن ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔ انسان کو کام پر لگانا چاہیئے لیکن فاقہ مستی کا خوف مسلط کر کے اسے کام کے لئے آمادہ نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی کسی ڈکٹیٹر کے فولادی ڈنڈے سے اسے کام کے لئے مجبور کرنا چاہیئے، اس کے لئے ایسے محرکات مہیا کرنے چاہئیں جو معاشی محنت کی مشقت اور یکسانی کو کم کر دیں اسے سماجی قوانین کی خلاف ورزی سے باز رکھنا چاہیئے لیکن بدنی سزا کی دھمکیوں سے نہیں بلکہ زیادہ تر اندرونی احساسات اور ایک بلند اور بیدار روح کی مدد سے ایسا کرنا چاہیئے یہاں سے مذہب کا عمل شروع ہوتا ہے۔ مذہب انسانی جذبات کو قابو میں رکھتا اور انسانی نفسیات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ مذہب کو اس بات کا علم ہے کہ انسان صرف مادی جانداد ہی نہیں ہے، وہ اپنی مادی ضروریات کی بہ نسبت اپنے جذبات اور تخیلات کے ذریعہ زندہ ہے۔ مذہب تخیل میں زندگی اور جذبات میں ضبط پیدا کرتا ہے لیکن ایسا کرتے ہیں وہ ٹھوس اور موجودہ زمین کو نظر انداز نہیں کرتا اس کے برعکس انسانوں کی معاشی تنظیم کے ضمن میں اس کی خدمات ماہرین معاشیات سے کہیں

زیادہ موثر ہیں اور ہر ایک صورت میں وہ انسان کی مادی ضروریات اور اس کے بلند جذبات میں ایک سمجھوتہ کرا دیتا ہے۔ یہ تسلیم کرتا ہے کہ معاشیات مادی زندگی کے لئے ناگزیر ہے لیکن یہ جانتا ہے کہ معاشی نظام کو اچھی طرح چلانے کے لئے انسان کے بلند جذبات کے کلچر کی ضرورت ہے اور اس کے ادنیٰ جذبات کی تربیت اور تزکیہ کے لئے ایک روحانی نظام درکار ہے کیونکہ انہی اسفل جذبات سے وہ اعمال پیدا ہوتے ہیں جو سوسائٹی کے توازن کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ مذہب انسان کو اس حقیقت سے روشناس کراتا ہے کہ انسان خالص معاشی نقطۂ نگاہ سے بھی اسی وقت قوت اور ہنرمندی میں ترقی کرتا ہے جب اسے قربانی اور ایثار کے اعلیٰ جذبات کا تجربہ ہوتا ہے انسان کی معاشی نیت کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے اور اسے اچھی طرح ٹٹولنے سے یہ حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے کہ ایک غیر معمولی طور پر خود غرض انسان اچھا پیدا کرنے والا ثابت نہیں ہوتا اگر تمام ایسے ہی خود غرض ہوں۔ تو معاشی پیداوار کے لحاظ سے دنیا کو بہت نقصان پہنچ جائے حقیقی مذہب نہایت منصفانہ طور پر انسان کی معاشی کوششوں میں ایک ضبط اور باقاعدگی پیدا کرتا ہے اور ان بلند جذبات انسانی کے لئے فضا مہیا کرتا ہے جو انسان کو اپنی مرضی سے اپنی حیات مادی کو خطرہ میں ڈالنے کے قابل بناتے ہیں۔ کمیونسٹ اس بہت بڑی صداقت کو نظرانداز کر گئے ہیں یعنی کہ انسان اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے زندہ رہتا ہے وہ احساسات اور مقاصد کے لئے زندہ رہتا ہے نہ کہ اپنی زندگی کے محض مادی پہلو کے لئے۔

خدا اور صداقت کے لئے بلند جذبات کو چھوڑیئے۔ انصاف کو وسیع معنوں میں اسے بھی رہنے دیجئے۔ خوبصورتی، فن اور کلچر کے وسیع مفہوم ... سے بھی قطع نظر کرتے ہوئے اس مادہ پرستی کے زمانہ میں عوام یہاں تک کہ کمیونسٹوں کے اجتماع بے اختیار ہو کر نسلی اور قومی جذبات سے اثر پذیر ہوتے ہیں، انسان کی تعبیر کچھ اس اعتقاد پر ہوئی ہے کہ وہ صرف اپنے لئے زندہ نہیں رہ سکتا وہ اپنی تکمیل دوسروں کے ساتھ کامل اتحاد سے کرتا ہے۔

وہ لکھوکھا انسان جنہوں نے ایک تصور اور نصب العین کے لئے اور روس میں ایک ایسے نظام کے قیام کے لئے موت کے گھاٹ اترنا پسند کیا کہ جس کے نفاذ سے باقیماندہ پرولتاری لوگوں سے انصاف کیا جائیگا ان کے اعمال کے لئے صرف معاشی وجوہ تلاش کرنا عبث ہے۔ صرف حیات مادی کا تصور تو انسان کو انتہاء درجہ کا بزدل بنا دیتا ہے اور جہد للبقا کے مقصد کو شکست دیتا ہے ایک آدمی جو اپنے آپ کو صرف

مادی نقطۂ نگاہ سے وابستہ کرچکا ہو وہ ایک مقصد کے لئے جان نہیں دے سکتا اور دوسروں کے آرام اور حفاظت کے لئے قربان نہیں ہوسکتا خواہ وہ لوگ اس کے اپنے عزیز واقربا ہی کیوں نہ ہوں جب تم بالکل ناپید ہوجاؤ گے اور جب معاشی اقدار کے علاوہ کوئی اقدار نہیں ہیں تو پھر تمہاری نگاہوں میں اسباب کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی کہ تمہاری قربانی سے تمہاری قوم اور تمہارے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

خوش قسمتی سے آدمی خود غرض اور مادہ پرست نہیں ہے جیسا کہ پرجوش کمیونسٹ دوستوں کی طرف سے اس کی تصویر کھینچی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک حد تک خود غرض ہے اور ناجائز فائدہ بھی حاصل کرتا ہے لیکن وہ اپنے آرام اور اپنے مفاد کو دوسروں کی خاطر قربان بھی کردیتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کا ایک پہلو ہے جس کی تشریح معاشی نظریہ سے نہیں ہوسکتی۔ لیکن پھر بھی میں اس نظریہ کے پیش کنندگان اور مویدین کو ملزم نہیں گردانتا کیونکہ وہ ایسے معلمین نہیں ہیں جو روحانی تاثیر اپنے اندر رکھتے ہوں۔ انسانی فطرت کے امکانات سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہے انہیں صرف اس بات سے غرض ہے کہ ایک خاص لمحہ میں وہ کس طرز پر ظاہر ہوئی خواہ وہ لمحہ تاریخ انسانی میں کیسا ہی غیر معمولی اور خلاف عادت ہو وہ صرف انسانی فطرت کے سطحی مظاہر کو لیتے ہیں اور اس بنیاد پر انھوں نے ہمارے سماجی تعلقات کو باقاعدہ کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ سطحی علامات بعض اوقات بہت فریب دیتی ہیں انسانی جذبات کے خلاف عادت ردعمل کی مثال پیش کرتے ہوئے نئی روشنی کے مرد اور عورت کے اپنے بچوں سے تعلقات اور انداز کی طرف توجہ دلائی جاسکتی ہے۔ آدمی ہر زمانہ میں اور بعض معمولی حیوانات بھی بچہ کی پیدائش پر غیر معمولی خوشی محسوس کرتے ہیں البتہ بعض نر جانور رقابت محسوس کرتے ہیں لیکن اس کی وجہ معاشی نہیں ہوتی بلکہ قیادت میں حریف ہونا ہوتا ہے مادہ بچہ پر تو حیوانی باپ بھی مہربان ہوتا ہے اور حیوانی ماں تو عموماً بڑی محبت کرنیوالی ہوتی ہے، لیکن آدمی کو چھوڑیئے نئی روشنی کی عورت بھی بچوں سے خوف کھاتی ہے اور اس کی وجوہ خالصتہً معاشی ہوتی ہیں۔ آمدنی کی کمی تو ایک بہانہ ہوتی ہے۔ ایسے میاں بیوی جو دنیا کی ان اقوام سے تعلق رکھتے ہوں جنہیں حالات کی سازگاری اور ہر قسم کے آرام میسر ہیں جن آسائشوں کو انسانوں کی ایک بھاری

اکثریت تصور میں بھی نہیں لاسکتی وہ آمدنی کی کمی کی شکایت کرتے ہیں یہ آواز سوسائٹی کے ادنیٰ طبقات سے سننے میں نہیں آتی اعلیٰ طبقات ہمیشہ ذرائع کی کمی کو بطور بہانہ کے پیش کرتے ہیں اس موضوع پہ اتنی قیل وقال اور بحث ہو چکی ہے کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان لوگوں کے لئے کونسا معیار زیست موزوں ہوگا کہ جس پہ یہ خوشی خوشی بچوں کی پرورش کی ذمہ داری لے سکیں۔ اگر کوئی غور کے ساتھ ان کے دماغوں کا تجزیہ کرے تو وہاں سوائے خودغرضی کے اور کچھ نہیں ملے گا بچے پیدا کرنے کے لئے نارضامندی اور اقتصادی حالات کے پردہ میں بھی خود غرضی کا جذبہ ملے گا۔ وہ صرف بیہودہ عیش پرستی کے دلدادہ ہیں بچے ان کے رنگ میں بھنگ ڈالتے ہیں اور عیش میں تلخی پیدا کرتے ہیں۔ بچے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ والدین ایثار پیشہ ہوں اپنی مادی آسائش کی قربانی کریں وقت اور قوت کو صرف کریں اور یہ وہ باتیں ہیں جن سے نئی روشنی کے مردوں اور عورتوں کو نفرت ہے۔ سب زمانوں میں حیوانی زندگی کی اس طبعی تحریک نے اس عظیم الشان قربانی کو بعض اعلیٰ جذبات کے ذریعہ سے بہت پر لطف اور خوش کن بنایا ہے۔ والدین ہمیشہ بچوں کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دیتے رہے ہیں۔ نئی روشنی کے مرد اور عورتوں میں بعض وجوہ سے جن پر یہاں بحث نہیں ہو سکتی یہ جذبات سرد پڑ گئے ہیں۔ یہ ایک غیر معمولی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ جس سے آدمی حیوان سے بدتر ہو چکا ہے۔ انسانی فطرت کی اس غیر معمولی کیفیت پر کسی نظریہ کی بنیاد رکھنا ناجائز اور سخت ناروا ہے۔ جس وقت کارل مارکس اس نظریہ کی تیاری میں مصروف تھا تو وہ انسانی دماغ کے ایک عارضہ کو غلطی کے ساتھ ایک صالح کیفیت سمجھ رہا تھا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انسانی دماغ کا یہ عارضہ انسانیت جتنا ہی پرانا ہے انسان وقفوں کے بعد پھر اس میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے یہ انسانی زندگی کے بنیادی اصولوں کو بالارادہ مضحک طریقہ سے پیش کرتا ہے۔ اس طرح تو عوارض کی کثرت کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانی جسم کی صحت کوئی چیز نہیں ہے یا بیماری کی حالت ہی جسمانی زندگی کا قاعدہ کلیہ ہے۔ کارل مارکس چونکہ یہودی عیسائی تھا اس لئے وہ عیسائیت کے فلسفۂ گناہ سے مذہبی طور پر متاثر تھا، یہ عیسائی تصور اس عقیدہ سے عبارت ہے کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے اور اغلب ہے کہ یہودی قوم کی افسوسناک تاریخ نے اس کے میلانات میں

اضافہ کر دیا ہو۔

تاریخ کا معاشی نظریہ درحقیقت وہی فطری معصیت اور گناہ آدم کا عقیدہ ہے جسے عمرانیات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن مجید اپنی ابتدائی مکی سورتوں میں انسانی فطرت کے متعلق اس نقطۂ نگاہ کا رد کرتا ہے یقیناً اس وقت عظیم الشان رسول کے بلند پایہ دماغ میں اس مسئلہ پر بہت ہیجان پیدا ہوا ہوگا۔ انسان کی خوفناک بربریت خود غرضی اور سنگدلی کی موجودگی میں آپ کو تاریخ انسانی کے عمیق پہلوؤں کی بصیرت عطا کی گئی اور آپ کے قلب پر خدا تعالےٰ کی وحی نازل ہوئی:۔

والتین والزیتون۔ وطور سینین۔ وھذا البلد الامین۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ثم رددنہ اسفل سافلین۔ الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنون۔ ترجمہ:۔ انجیر اور زیتون گواہ ہیں اور سینا پہاڑ (یہ تینوں بدھ مت، عیسائیت اور دستور موسوی کے نشان ہیں) اور یہ امن والا شہر (یعنی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی جو روایات آنحضرت صلعم کی رسالت میں تجدید کی گئی) یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔ پھر ہم اسے ذلیل سے ذلیل حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں تو ان کے لئے نہ منقطع ہونیوالا اجر ہے۔

انسانی سماج کی تدریجی ترقی کو تشکیل دیتے ہوئے کارل مارکس کی نظروں سے انسان کی حقیقی مذہبی تاریخ اوجھل ہو گئی وہ بھول گیا کہ تاریخ انسانی میں حضرت بدھ، حضرت موسیٰ، حضرت مسیحؑ اور حضرت ابراہیمؑ جیسے عظیم المرتبت انسان گذرے ہیں جن کی پاکیزہ زندگیاں اس نظریئے کی جیتی جاگتی تردید ہیں کہ انسان کے سماجی عمل میں صرف معاشی غرض پنہاں ہے۔ ان عظیم الشان انسانوں نے لوگوں کو تعلیم دی کہ وہ معاشی زندگی کا زیادہ فکر نہ کریں اور تمام تر ساری طاقت کو اس پر صرف کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے معاش کے لئے کام کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اس امر پر انسان کی ساری توجہ یا زیادہ توجہ مبذول نہیں ہونی چاہیئے بلکہ زندگی کے مشاغل میں اس کی پوزیشن معمولی ہونی چاہیئے۔ ان کو یہ بصیرت

حاصل تھی کہ زندگی کے معاشی نظام پر زیادہ زور دینے سے انسانوں کے ڈگمگا کر گرنے کا خطرہ ہے اس کی بجائے انھوں نے انسانی قوے کی تدریجی ترقی کے لئے تجویز پیش کی ہے۔ ان کی پاکیزہ رہنمائی میں مرد اور عورت بجائے اس کے کہ اپنے معاشی حقوق کے لئے دست و گریباں ہوں وہ قربانی اور ایثار کے بلند جذبات سے لطف اندوز ہوئے۔ انہیں علم تھا کہ جب سب لوگ قربانی کے جذبہ سے سرشار ہوں گے تو معمولی معاشی ذرائع میں بھی فراوانی معلوم دیگی۔ انھوں نے اس صداقت کو عملی جامہ پہنایا جسے آجکل نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ آدمی کو خدا کے ناقابل فہم تصور سے بڑے بڑے سماجی کاموں کے لئے آمادہ کیا جاسکتا ہے یہ وہ تصور ہے جو معاشی نظریئے کی جڑوں پر کلہاڑا رکھ دیتا ہے اور جس کے سامنے انسان کے معاشی مشاغل بالکل ماند پڑ جاتے ہیں ان کی زندگیوں اور کامیابیوں سے یہ بات بالکل ثابت ہو چکی ہے کہ آدمی گو بظاہر خود غرض معلوم دیتا ہے لیکن درحقیقت وہ خود غرض نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ نزدل کر کے کمینگی اور خود غرضی میں حیوان سے بدتر ہو سکتا ہے لیکن یہ اسلئے ہے کیونکہ وہ خدائی رہنمائی سے منہ موڑ لیتا ہے۔

اسلام پر عصبیت کا الزام

از - او - وی عبد اللہ صاحب

ان علینا للھدٰی (اللیل) یقیناً رستہ دکھانا ہمارا کام ہے۔ ہندو مت کے عذر خواہی کرنے والوں کا یہ عام رجحان ہے کہ وہ اسلام کے متعلق اس بنیاد پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں کہ اسلام شدید ہے اور علیحدہ ہے اور ہندو مت کی اس کے غیر معین اور مبہم ہونے پر تعریف کرتے ہیں چنانچہ سر رادھا کرشنا ہندو مت کے متعلق لکھتے ہوئے اپنی کتاب (An Idealist View of Life) کے صفحہ ۸۹ پر رقمطراز ہیں: "ہندو مذہب اپنی حقیقی شکل میں بہر کیف دوسرے مذاہب کی طرح اختیار اور پسند کی طرف شدت سے مائل نہیں ہوا۔ یہ ایسا مذہب نہیں ہے جس کی تاسیس کی گئی ہو اور نہ یہ بعض تاریخی واقعات سے ہی متعلق ہے۔" اس کتاب کے صفحہ ۲۰۲ پر وہ لکھتے ہیں:۔ "ہندو مذہب میں وضاحت کا فقدان مجھے اعلیٰ درجہ کی وضاحت ہی معلوم دیتی ہے۔"

اس قسم کی مدافعت ظاہر کرتی ہے کہ ان کے پاس حق پر ہونے کے قوی دلائل نہیں ہیں۔ ہندو مذہب میں ایسی کتاب نہیں ہے جس کو سب مانتے ہوں اور کوئی ایسا معلم نہیں ہے جس کو سب احسنت و مرحبا کہتے ہوں خدا کی ذات کے متعلق وضاحت نہیں ہے یہانتک کہ اس کی ہستی کے متعلق بھی صراحت کے ساتھ کچھ نہیں ملتا، ان ناقابل تردید حقائق کی موجودگی میں ہندو مذہب کی طرف سے عذر خواہی کرنیوالے پھر مابعد طبیعاتی طریقہ میں پناہ ڈھونڈتے ہیں کہ وضاحت کا فقدان بھی ایک طرح کی وضاحت ہی ہے اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ اس وجہ سے دوسرے مذاہب پر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ وہ اس کشتی میں سوار نہیں ہیں۔

ایک مذہب سے جو چیز طلب کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کو اقدار کی صحیح تعلیم دے اور بتائے کہ خدا کی تجویز میں اس زندگی کی جگہ کہاں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام اپنے متبعین کو ضروری ہتھیاروں سے مسلح کر دیتا ہے تاکہ وہ ان طوفانوں کا مقابلہ کر سکے جو یہ الزام لگانیوالوں

نے اُٹھائے ہیں کہ اسلام شدید ہے اور علیحدگی پسند ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی توحید اتنی شدید ہے جس میں سوائے خدا کے کسی کی گنجائش نہیں۔ ہندو مذہب کی طرف سے عذر خواہی کرنے والے کہتے ہیں خدا کا اسلامی تصوّر ایسا ہے جس میں اور کسی چیز کی سمائی نہیں اس تصوّر کا مقابلہ ہندو مذہب کے ہمہ گیر تصوّر سے کرو جس میں ویدانت کا وحدت وجود بدھ مت کی لا ادریت اور وحشی قبائل کی مظاہر پرستی سب سما سکتے ہیں۔ آسودہ خاطر ہندو اپنے اعتراضات کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ سب مسلمانوں کے لئے قرآن کا غلطی سے مبرا ماننا ضروری ہے اور رسولؐ کی سنت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے لیکن ہندو مذہب اتنا وسیع ہے اس میں نہ کوئی خاص کتاب غلطی سے مبرا ہے اور نہ کوئی معصوم معلم ہے۔

اگر تنقیدات کی یہی وجوہ ہیں تو پھر اسلام یقیناً شدید ہے اور علیحدگی پسند بھی ہے۔ اس کے ہاں دیوتاؤں کی گنجائش نہیں یہ بت پرستانہ اعمال کو پسند کرتا ہے پر توہّن اور رسومات سے چشم پوشی بھی نہیں کرتا کیونکہ حق و باطل کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ یہ صورت اسی مذہب میں پیدا ہو سکتی ہے جو اپنی بنیادوں پر پختہ نہ ہو ایسا مذہب ہی اپنے دیوتاؤں کے مندر میں توحید اور اصنام پرستی کو جمع کر سکتا ہے ـــــ اس کے برعکس اگر اعتراض اس وجہ سے ہے کہ اسلام کی سادگی اور وضاحت دوسرے مذاہب اور نظامات کے لئے غیر روادار ہے تو پھر اس اعتراض کی وجہ تعصّب اور لاعلمی ہے ـــــ ایک شخص کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ وہ خدا کے تصوّر کا بالموازنہ مطالعہ کرے معلمین مذاہب کے متعلق کیا طرز خیال ہونا چاہیئے اور نجات کا کیا تصوّر ہونا چاہیئے ان چند باتوں پر غور کرنا کافی ہے، انہی باتوں سے اسلامی اصولوں کی رواداری واضح ہو جائے گی لیکن ایسا کرنے سے قبل ہمیں رادھا کرشن کی ہندو مذہب کی مدافعت کا تجزیہ کرنا چاہیئے۔ ان کی رائے زنی کا مطلب یہ ہے کہ ایک مذہب کو ایک خاص کتاب اور خاص مذہبی معلم کو ہی مخصوص نہیں کر دینا چاہیئے لیکن اگر وہ ذرا غور سے کام لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ باتیں روحانی ترقی میں روک نہیں بلکہ ممد ہیں۔

رادھا کرشنا کی غلطی کا اندازہ کرنے کے لئے پہلے ایک مذہبی کتاب کی ضرورت پر غور کرنا ضروری ہے۔ عام شخص کی زندگی میں بعض معتقدات اور تصوّرات ہوتے ہیں اور یہی اس کی رہنمائی کرتے ہیں اور انہی سے ان کا مذہب بنتا ہے وہ ان کے بغیر نہیں رہ سکتا اگر وہ اپنے پہلے معتقدات کو ترک کرتا ہے تو ایسا کرنے میں اسے اور معتقدات کو قبول کرنا پڑتا ہے اسلئے یہ نہایت اہم بات ہے

کہ جس بات پر وہ یقین رکھتا ہے وہ اس کے روحانی اور مادی مفاد کو ترقی دیتی ہو، فلسفیانہ خیال کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے مذہب کو سوچ کر بنانے کے لئے انسانی دماغ موزوں نہیں۔ فلاسفر تو ابھی خدا کی نیچر پر متفق نہیں ہوئے بلکہ اس کی صفات اور اس کی ہستی پر متفق نہیں ہو سکے حقیقت تو یہ ہے کہ خدا کی ہستی کے متعلق اتنے ہی نقطہ ہائے نگاہ پائے جاتے ہیں جتنے کہ فلسفی ہیں یہانتک کہ مورتی پوجا کی حمایت کرنے والے بھی پائے جاتے ہیں چنانچہ خود سر رادھا کرشنا نے اپنی تصنیف (Heart of Hinduism) میں مورتی پوجا میں معقولیت کو ثابت کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے۔

مذہبی عمارت کی تعمیر میں جب انسانی مساعی کا یہ حشر ہے تو یہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ انسان کی بہتری اور بہبودی کے لئے خدا تعالیٰ خود اس ضمن میں انسان کی رہنمائی فرمائے اور الوہی خاکہ میں زمینی زندگی کے مقام کو انسان پر واضح کرے اور یہ لازمی طور پر ایک مذہبی کتاب کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے اور آیندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے مذہبی تعلیمات کی حفاظت اسی شکل میں ممکن ہے۔

موجودہ سماجوں کی حالت کا نظر غائر سے مطالعہ کرنیوالے مذہبی کتاب کی ضرورت کو خوب محسوس کر چکے ہیں اور انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ موجودہ نسل کی رہنمائی کے لئے ایسی کتاب کی کتنی اشد ضرورت ہے جیسا کہ ایچ۔ جی۔ ویلز اپنی تصنیف (Salvaging of Civilisation) میں نہایت عمدگی کے ساتھ استدلال کرتا ہے: ''یہ اس بات کا خلاصہ ہے جس کو میں ثابت کرنا چاہتا ہوں ہمارے موجودہ سماجوں میں رشتۂ اتحاد اور جوڑنے والی قوت مفقود ہے ان میں منظم استحکام کا فقدان ہے وہ صدمات اور بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتے وہ دماغی اور اخلاقی لحاظ سے بہت ڈھیلے ہو چکے ہیں میرے خیال میں موجودہ سماجی اور سیاسی مشکلات کی زیادتی کا باعث یہ بھی ہے۔ ہمیں ایک جوڑنے والی قوت کی ضرورت ہے ہمیں ایک بائیبل کی ضرورت ہے ہمیں ایک بائیبل کی اتنی شدید ضرورت ہے کہ ہم پرانی بائیبلوں کو اپنے روزہ استعمال سے خارج نہیں کر سکتے۔'' ان پر زور الفاظ میں سر رادھا کرشنا کے لئے ایک لمحۂ فکر یہ ہے۔

مسٹر ویلز ایک جدید بائیبل کی ضرورت پر زور ہی نہیں دیتے بلکہ اس امر پر بھی زور دیتے ہیں کہ ایسی بائیبل کا روزمرہ استعمال نہایت ضروری ہے اور ایسا سمجھنے میں وہ بالکل درست ہیں۔

۴ ساتھ ایسی کتاب کی اہمیت اور ضرورت پر

ایسی کتاب کا مستقل مطالعہ ہمیں روحانی فرائض کی یاد دہانی کراتا ہے اور مادی مشاغل کے غیر ضروری اثر کو زائل کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے کہ ہم قرآن مجید کے مقدس الفاظ کو آہستگی کے ساتھ اور نپے تلے الفاظ میں صبح کی خاموشیوں میں جبکہ روح انسانی اکتساب نور کے لئے بالکل تیار ہوتی ہے تلاوت کریں۔

ایک مذہبی کتاب کی ضرورت پر تو اس حد تک لکھنا ضروری ہے لیکن صرف ایک کتاب ہی کافی نہیں اس کتاب کی تعلیمات کا ہماری زندگیوں میں عملی شکل اختیار کرنا ضروری ہے اور اس ضمن میں بانیان مذاہب اور روحانی معلّمین کے علاوہ اور کون بہتر رہنما ہو سکتا ہے وہ ان تعلیمات کو صرف عملی جامہ پہنا کر ہی نہیں دکھاتے بلکہ وہ دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ اور نمونہ بھی بنتے ہیں ایسے معلم روحانی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ایک سخت دل عاصی بھی ولی بن جاتا ہے۔ موجودہ دور میں چونکہ ایسے بلند پایہ روحانی معلمین کا فقدان ہے اس لئے سرارادھا کرشنا نے انکی اہمیت کا غلط اندازہ کیا ہے۔ حقیقی روحانیت ایک ٹائیفائڈ مرض کی طرح پھیل جاتی ہے۔ وہ جس ہوا میں سانس لیتے ہیں ان کی اثر آفرینی ان میں پھیل جاتی ہے جو لوگ ان سے تعلق پیدا کرتے ہیں وہ انکی روحانی جاذبیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ روحانیت کے متعدد مدارج ہیں اور اب بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن سے ایسی جاذبیت اور کشش صادر ہوتی ہے۔

اگر کسی مرد کامل سے ایسا تعلق میسر نہ آئے تو دوسری صورت کسی روحانی لیڈر کی صحیح سوانحیات ہے۔ ایسی سوانح حیات قاری کے سامنے مرد کامل کی عظمت کو متشکل کر دیتی ہے اور اس کی سیرت پہ اثر انداز ہوتی ہے، اس ضمن میں مسلمانوں کو بہت فوقیت حاصل ہے، ان کے پاس رسول صلعم کی نہایت مبسوط سوانح حیات موجود ہے۔ رسول کریم صلعم کا صحابہ رضؓ کے سامنے حضرتؐ کی زندگی پنگوڑے سے لیکر قبر تک ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح تھی۔ حضورؐ کی زندگی کے مختلف واقعات پڑھنے والے کے سامنے آپؐ کی مطہر روح کا جمال پیش کرتے ہیں اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ فوراً ان سے والہانہ محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے نقش قدم پہ چلنے کی کوشش کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول کریمؐ کا اثر آج اتنا ہی زیادہ ہے جتنا کہ وہ آپؐ کے صحابہ کے لئے تھا۔

پیغمبر عربی صلعم کا اثر یقیناً ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے سے ہمدردی کے جذبات

پیدا کرتا ہے۔ وہ مذہب جس کی آپ نے تعلیم دی اور وہ زندگی جو آپ نے بسر کی وہ ہندو فلسفی رادھاکرشنا کے اس نظریہ کا کہ مذہبی کتاب اور مذہبی معلم شدت اور فرقہ داری کے جذبات پیدا کرتے ہیں بطلان کرتی ہے بلکہ اس کے برعکس یہ نہایت آسانی کے ساتھ دکھایا جاسکتا ہے کہ ایک مذہبی کتاب اور مذہبی معلم کے فقدان نے ہندو مذہب میں رواداری ہمہ گیریت اور جامعیت پیدا نہیں کی ایک ایسے مطالعہ سے جس میں موازنہ سے کام لیا جائے اور چند باتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے اس بات کو بالکل صاف کیا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر ہندو مذہب کے خدا کے تصور کو لو سرادھاکرشنا نے استدلال کیا ہے کہ ہندو مذہب میں کوئی مخصوص کتاب نہیں ہے لیکن وہ Heart of Hinduism میں اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ سب ہندوؤں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ویدوں کو اپنی سب سے بڑی مذہبی سند کے طور پر تسلیم کریں لیکن جیسا کہ سوامی وویکانند نے اپنی تصنیف (Hinduism) میں ظاہر کیا ہے کہ خدا کے متعلق ہر قسم کا تصور ویدوں سے تائید حاصل کرتا ہے لیکن خدا کے متعلق ان مختلف تصورات کے معجون مرکب میں خدا کا تصور جو سب سے نمایاں ہے وہ قبائلی خدا کا تصور ہے ویدوں کی گئو ماتا صرف برہمنوں، کشتریوں اور ویشوں کو دودھ دیتی اور انکی پرورش کرتی ہے۔

لیکن اس کے بالکل برعکس اسلام نے خدا کے اس تصور کو "رب العلمین" پر زور دیا ہے۔ لفظ "رب" جس کا مطلب ہے کہ وہ جہانوں کا پالنے والا ہے قرآن مجید میں ۹۰۰ دفعہ آیا ہے خداتعالیٰ کا کوئی اور نام اس کثرت سے قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔ دنیا میں مذہبی کتب کی خواہ کتنی ہی چھان بین کریں لیکن خدا کے اس غیر قبائلی تصور پر کہیں اتنا زور نہیں ملے گا جیسا کہ گبن نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ قرآن مجید خدا کی توحید پر ایک عظیم الشان شہادت ہے۔ اور دنیا کے مذہبی لٹریچر میں خدا کا کوئی تصور اسلامی تصور کی بلندی عظمت اور جلال کو نہیں پہنچتا۔

خدا کے تصور کے ضمنی نتیجہ کے طور پر اور رب العلمین ہونے کی وجہ سے قرآن مجید اس امر پر بہت زور دیتا ہے کہ خدا اپنے سب بندوں کی مادی اور روحانی بہتری چاہتا ہے اسلام میں کوئی خدا کی منتخب شدہ نسل نہیں ہے بلکہ ہر ایک مسلمان کو اس بات پر یقین رکھنا پڑتا ہے کہ ہر ایک قوم کے لئے ایک رسول بھیجا گیا ہے ولکل امة رسول (سورۃ یونس ۴۷) اور کوئی قوم نہیں مگر

اس میں ڈرانے والا گذر چکا ہے وان من امة الا خلا فیها نذیر (سورۃ فاطر ۲۴) یہ واقعی بہت بڑی عصبیت ہے!

ہندو مذہب کا نجات کا تصور میری اس بحث کو مزید تقویت دیتا ہے۔ یہ واضح ہے کہ خدا کا ایسے تصور سے جس میں خدا صرف آریوں کا خدا ہو نجات کے عقیدہ میں کافی عصبیت پیدا ہوگی اور یہی عصبیت ہم ہندو مذہب میں پاتے ہیں۔ پروفیسر رادھا کومور مکرجی رسالہ (Radhmada Bharata) کی اپریل ۱۹۳۸ء کی اشاعت میں رقمطراز ہیں:۔

"وشنو پوران میں یہ نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ مقدس بھارت بھوم میں پیدائش ہزار زندگیوں کی روحانی قابلیت سے میسر آتی ہے کیونکہ اس پیدائش سے نجات حاصل ہوتی ہے وہ آخری نجات کی برکت جسے دیوتا بھی حاصل نہیں کر سکتے .... اسی طرح دوسرے پوران جیسے بھگت پوران کہتے ہیں اسمیں بھی جنم بھومی کو نجات کے لئے ایک ضروری ذریعہ لکھا ہے"

اس کا مقابلہ اسلامی نجات کے تصور سے کریں۔ قرآن مجید اس خیال کو حقارت سے دیکھتا ہے کہ نجات کسی خاص قوم کی اجارہ داری ہے چنانچہ اس کا ذکر مندرجہ ذیل آیات میں موجود ہے:۔ وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هودا او نصری ؕ تلك امانیهم ؕ قل هاتوا برهانکم ان کنتم صدقین ۔ بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون۔ اور کہتے ہیں کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا سوائے ان کے جو یہودی ہوں یا عیسائی یہ ان کی آرزوئیں ہیں کہو اپنی روشن دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ہاں جس نے اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنایا اور وہ احسان کرنیوالا ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ___ اسلام میں خدا کی ہستی اور یوم قیامت پر ایمان اور اچھے اعمال پر زور دیا گیا ہے۔ مسلمان وہ ہے جو اپنی مرضی کو خدا تعالےٰ کی مشیت کے تابع کرے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مسلم کہکر پکارا گیا ہے گو وہ آنحضرت صلعم سے بہت پہلے ہو گذرے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے بطور عقیدہ کے سب انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے ایک مسلمان کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام پر حضرت موسےٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور

دیگر انبیا کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اور دوسرے اسے تاکید ہے کہ وہ ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہ دے بلکہ سب کو خدا کے مقربین خیال کرے اس ہمہ گیر انداز کا مقابلہ ذرا عیسائی مبلغین اور ہندو پراپیگنڈا کرنے والوں سے کریں جو دوسرے مذہبی معلمین اور انبیاء کی توہین کرنا اپنی زندگی کا مقصد اور فریضہ سمجھتے ہیں مسیح علیہ السلام کی برتری کو بیان کرتے ہوئے اور اسے دنیا کا واحد نجات دھندہ ثابت کرتے ہوئے عیسائی عہد نامہ قدیم کے پیغمبر حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی توہین کرتے ہوئے بھی نہیں ہچکچاتے اور آریہ سماجی آریہ دھرم کے احیاء کے جوش میں آنحضرت صلعم کی ذات گرامی پر حملے کرنے سے نہیں چوکتے ۔

یہ دوسرے مذاہب کے متعلق نہایت افسوسناک اور غیر ہمدردانہ انداز ہے جس نے مذہب کو مخالفانہ تنقید کا ہدف بنا دیا ہے ۔ ان لوگوں نے بجائے مذہب کے عشاق کو جمع کرنے کے علیحدگی خود بینی اور غرور کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں ۔ سب مذاہب کے درمیان بہتر تفہیم پیدا کرنے کے لئے پہلا قدم یہ ہے (جو محض پالیسی کے طور پر نہیں اٹھانا چاہیئے) کہ دنیا کے سب انبیاء کے مشن کے کھرے پن کو تسلیم کیا جائے ۔ بدقسمتی سے اسلام کے علاوہ باقی مذاہب اس اعلیٰ اور مفید انداز کو قبول نہیں کرتے جس کا نتیجہ کتابوں کا وہ طومار اور طوفان ہے جو دنیا میں نشر کی جاتی ہیں جنمیں دوسرے انبیاء کی توہین کی جاتی ہے اور انہیں بدنام کیا جاتا ہے ۔ صرف اسلام ہی اس معاملہ میں بہترین حل پیش کرتا ہے جیسا کہ وہ دوسرے مسائل میں پیش کرتا ہے ۔ اسلام صرف دوسرے انبیاء کی عظمت کو ہی تسلیم نہیں کرتا بلکہ وہ اس سے بھی آگے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ سب برگزیدہ لوگ خدا کے فرستادہ تھے جو توحید ، ایمان اور ضبط نفس کی تعلیم دیتے تھے ۔ وہ اس امر میں اپنے متبعین کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ عقائد کی فضول بحث میں نہ الجھیں بلکہ مذاہب میں اقدار مشترک تلاش کریں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ارشاد ہوتا ہے :- قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۔ کہو اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی

کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے اور اگر پھر جائیں تو تم کہو گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں — یہ مذاہب کی باہمی رضا و رغبت اور اچھی تفہیم مذہبی تعصبات میں صدا الصحرا معلوم دیتی ہے۔ لیکن مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ مسٹر ویلز کا ایک نئی کتاب کے لئے پُر جوش بیان ہوا کے رخ کو ظاہر کرتا ہے دنیا باوجود سر راہ ھاکرنشا کے بالآخر خدائی رہنمائی کی اہمیت کو محسوس کرے گی جتنی جلدی دنیا اس امر کا اندازہ کرے کہ جس کتاب کی وہ تلاش میں ہے وہ قرآن مجید ہے اور بلند پایہ مذہبی معلم جس کی اتباع کے لئے وہ بیتاب ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں اتنا ہی یہ دنیا کے امن کے لئے بہتر ہے۔

مکمل سیرت (کیریکٹر)

(از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی ووکنگ مسلم مشن)

مشکلات و مصائب کی بھٹی میں پڑ کر فطرت انسانی کا کچا لوہا، دہکتا ہوا سونا بن جاتا ہے انسان کی خوبی یا جوہر ذاتی غرضیکہ جو کچھ اس میں قابل تعریف عنصر ہو وہ مصائب اور تکلیف کے موقعہ پر ہی ظاہر ہوتا ہے اگر اس میں کوئی خوبی ہے تو وہ انسان شہرت ابدی حاصل کر لیتا ہے ورنہ قعر گمنامی میں گر جاتا ہے۔ پس ان لوگوں کو جو کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے طیار رہنا چاہیئے۔

جب غار حرا میں آپؐ کو منصب نبوت پر سرفراز کیا گیا تو معاً آپؐ پر ذمہ داریوں کا وہ پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ جس کے بوجھ سے آپؐ کے بدن میں کپکپاہٹ پیدا ہو گئی۔ آپؐ بعجلت تمام دولت کدہ واپس آئے۔ اور حرم محترمہ سے فرمایا "مجھے چادر اڑھا دو" جب ذرا افاقہ ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا "خدیجہ میں جس کے متعلق کوئی بھی یقین نہ کرے گا۔ یا تو "نبی" کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہوں۔ یا مجھ پر کسی "مخفی طاقت" کا تسلط ہو گیا ہے۔ آپ نے جواب دیا (اعوذ باللہ!) اے ابوالقاسم خدا کبھی آپؐ پر کسی شیطانی طاقت کو مسلط نہ ہونے دے گا۔ کیونکہ آپ صادق القول

ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی نہیں کرتے - خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ پاک زندگی بسر کرتے ہیں۔ احباء اور اقربا پر کرم فرماتے ہیں۔ اور کوچہ و بازار میں کبھی یاوہ گوئی نہیں کی۔ بہرکیف آپ یہ تو بتائیں کیا واقعہ گذرا؟ کوئی خوفناک بات آپ نے دیکھی؟ آپ نے مفصل حالات سے اطلاع دی، اس پر انھوں نے کہا" اے محترم شوہر! تسلی رکھیئے، جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے وہ میرا گواہ ہے۔ آپ ضرور قوم کے لئے نبی مقرر کئے جائیں گے۔ اگر نبی کریم صلعم (نعوذ باللہ) اپنے دعوے میں مفتری ہوتے۔ تو کیا آپ ایسی حالت پریشانی میں اپنے گھر جاتے اور اپنی بیوی سے جو تمام رازوں سے واقف تھیں، جملہ باتیں بیان کرتے؟ اور کیا پھر خدیجہ اُن سے اس طرح خطاب کرتیں۔ اگر فی الواقع آپ کا کیریکٹر سزاوار درجہ نبوت نہ ہوتا؟ یسوع صاحب تو اپنے اعزہ کو بھی دائرہ ارادت میں شامل نہ کر سکے۔ اور تو اور اُن کے بھائی ان پر ایمان نہ لائے بلکہ انہیں مخبوط الحواس سمجھتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے تو اپنا رازِ دل اُن سے کہا جو آپ سے خوب واقف تھے۔ یعنی زوجہ بھائی اور احباب جنہوں نے آپ کے ساتھ برسوں ہم نوائی میں گذارے تھے، اور آپ کی حرکات وسکنات تک سے واقف تھے۔ اگر وہ لوگ آپ میں شمہ بھر بھی ریاکاری، دنیاداری، یا بے ایمانی دیکھ لیتے تو وہ لوگ کبھی ہرگز آپ کی وحی پر ایمان نہ لاتے۔ ان لوگوں کا آپ پر ایمان لے آنا ہی آپ کے چال چلن کی عمدگی، اور دعوے کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ آپ کے چچا ابو طالب نے یہ کہدیا تھا کہ میں اپنے آبا و اجداد کے مسلک کو ترک نہیں کر سکتا۔ لیکن جب انھوں نے اپنے بیٹے علی کے قبولِ اسلام کا ذکر سنا تو انہیں بلا کر کہا" مجھے یقین ہے کہ میرا بھتیجا محمدؐ (صلعم) سوائے نیکی کے اور کسی طرف نہیں بلائے گا۔ پس تم بخوشی خاطر اس کی اتباع کرو۔

جب آپ نے نبوت کا دعوے کیا تو اہل مکہ نے کہا کہ آپ پر کذاب اور افتراء کا الزام تو عاید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ دونوں برائیاں آپ میں کبھی پائی ہی نہیں گئیں۔ پس لا محالہ یہی کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ بعضوں نے خیال کیا کہ آپ مبالغہ پسند شاعر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں ان لوگوں کے خیالات کی طرف بایں الفاظ اشارہ کیا گیا ہے۔ "بعض کہتے ہیں کہ محمدؐ مخبوط الحواس ہے، یا شاعر ہے یا مسحور و مجنون ہے وغیرہ"۔ بہرحال انھوں

نے آپ کو "کاذب" کبھی نہیں کہا۔ ایک مرتبہ عمائدین قریش سرگرم گفتگو تھے بسبیلِ تذکرہ آپ کا ذکر آگیا جس پر قریش ہی سے ایک تجربہ کار شخص موسوم بہ نضر حارث نے کہا "اے اہلِ قریش! تم لوگ ابھی تک اس مشکل کو نہیں ٹال سکے۔ جو تم لوگوں کے سروں پر آئی ہوئی ہے" آخر محمدؐ تمہارے سامنے بچہ سے جوان ہوئے اور تم خوب جانتے ہو کہ انھوں نے مدت العمر جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ ایماندار، صادق اور رہرولحزیز قرار دیئے جا سکتے ہیں، تو جب ان کے بال سفید ہونے آئے تو تم کو ان کے دعاوی پر یہ کہنے کی جرأت کرتے ہو کہ وہ پاگل ہیں۔ کاہن ہیں، شاعر ہیں وغیرہ وغیرہ۔ خدا کی قسم میں نے کئی مرتبہ محمدؐ کو تقریر کرتے ہوئے سنا ہے وہ نہ شاعر ہیں نہ پاگل، نہ جادوگر، نہ کاہن۔ مجھے یقین ہے کہ اس انکار حق کی پاداش میں تم پر ضرور کوئی نہ کوئی آفت نازل ہوگی"۔

ابوجہل جو آپ کا اشد مخالف تھا کہا کرتا تھا۔ کہ "محمدؐ" میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ تم کاذب ہو مگر جو کچھ تم لوگوں کو تلقین کرتے ہو وہ ضرور غلط ہے۔ اور میں اسے دروغ جانتا ہوں۔

زمانِ بعثت سے تین سال تک آپ خاموشی کے ساتھ لوگوں کو بت پرستی کے ترک کر دینے کی ترغیب دیتے رہے۔ لیکن قدیم عقاید مضبوطی کے ساتھ ان کے دلوں میں گھر چکے تھے۔ علاوہ ازیں ان عقاید کے قیام سے آپ کی قوم کے لوگوں کی ذاتی اغراض بھی وابستہ تھیں۔ بلکہ ان کا اقتدار قومی اور بسر اوقات دونوں اسی مشرب قدیم پر منحصر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے آپ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا۔ پہلے تین سال تک موت و زیست والا معاملہ رہا۔ اور اس عرصہ میں آپ نے معدودے چند لوگوں کو راہ راست دکھائی لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری۔ آپ خاموشی کے ساتھ تبلیغ میں مصروف رہے۔ مکہ کے لوگوں نے اگرچہ آپ کو مجنون یا آسیب زدہ سمجھتے تھے لیکن شروع شروع میں انھوں نے زیادہ مخالفت نہ کی لیکن جب دوبارہ حکم الٰہی ان الفاظ میں نازل ہوا "اے چادر میں لپٹے ہوئے اٹھ! اور ڈرا لوگوں کو اور اپنے رب کی بڑائی کر۔ اپنے لباس کو پاک کر اور ناپاکی سے احتراز کر" تو آپ نے مستقل کام کرنے کا تہیہ فرما لیا۔ یہ پیغام دراصل دوسروں کے لئے تھا کہ لوگوں کو چاہیئے کہ بری باتیں باتیں چھوڑ دیں۔ اور ناپاک خیالات کو ترک کریں۔ اپنے روحانی پارچات کو پلیدی سے پاک

جن میں وہ اپنے اعمالِ بد اور عقائدِ فاسد کے سبب ملبّس تھے۔ اس پیغامِ الٰہی پر آپؐ نے ارادہ کر لیا۔ کہ وہ قریش کو بُت پرستی چھوڑنے کی تبلیغ کریں۔ پس ایک دن آپؐ نے جملہ اعیانِ قریش کو صفا پر جمع کیا۔ اور یوں خطاب کیا۔ یا معشر القریش۔ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک فوج عظیم تم پر حملہ آور ہونے کے لئے پوشیدہ ہے۔ تو کیا تم اس پر یقین کرو گے؟" سب نے کہا "بیشک بیشک کیونکہ جہاں تک ہمارا علم گواہی دیتا ہے، تُو نے کبھی جھوٹ نہیں بولا" تب آپؐ نے کہا۔ کہ خدا تم سے ناراض ہے کیونکہ تم نے اُسے چھوڑ کر بت پرستی اختیار کی، اور جن لوگوں نے خدا کے احکام سے سرتابی کی۔ ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ پس گناہوں سے توبہ کرو اور راہِ راست پر آ جاؤ۔" یہ سن کر لوگوں نے آپؐ پر آوازے چست کئے، اور منتشر ہو گئے۔ ان لوگوں سے ناامید ہو کر آپؐ نے ان لوگوں کو تلقین فرمانی شروع کی، جو باہر سے بغرض تجارت مکہ میں آتے جاتے رہتے تھے، اس پر قریش نے مزاحمت شروع کی۔ اکثر اوقات آپؐ کے دشمن گلی کوچوں میں کھڑے ہو کر اجنبی لوگوں کو آپؐ کے ساتھ بات کرنے سے روکتے تھے۔ اور یہ کہہ کر ڈرا دیتے تھے کہ اس سے بات نہ کرنا وہ تو جادوگر ہے۔ عیب جوئی، ازالہ حیثیت عرفی اور دشنام طرازی غرضیکہ آپؐ کے خلاف سارے حربے استعمال ہونے لگے لیکن آپؐ خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے۔ تبلیغ اسلام کے متعلق جس قدر مستعدی آپؐ کی طرف سے ظاہر ہوتی تھی۔ اسی قدر مخالفت میں شدّت ہوتی جاتی تھی دشمنوں نے آپؐ کو خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ اور آپؐ کی حرکات و سکنات پر پہرے چوکی بٹھا دیئے۔ لیکن ان باتوں سے آپؐ کی ہمت میں کوئی فرق نہ آیا۔ کئی دفعہ آپؐ کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔ لیکن آپؐ کے بینظیر استقلال اور ہمت نے ہمیشہ اُن کے منصوبوں کو خاک ہی میں ملا دیا۔ اور نہ اُن باتوں سے آپؐ کے مشاغل تبلیغی میں کوئی فرق پڑا جس قدر وہ مخالفت کرتے تھے اُسی قدر آپ جوشِ تبلیغ دکھاتے تھے۔ دشمنوں نے اپنی ساری طاقتیں آپؐ کے خلاف استعمال کرنی شروع کر دیں۔ لیکن آپؐ نے صرف اتنا ہی کہا کہ قدیم زمانہ میں جب کبھی لوگوں نے انبیاء کی مخالفت کی۔ تو اس کا انجام یہی ہوا کہ وہ لوگ خائب و خاسر ہوئے۔ اور ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ اسی طرح تم لوگ بھی صمٌّ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون" کے مصداق ہو گئے ہو۔ اور تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ برافروختہ ہو کر انھوں نے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا۔ بخاری میں وارد ہے کہ اُن لوگوں کو

قید میں ڈالا جاتا تھا۔ روٹی پانی بند کیا جاتا تھا۔ اور جب آپؐ کے متبعین شدت گرسنگی سے بیہوش ہوجاتے تھے، تو اُن کے سامنے بُت پرستی یا موت یہ دو صورتیں پیش کی جاتی تھیں لیکن آپؐ کے عشاق ہمیشہ وفادار رہے۔ جان دی مگر ایمان نہ دیا۔ آپؐ نے بھی ان بیگناہوں کی تکالیف دیکھیں لیکن پائے استقلال میں فرق نہیں آیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ شہدائے اسلام کے خون سے نخل اسلام بارآور ہوتا جاتا ہے۔ تو انھوں نے آپؐ کو اپنے فرض منصبی سے باز رکھنے کے لئے دوسرا ذریعہ اختیار کیا۔ چونکہ وہ خود دُنیا پرست تھے اسلئے انھوں نے سوچا کہ شاید محمد صلعم بھی لذائذ دنیوی سے مغلوب ہوجائیں۔ پس ایک دن جب آپؐ کعبہ میں تشریف فرما تھے بہت سے لوگ آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور عتبہ نے ان کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے" اے میرے بھائی کے بیٹے! تو اپنی صفاتِ حسنہ کے لئے مشہور ہے۔ اور نسل کے اعتبار سے بھی ممتاز ہے لیکن تو نے ہم لوگوں میں جدائی کرا رکھی ہے، اور مختلف خاندانوں میں تنازعات برپا کرا دیئے ہیں، تو علانیہ طور پر ہمارے بتوں اور دیوتاؤں کی مذمت کرتا رہتا ہے۔ اور ہمارے بزرگوں کی غلطی آشکارا کرتا ہے۔ بہر حال ایک تجویز تیرے سامنے پیش کرتے ہیں، اس کو سن اور غور کر اگر پسند آئے تو قبول کر لے"۔ آپؐ نے فرمایا" اے ابو ولید! جو تجھے کہنا ہے شوق سے کہہ"۔ اس پر عتبہ نے کہا۔" اے محمدؐ! اگر تجھے دولت کی خواہش ہو تو ہم تیرے لئے اس قدر دولت جمع کر سکتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کے پاس نہ ہو گی۔ اگر تجھے عزت اور مرتبہ درکار ہے تو ہم تجھے اپنا سردار تسلیم کرلیں گے اور بغیر تیرے کوئی کام نہ کریں گے۔ اگر تو حکومت چاہتا ہے تو ہم تجھے اپنا بادشاہ بنا سکتے ہیں۔ اور اگر کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے تو ہم نامور اطباء کو بلا کر تیرا علاج کرا سکتے ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا" ساتھ نام اللہ کے شروع کرتا ہوں جو بڑا رحمٰن اور رحیم ہے، یہ وحی بڑے رحیم خدا کی طرف سے ہے۔ اور اس وحی (کتاب) کی آیات نہایت واضح ہیں۔ یہ عربی زبان میں قرآن ہے جو سمجھنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔ خوشخبری سناتا ہے۔ اور تخویف کی مذمت کرتا ہے لیکن اکثر لوگ منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور اس کو نہیں سنتے۔ اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ہم اس نصیحت کو نہیں سُن سکتے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے۔ اور ہمارے کانوں میں بہرا پن ہے۔ ہمارے تیرے درمیان پردہ پڑا ہوا ہے، پس جو تجھے مناسب معلوم ہو وہ کر (باقی دارد)

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات۔ تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں اِن غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کرکے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں ملجھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اِس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آراء کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولیں نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اِس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کرکے یورپ میں اِسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی کن طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ ہے۔ (۷) ووکنگ مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے از بس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی چندے کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔

(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ



شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔اے۔بی۔ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عسہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ {آل عمران آیت ۱۰۴}

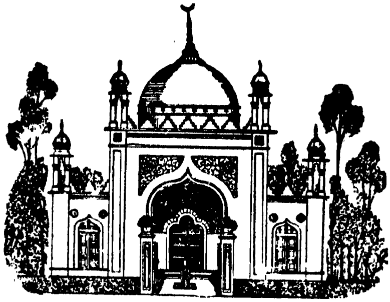
ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِىْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان



مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیلِ مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دوبار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۲ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۰ | بابت ماہ محرم ۱۳۶۴ھ - دسمبر ۱۹۴۴ء | نمبر ۱۲

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی ... روڈ لاہور سے شائع

شذرات

حکومت سندھ اور ستیارتھ پرکاش

حکومت سندھ نے امن عامہ کی حفاظت کے پیش نظر ڈیفنس آف انڈیا رولز کے ماتحت تھوڑا عرصہ ہوا یہ حکم صادر کیا ہے کہ ستیارتھ پرکاش کی طباعت اور اشاعت حدود سندھ کے اندر اس وقت تک ممنوع رہے گی جب تک چودھواں باب اس سے نکال نہیں دیا جاتا۔ اس باب میں اسلام اور قرآن مجید پر نہایت خطرناک حملے کئے گئے ہیں اور مسلمانوں کے قلوب کو نہایت بیرحمی کے ساتھ حاسدانہ اعتراضات کیساتھ مجروح کیا گیا ہے اس کتاب میں صرف اسلام پر ہی حملے نہیں کئے گئے سکھ ازم، ہندومت اور عیسائیت پر بھی نہایت دلآزار اعتراضات کئے گئے ہیں دنیا کا کوئی مذہب اور اخلاقی ضابطہ یہ اجازت نہیں دیتا کہ دوسرے مذاہب کے متبعین کے قلوب کو اس طرح سے چھلنی کیا جائے قریباً نصف صدی سے اس اذیت رساں کتاب کے خلاف نہایت زوردار اور مدلل الفاظ میں احتجاج کیا جا رہا ہے حکومت سندھ نے اس کتاب کے چودھویں باب پر پابندی عاید کر کے نہایت دانشمندی کا ثبوت دیا ہے لیکن حکومت سندھ کے اس حکم کے خلاف آریہ سماجیوں نے اپنے پریس میں خطرناک اور معاندانہ پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے اور ساتھ ہی اس بات کو پیش کرنا شروع کر دیا ہے کہ ستیارتھ پرکاش ان کی الہامی کتاب ہے اسلیئے اس پر کسی قسم کی پابندی نہیں عاید کی جا سکتی حالانکہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس کتاب کا تیرھواں اور چودھواں باب سوامی دیانند جی کی تصنیف نہیں ہیں بلکہ ان ابواب کو سوامی جی کی وفات کے بعد اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے اور اس کتاب کے متعدد ایسے اڈیشن شائع ہوئے جن میں یہ ابواب شامل نہیں تھے ان حقایق کے پیش نظر معلوم نہیں آریہ سماجیوں کو ان ابواب کی اشاعت پر اصرار کیوں ہے؟ انہیں تو ازخود ان ابواب کو اس کتاب سے خارج کر دینا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ آریہ سماجی صرف پراپیگنڈا کے بل بوتے پر ان اشتعال انگیز حصص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں اور اپنے پڑوسیوں کی پروا نہ کرتے ہوئے رفق و ملائمت کے جذبات کو کچلنا چاہتے ہیں حالانکہ آج کل بدنصیب ہندوستان کو رواداری اور اتحاد کی جس قدر ضرورت ہے وہ کسی تشریح کی منت کش نہیں۔

آج سے نصف صدی پیشتر بعض مناظرانہ مصالح کے پیش نظر ان ابواب کو اس کتاب میں شامل کیا گیا تھا لیکن اب مناظرہ کا دور گذر چکا ہے حالات بالکل بدل گئے ہیں اور حالات کے تقاضے بھی بدل گئے ہیں اس لئے مذاہب کا طرز تبلیغ بھی بدل چکا ہے آج ایسی کتاب جس میں دوسرے لوگوں کی دلآزاری کی گئی ہو کوئی خوشگوار نتائج نہیں پیدا کر سکتی آج ضرورت ہے کہ سب مذاہب صرف اپنی خوبیاں بیان کریں کیونکہ موجودہ دنیا کو صرف تعمیری اور اخلاقی اصولوں کی ضرورت ہے۔ آج کوئی مہذب انسان ان ابواب کا مطالعہ گوارا نہیں کریگا کیونکہ ان میں انسانی جذبات کی توہین کی گئی ہے۔ شرافت حالات اور انسانیت کا تقاضا ہے کہ ان شر انگیز حصوں کو اس کتاب سے خارج کر دیا جائے اور یہ نیک کام آریہ سماجی از خود کریں تاکہ ہندوستان میں بسنے والی اقوام بجائے ایک دوسرے سے نفرت کرنے کے ایک دوسرے کے قریب ہوں اور ایک دوسرے سے محبت کریں اور ایک ایسی فضا پیدا ہو جائے جس کا ہندوستان کے سیاسی مستقبل پر بھی اچھا اثر پڑے امید ہے آریہ سماجی بجائے فضول پروپیگنڈا کرنے کے نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ ان حالات اور کوائف پر غور کریں گے اور خواہ مخواہ حکومت سندھ کے خلاف ایک اخباری پراپیگنڈا کر کے ہندوستان کی مذہبی اور سیاسی فضا کو مسموم اور مکدر کرنے کی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ حالات اور دانشمندی کا تقاضا یہی ہے۔

پیرس کی موجودہ حالت

لندن ۱۰ اکتوبر " پیرس آج شہر خموشاں ہے ایک بھی چہرے پر مسکراہٹ نظر نہ آئے گی آنیوالے جاڑوں کا خیال ساری آبادی پر مہیب بھوت کی طرح مسلط ہے کوئلہ تو نایاب ہی ہے۔ کھانا بھی صرف بڑے اور اونچے ہی ہوٹلوں میں میسر آسکتا ہے " (رائٹر کے وقائع نگار خصوصی کا تار)

پیرس کو ثقافتی لحاظ سے مغرب کی مادی تہذیب کا مرکز۔ اور مادی فلسفۂ حیات کا عملی نمونہ سمجھنا چاہیئے جس کے شہریوں کا مقصد کھاؤ پیو اور عیش کرو ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے علاوہ کوئی بلند مقصد نہیں پیرس کی موجودہ حالت کو دیکھ کر ان لوگوں کی قلبی کیفیت کا اندازہ کرنا مشکل ہے جنہوں نے اس دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھا اور اس کے اندوہناک انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ہر تباہی میں خدا تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے جب تک مادی تہذیب کا بت ان کی آنکھوں کے سامنے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ نہ ہو جاتا اس وقت تک ان کے لئے اس امر کا اندازہ کرنا مشکل تھا کہ یہ

بتانِ آذری ہیں اور سروری صرف اس ذات بے ہمتا کو زیب دیتی ہے شاید یہ لوگ اس عذاب کے بعد اسلام کی طرف رجوع کریں اگر آج ان کی مادی دنیا برباد ہوتی ہے تو اس بربادی سے کل کو ان کی روحانی دنیا آباد ہو جائے اور مغرب کے صنم خانوں سے اسلام کو حرم کے پاسباں مل جائیں۔

قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کی خدمات کا صلہ

کاٹھیاواڑ کی ایک انجمن نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں لکھا ہے:۔

"جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ عنایت اللہ مشرقی اور مسٹر محمد علی جناح مسلمان ہیں وہ بھی ان دونوں کی طرح بے ایمان اور مرتد ہے .... اور جو شخص ان کی جماعت میں شریک اور ممبر ہے وہ مرتکب حرام اور اشد کا فر و فاسق ہے"

(من جانب اہل السنتہ عن اہل الفتنہ صفحہ ۴۰)

اخبار تیر کمان وہ نکل چکا ہے اور مسلمان ابھی تک تکفیر بازی کی دلدل میں ہی پھنسے ہوئے ہیں یہ فتویٰ کفر پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ اسلامی ہندوستان میں ایسے ملا بھی ہیں جو حالات اور زمان کے تقاضوں سے اس قدر بے خبر ہیں اور بجائے مسلمانوں کو ایک کلمہ واحدہ پر متحد کرنے کے مسلمان لیڈروں کے متعلق بھی کفر کے فتوے دیتے ہوئے نہیں چوکتے اور جو لوگ ان کی جماعتوں میں شامل ہیں انہیں بھی مرتکب حرام اور اشد فاسق قرار دیتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس قسم کی فاسدانہ ذہنیت سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا جائے اور اس اصول کو اسلامی دنیا میں بڑی قوت کے ساتھ قائم کیا جائے کہ ہر ایک کلمہ گو مسلمان ہے اور دائرہ اسلام کے اندر ہے اور مسلمانوں کی تکفیر کرنے والا مفسد ہے اور شر پھیلاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ایسے شخص کے شر سے مسلمانوں کو بچایا جائے۔

اسلام میں حکومت آلٰہیہ کا تصوّر

اس کا مقصد اور اسکے کارِنمایاں

{از جناب عطاء الرحمٰن صاحب}

انسانی مسائل پر نہ تو رونا چاہیئے اور نہ ان کی تضحیک کرنی چاہیئے بلکہ انہیں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ (سپینوزا)

"نسل[1] انسانی کی تاریخ ایک ایسی نسل کی ارتقائی تاریخ ہے جسے عقل اور خودشعوری کی استعداد دی گئی ہے اور جس میں ملکوتی احساس کی چنگاری ہے جس میں پھیلنے کے امکانات ہیں جس میں عالمگیر شعور کا جلال ہمیشہ ایک ترقی اور افزونی کے ساتھ منعکس ہو سکتا ہے۔ حیوانوں میں شعور نہیں اور انہیں اپنی خودی کا احساس نہیں حیوانی سطح سے بلند ہونے کے لئے انسانوں کو اپنے اندر خودی پیدا کرنے کی ضرورت تھی اس کے لئے دوسرے انسانوں کا مقابلہ کرنا ضروری تھا اور مادی دنیا کی مدافعت کا جواب دینا بھی ضروری تھا۔ انسان کی ترقی یافتہ صورت اور بلند مقام یہ ہے کہ وہ اپنی بالیدہ خودی کو وسیع صورت میں برقرار رکھے۔ خودی خاندان قبیلہ اور ملک کے ذریعہ پھیلتی ہے اور بالآخر یہ تمام نسل انسانی کو رشتۂ اخوت میں منسلک کر دیتی ہے یہ دراصل قوت کی تاریخ ہے جو افراد کے ذریعہ اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے بڑے بڑے فاتحین نے اس پیمانہ پر دنیا میں نتائج پیدا نہیں کئے جس پیمانہ پر بانیان مذاہب نے کئے ہیں حضرت محمد صلعم کو ہماری تاریخ میں حضرت عیسیٰ کی نسبت بہت تھوڑا زمانہ گذرا ہے لیکن ذرا غور کرو کہ خدا کے اس پیغمبر نے ایشیا اور یورپ میں کیا کچھ کیا اور آج بھی اسلام کس طرح ہماری زندگیوں پر اثرانداز ہے"

[1] (یہ ہماری جنگ" آرتھر مور ایڈیٹر انگریزی روزنامہ اسٹیٹسمین) سٹیٹسمین مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۱ء

۲۔ آجکل مختلف انسانی گروہوں کے غیر معمولی سماجی احساسات سائنس کی امیدوں پر پانی پھیر رہے ہیں اور اس امید کا بھی خون کر رہے ہیں کہ تمام بنی نوع انسان ایک گھرانہ ہے جو ایک ہی گھر میں فروکش ہے۔ یہ درحقیقت نہایت افسوسناک امر ہے کہ گو سائنس نے انسانوں کو دنیا میں جمع کرنے کے لئے بہت کچھ کیا ہے لیکن وہ دماغی روکیں جو اس کے مختلف طبقات نے ایک دوسرے کے خلاف پیدا کر دی ہیں اور وہ اس بیسویں صدی میں ایک ایسے سین کو سٹیج پر لا رہے ہیں جس کا تجربہ نوع انسانی نے اس وقت کیا ہو گا جبکہ وہ ابھی غاروں اور جنگلوں کی زندگی سے باہر نہ نکلی تھی ہم چاہتے ہیں کہ انسان اس امر کا اندازہ کر لیتا کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے رجحانات کو کتنا کم سمجھتا ہے۔ وہ مشکل سے اتنا جانتا ہے کہ اس کے سادہ ترین سماجی رجحانات کو ایک کلچر کی ضرورت ہے جس کے بغیر وہ معمولی مہذب زندگی کو بھی برقرار نہیں رکھ سکتا۔ یہ سچ ہے کہ مذہب کو سیاسیات کی طرح زندگی سے مشکل کے ساتھ علیحدہ کیا جا سکتا ہے کوئی ایسا خط کھینچنا مشکل ہے جہاں سے مذہب اور سیاسیات شروع ہوتے ہوں اور جہاں وہ ختم ہوتے ہوں اس لئے ایک مذہبی سیاسی نظام حکومت اس سماجی ضرورت میں خاص توجہ دیتا ہے اور ایک منظم لائحہ عمل اس کے لئے تیار کرتا ہے۔ زندگی کا ایک بہتر اور نیا راستہ کھولتا ہے جس سے انسانی قلوب پر ایک ایسے خدا کا نقش قائم ہو جاتا ہے جو ہم سب کا خالق ہے اور رب بھی ہے خدا کا یہ تصور اس خدا کی جگہ لے لیتا ہے جو ہم اپنی پسند کے مطابق بنا لیتے ہیں اور جس کے متعلق ہم اپنے مذاق کے مطابق ایک دوسرے سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

۳۔ حضرت محمد صلعم پیغمبر خدا انسانی نسل کے اس ارتقاء کو لمس تکمیل دیا ہے تمام نسلی امتیازات کو مٹا دیا ہے اور صرف اعلان ہی نہیں کیا بلکہ عالمگیر اخوت انسانی کو مکمل بھی کیا ہے۔ جس نظام کے ذریعہ سے آپ نے اتنی نمایاں کامیابی حاصل کی اس کو یورپی مورخین نے (Theocracy) کے نام سے موسوم کیا لیکن یہ نام اس کے لئے موزوں نہیں ہے بالکل صحیح مفہوم میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا نظام حکومت جس کے کانسٹیٹیوشن میں مقتدر اعلیٰ صرف خدا ئے پر جبروت ہو اور مملکت کے قوانین صرف خدائی احکام ہوں۔ ایسے نظام حکومت میں ملاؤں اور بہت ہی ایک غیر مرئی حکمران کے عہدے دار ہونگے آنحضرت صلعم نے خدائی احکام کے ماتحت نظام حکومت کی

مستقل بنیادیں رکھیں جو انصاف اور صداقت پر قائم ہیں۔ ایک نظام حکومت کو چلانے کیلئے رعایا اور راعی کے درمیان اشتراک عمل لازمی چیز ہے۔ اسلام نے اس معاملہ میں خاص احتیاط سے کام لیا ہے اور اپنے اصولوں کو اس طرز پر مدون کیا ہے کہ جس سے اس کے متبعین میں اشتراک عمل کی روح بڑھتی ہے۔

اسلام نے وحدت لسانی کے سوال کو پس پشت پھینک دیا ملک اور رنگ کے رشتوں کو جس سے قوم بنتی ہے بالکل نظر انداز کر دیا مؤخر الذکر رشتے خود غرضانہ حب وطن کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔ مسلمان مذہب کے رشتہ اخوت میں اس طرح منسلک ہو چکے تھے کہ یہ رشتہ باقی رشتوں سے زیادہ مضبوط اور پائیدار ثابت ہوا۔ مسلمانوں نے اس امر کا خوب اندازہ کر لیا تھا کہ اخوت کی رسی درحقیقت اللہ کی رسی ہے انہیں اس رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا چاہیئے اور اسی میں ان کی خوشحالی اور قوت کی پائیداری پوشیدہ تھی۔

۴۔ آنحضرت صلعم کی تعلیم دنیا اور آخرت میں بہتری کا یقین دلاتی ہے حضورؐ نے علم پر بہت زور دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے حقوق اور فرائض کی واضح تفہیم ہونی چاہیئے یعنی اس امر کا اندازہ کرنا کہ تمام اشیاء ہماری ملکیت ہیں اور ہم سب کا مالک خدا ہے۔ علم کے ذریعہ سے حریت فکر حاصل ہوئی جس سے ایک ذہنی انقلاب پیدا ہو گیا اور اتنے قلیل عرصہ میں پیدا ہو گیا کہ جس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ اس سے کتنے مختلف حالات تھے جبکہ عوام کے مذہب پر پروہت اور پادری حاوی تھے۔ اسلام نے جو حریت فکر پیدا کی وہ آج بھی بعض مغربی ممالک میں لوگوں کو دینے سے انکار کیا جاتا ہے۔

۵۔ قرآن مجید اس امر پر بہت زور دیتا ہے کہ موت کے بعد انسان خدا تعالےٰ کے حضور میں اپنے اعمال کا جواب دہ ہے۔ یہ بات اسلامی حکومت الٰہیہ میں اخلاقی بنیاد کو بہت مؤثر بنا دیتی ہے اور یہ خود یافتگی کے لئے یقینی راستہ ہے اور یہ نصب العین انسان کی شایان شان ہے اور اسی نصب العین کی تمام ممالک کے فلاسفر تلقین کرتے رہے ہیں۔ اسلامی قوانین پر مسلمان بغیر کسی نظام حکومت کے نفوذ کے عمل پیرا رہے ہیں۔ امریکہ جیسے جمہوری ملک میں احکام امتناعی غیر مؤثر ثابت ہوئے ہیں گو ان کا نفاذ حکومت کی طرف سے ہوا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت

نبی کریم صلعم نے مدینہ میں اپنے دور کو بغیر پولیس اور امن قائم رکھنے والے احکام کی مدد کے شروع کیا۔ آپ نے ایک اخلاقی پولیس کی مشینری قائم کی۔ وہ لوگ جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کسی بڑے میلان کا شکار ہوتے انھوں نے اس واقعہ کے بعد دو تین دن کے اندر اندر ہی اپنے جرم کا اقبال کیا گو ان کو جرم کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا تھا۔ مجرم کو گرفتار کرنے کے لئے کسی شخص کی ضرورت نہ تھی مجرم خود ہی اپنا گرفتار کنندہ تھا۔

۶۔ "سالمنڈ" اپنے فلسفۂ قانون میں ایک حکومت کے دو فرائض منصبی بیان کرتا ہے یعنی جنگ اور انصاف کیلئے نظم و نسق۔ یہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے دو مختلف طریقے ہیں، جنگ غیر عدالتی طریقہ ہے اور انصاف کے لئے انتظام عدالتی طریقہ ہے۔ آنحضرت صلعم نے فوجی خدمت کو ہر ایک مسلمان کے لئے لازمی قرار دیا ہے جیسا کہ ہم آج کل یورپ کے متعدد ممالک میں دیکھتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مذہبی جنگ یعنی جہاد صرف قومیت کے نام پر نہیں کیا جاسکتا اسکا روحانی جواز ہونا چاہیئے یہ فی سبیل اللہ ہونا چاہیئے جس کے لئے آزادی عبادت کی اہم اور بنیادی شرط ہے

۷۔ اسلامی حکومت الٰہیہ کا ان باتوں پر مدار ہے اور ان کے بعد رعایا کے فرائض جو حکومت کی طرف سے عاید ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں:۔

تعاون، وفاداری اور تعمیل۔ اسلام نے مسلمانوں میں ایسا ماحول پیدا کیا ہے کہ انسان کے وہ جذبات جن پر ان فرائض کی پابندی عاید ہوتی ہے وہ خود بخود زندہ رہیں نماز روزہ حج اور زکوٰۃ میں جو مقصد پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ مدنیت کے تمام قوانین کو مذہبی رنگ دے دیا جائے جن کی بنیاد تعاون، وفاداری اور تعمیل پر ہے اور ان کے گرد اخلاق کا سنہری ہالہ بنا دیا گیا ہے

۸۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جمہوریت عوام کو سیاسی تعلیم دیتی ہے لیکن ہمیں اس خون کے طوفان کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے جو کرومولین انقلاب (Cromwellian Revolution) انقلاب فرانس مرکزی یورپین انقلاب اطالیہ کی جنگ آزادی اور بے شمار بغاوتیں جو اپنے آپ کو دستوری انقلابات سے موسوم کرتی ہیں قتل و غارت سے پیدا ہوا۔ اسلام کی حکومت الٰہیہ نے اس امر کو شروع سے ہی اس مقصد پر زور دیتے ہوئے حاصل کیا ہے۔ حکومت کی اطاعت کی اہمیت کا نہایت وضاحت اور غیر مبہم شرائط کے ساتھ قرآن مجید میں ذکر ہے یا ایھا الذین

آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول (نساء ۵۹) اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحب امر لوگوں کی اطاعت کرو پھر اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ ـــــ اور اس طرح سے خلفاء کی خود مختارانہ اور استبدادی طاقت کو محدود کر دیا گیا، احکام شریعت اور قانون اسلامی کا پابند کر دیا یہ حد بندی اسلامی قانون کی ایک عجیب خصوصیت سے پیدا ہوئی ہے جو اپنے بنیادی اور اصولی مسئلہ میں کلام الٰہی سے عبارت ہے، انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اس نے ضابطے مقرر کئے ہیں اسلئے یہاں اس امتیاز کیلئے گنجائش اور جگہ نہیں ہے جو عیسائی دنیا میں کلیسائی قانون اور حکومت کے قانون میں پیدا ہو گیا ہے۔

۹۔ چونکہ اسلام کی حکومت الٰہیہ کا مقصد انسانیت کو بلند کرنا ہے اس لئے پیغمبر اسلام نے بیاہ شادی کے قوانین کو بہتر بنایا اور ازدواجی تعلقات میں انسانیت پیدا کی۔ بت پرستی کو ممنوع قرار دیا، دختر کشی کو روک دیا اور مختلف قبائل میں اتفاق اور اتحاد پیدا کر دیا خوفناک جنگوں کے سلسلہ کو روک دیا امن خوشحالی اور خیر خواہی کا دور پیدا کر دیا۔ یہ سمجھنے کے لئے کہ یہ حکومت الٰہیہ کس طرح کارفرما تھی یہ ضروری ہے کہ اس کے نتائج کا اندازہ کیا جائے اور لوگوں کی سماجی اور معاشی بہتری کے نقطۂ نظر سے اس کا جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ لوگوں کی قانونی حیثیت کتنی بلند ہوئی اور تعلیمی لحاظ سے انہیں کتنے فوائد حاصل ہوئے۔

۱۰۔ سماجی بہتری۔ سائنس نے زندگی کے ہر میدان میں کافی ترقی کی ہے لیکن اسکا اعتراف کر لینا چاہیئے کہ انسانی سوسائٹی کی کوئی ایسی سائنس نہیں ہے۔ سماجی انقلابات میں کارل مارکس کی شخصیت بہت بلند اور بارعب ہے لیکن اس کے اصولوں نے سوسائٹی کے تار و پود کو پائیداری کے ضروری عناصر نہیں دیئے۔ پروفیسر ہکسلے رقمطراز ہے موجودہ تہذیبوں میں سے بہتر تہذیب بنی نوع انسان کی ایسی حالت کو ظاہر کرتی ہے جس میں کوئی اعلیٰ نصب العین نہیں ہے اور نہ جس میں پائیداری کی خوبی اور خصوصیت ہے۔

گذشتہ صدی کے سیاسی انقلابات جو یورپ پر چھائے رہے جنہوں نے تعلیم کو عام کیا اور

عوام کو حق نمایندگی دیا اور جو انجام کار اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے۔ سوسائٹی کو طبقات کی صورت میں منظم کیا گیا اور ان طبقات کو فوجی دستے بنا دیا گیا جس کا مسلمہ مقصد یہ تھا کہ ایکدوسرے کے خلاف جنگ کی جائے۔ ایک طرف ہمیں سرمایہ داری کی سنڈی کیٹس کارپوریشنز اور فیڈریشنز نظر آتی ہیں اور دوسری طرف ہم مزدور کی جماعتیں ٹریڈ یونینز اور فیڈریشنز دیکھتے ہیں عام طور پر ایک مبہم سا احساس پایا جاتا ہے کہ مذہبی نظام کو اس ارتقاء میں جس میں سے سوسائٹی گذر رہی ہے کوئی غیر معین کام سرانجام دینا ہے لیکن وہ کام اور فرض کیا ہے وہ کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کہاں ختم ہوتا ہے اور مستقبل میں مذہبی عقائد کی جگہ کونسی ہوگی سائنس نے اس امر پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ سماجی مظاہر مسلسل طور پر متحرک ہیں اور وہ سماجی نظریات سے ماورا کیسی ان دیکھی دنیا کی طرف حرکت پذیر ہیں۔ وہ مرکزی حقیقت جس کا ہمیں ان ترقی یافتہ سوسائٹیوں میں سامنا کرنا ہے وہ یہ ہے کہ سوشل نظام اور فرد کے مفاد ایک دوسرے سے متصادم نظر آتے ہیں اور دوسرے کے حریف معلوم دیتے ہیں۔ مسٹر کڈ نے اپنی ایک تازہ تصنیف (Social Evolution) میں اس حقیقت پر زور دیا ہے کہ مذہب انسانی تاریخ کی نمایاں اور مرکزی خصوصیت ہے اور اس کی فطرت اور مظاہر انسانی سوسائٹی کی نمایاں اور مستقل خصوصیات پر مشتمل ہے (صفحہ ۸۷) اور انسانی طور طریقہ کے لئے جو مافوق الفطرت قاعدہ یہ مہیا کرتا ہے وہ سماجی ترقی کے لئے اشد ضروری ہے۔ اس لحاظ سے مذہب انتہائی معقول قاعدہ اور طریقہ پیش کرتا ہے جس سے اس تصادم کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور اس طرح سوشل نظام کے مفاد سے فرد کا ایک موثر اتصال ہوجاتا ہے جس سے اس کی اپنی شخصیت اور خودی بھی غیر معمولی نشوونما حاصل کرتی ہے۔

۱۱۔ پیغمبر اسلام نے اپنے حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں مساوات ملکیت کے حقوق، انصاف کے قیام پر زور دیا ہے۔ یہ اسلامی حکومتِ الٰہیہ کے بنیادی اصول ہیں جو انسانوں میں ایسی بین الاقوامیت پیدا کرنا چاہتے ہیں جو عالمگیر اخوت پر قائم ہو اور سماجی حفاظت کی بنیاد کو مہیا کرتے ہیں ان کے ذریعہ سے ایک ایسی سوسائٹی پیدا ہو جاتی ہے جس میں کوئی ایسی طاقتور جماعت نہیں ہوتی جس کے گرد قانون کا حصار کھینچ دیا گیا ہو اور نہ اس میں محروم اور خارج کئے ہوئے عوام ہوتے ہیں یہ ایک ایسی حالت ہے جس میں شریعت اسلامیہ سوسائٹی کے سب افراد کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے جس میں سب کے

لئے زندگی کے میدان میں مقابلہ کی گنجائش ہوتی ہے اور جہاں تک ممکن ہے سب کے لئے ایک جیسے مواقع مہیا کئے جاتے ہیں انفرادی آزادی کی اس وسعت کا مفہوم جو قانون سیاسی اداروں، سماجی اور گھریلو تعلقات میں بھی مدنظر رکھی جاتی ہے ترقی کے ایک نمایاں پہلو کی صورت میں اہمیت رکھتا ہے یعنی معاشی اور سماجی مجبوریوں سے آزادی گذشتہ کئی صدیوں سے اسلامی حکومت الٰہیہ کی نمایاں خصوصیت ہے۔

۱۲۔ اس ضمن میں اختصار کے ساتھ یہ بتانا کافی ہوگا کہ اسلامی حکومت الٰہیہ نے ادارۂ غلامی کے لئے کیا کیا ہے جو اسلام سے قبل کی عسکری سلطنتوں میں بنیادی اور اصولی ادارہ تھا۔ "اصلی رومی قانون کی رو سے آقا کو غلام پر کامل اختیارات حاصل تھے جو غلام کی موت وحیات پر حاوی تھے۔ غلام کسی قسم کی جائیداد نہیں رکھ سکتا تھا اور جو کچھ وہ حاصل کرتا تھا وہ اس کے آقا کی ملکیت تصور ہوتا تھا .... فوجی خدمت کرنے اور یا حکومت کا کوئی عہدہ لینے پر غلام کو سزائے موت دی جاتی تھی اور عام طور پر اس کی شہادت اذیت دیکر لی جاتی تھی ..... قانونی جرائم کی تعزیر غلاموں کے لئے خاص طور پر بہت سخت تھی" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

اسلام نے یکدم غلاموں کو آزادی نہیں دی اس زمانہ کے سماجی نظریات اس کے بہت خلاف تھے، اسلام نے انسانی نقطۂ نگاہ سے غلامی کے نظام میں ایسا اعلیٰ درجہ کا تغیر پیدا کیا کہ جس سے انہیں انسانی حقوق حاصل ہو گئے اور سوسائٹی میں ان کی حیثیت مستحکم ہو گئی۔ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ اسلام نے آقا اور غلام کے تعلقات معین کئے اور ان کو قانونی حیثیت دی۔ قوانین مدون کئے گئے اور قاضیوں کے ذریعہ سے ان کا نفاذ کیا گیا، غلاموں کو اجازت تھی کہ اپنی اجرت کو جمع کر کے اپنی آزادی خرید لیں۔

غیر ممالک کے بھاگے ہوئے غلاموں کو اسلامی ممالک میں پہنچتے ہی آزاد کر دیا جاتا تھا ایک آزاد مرد اور غلام عورت کے تعلق سے جو بچہ پیدا ہوتا تھا اسے پیدائشی طور پر آزاد تصور کیا جاتا تھا اور اس بچہ کی ماں خاوند کی وفات پر آزادی حاصل ہو جاتی تھی۔ یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ قرآن مجید (۴: ۹۲، ۵: ۹۱، ۵۸: ۴) اور حدیث بھی اسے نہایت قابل تعریف اور پسندیدہ فعل قرار دیتی ہے کہ آقا بعض اپنے بڑے اور مجرمانہ فعلوں پر غلاموں کو آزاد کریں مثلاً اگر بغیر ارادہ کے کوئی انسانی

جان ضائع ہو جائے یا غلام اپنی آزادی کا مطالبہ کریں یا وہ اس قابل ہوں (قرآن مجید ۲۴: ۳۳) اگر آزادی حاصل ہونے پر یہ غلام آزاد آدمیوں کی طرح اپنا خیال نہ رکھ سکیں تو وہ سوسائٹی میں بے خانماں اور لاوارث نہ ہو جائیں بلکہ سرپرست اور زیر سایہ کے ایک نظام کو ترقی دی جاتی تھی یعنی سابق آقا ہی ان غلاموں کے آزاد ہونے پر ان کے سرپرست بن جاتے تھے یہ سرپرست اپنی سرپرستی سے دست کش نہیں ہو سکتے تھے بلکہ ان کی وفات کے بعد یہ سرپرستی ان کے وارثوں کی طرف منتقل ہوتی تھی اور دوسری طرف یہ زیر سایہ لوگ بھی اپنے سرپرستوں کو بدل نہیں سکتے تھے اور اس امر کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیئے کہ حضرت عمرؓ نے سالانہ وظائف مقرر کرتے ہوئے آزاد اور غلام کا کوئی امتیاز نہیں کیا۔ خالص عربوں نصف عربوں زیر سایہ بسنے والوں سب مسلمانوں سے حضرت عمرؓ نے بغیر امتیاز کے ایک جیسا سلوک کیا ہے۔ یہ وہ مختصر اور جچا تلا سا حکم ہے جو آپ نے ایک عرب گورنر کو بھیجا جو زیر سایہ بسنے والوں کو محروم رکھتا تھا اور عربوں کو سالانہ وظایف دیتا تھا آپ نے اسے لکھا "یہ بدشعاری ہے کہ ایک شخص اپنے مسلمان بھائیوں سے نفرت کرے"

۱۳۔ ایک انگریز سیاح (W.G. Palgrove) ۱۸۶۲ء میں لکھتا ہے کہ اسے عرب میں حبشی غلام بڑی کثرت سے نظر آئے غلاموں کو آزاد کرنے کا عام رواج ہے۔ پالگرو Palgrove کے ربع صدی بعد (Doughty) بھی صحرائے عرب Arabia Deserta میں غلاموں کی جو حالت اس نے دیکھی اس کے متعلق لکھتا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ عرب میں غلامی ہمیشہ قابل برداشت اور خوش کن رہی ہے۔ ڈچ عالم اور سیاح (Snouk Hurgronge) جس نے چھ ماہ مکہ میں مسلمان علماء کے درمیان گذارے (Doughty) کے بیان کی تصدیق کرتا ہے وہی قابل ناظر اور مشاہدہ کرنے والا لکھتا ہے" اسلامی ممالک میں غلامی بہت دیرینہ ادارہ ہے جو حالات کے تقاضا نے پیدا کیا، یہاں حبشیوں سے اچھا سلوک کیا جاتا ہے یورپ کے لوگوں کی طرح یہ لوگ ان سے ناجائز فائدہ حاصل نہیں کرتے ہیں"

۱۴۔ یہ تصویر کا ایک رخ ہے دوسرا رخ بھی تشریح طلب ہے Aequinous سے Antonic of Florence تک اور پھر (Savonarola) تک ہم غلامی کے متعلق قرون وسطیٰ کے انداز اور میلان کو واضح کرنے کے لئے (Summa Theologica) سے دو جملے

بیان کرتے ہیں پہلا فقرہ تو ہم نقل کر چکے ہیں لیکن وہ فقرہ قرون وسطیٰ کے خیالات کے لئے بطور چابی کے ہے۔

(۱) "غلامی اور ملکیت کے امتیازات نیچر نے پیدا کئے نہیں بلکہ انسانی فائدہ کے لئے انسانی عقل نے بنائے ہیں یعنی غلامی کی وجہ حصول شرافت ہے۔

(۲) "حصول شرافت کے بغیر انسان اکٹھے نہیں رہ سکتے یہ قانون نیچر کا نقطہ ہے انسان فطرتاً سماجی حیوان ہے جیسا کہ de Politica میں ثابت کیا گیا ہے" یعنی قانون نیچر میں بھی کچھ نہ کچھ غلامی پائی جاتی ہے اور اسے پوری طرح سے موقوف نہیں کیا جا سکتا[۱]۔ خیالات کا یہ میلان مغرب کے سماجی انداز پر چھایا ہوا تھا اور دیر تک چھایا رہا حالانکہ اسلامی حکومت الٰہیہ نے غلامی کے حالات کو بہت آرام دہ بنا دیا تھا۔ اٹھارویں صدی میں برٹش ایمپائر کے اندر غلامی موقوف کی گئی لیکن ۱۸۹۱ء میں سنگاپور کے اندر چینی غلاموں کی باقاعدہ تجارت ہوتی تھی مرد اور عورت فروخت کئے جاتے تھے اور اس تجارت کو حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی[۲]۔

یو۔ ایس۔ اے کی جنوبی ریاستوں میں آج بھی حبشیوں سے غلاموں جیسا سلوک ہوتا ہے۔ حبشی کو آزاد کر دیا گیا اور اسے ایک آزاد شہری کی ووٹ دہندگی کا حق دیا گیا وہ امیر ہو گیا اور تعلیم سے اس نے اپنے آپ کو بہت بلند کر لیا لیکن اپنے انسان بھائیوں کے مقابلہ میں جن کا رنگ اس سے مختلف ہے وہ ان سے اب بھی فروتر ہے۔ مسٹر لیرڈ کلوز (Mr. Laird Clowes) جن کی اس غیر معمولی مسئلہ میں مفصل اور نہایت احتیاط سے کی ہوئی پڑتال حال ہی میں انگلستان میں جاذب توجہ ثابت ہوئی ہے لکھتے ہیں" سارے جنوب میں ان آدمیوں کی حیثیت جن کی رگوں میں حبشی خون بہتا ہے پیدائش کے موقعہ پر نا قابل تغیر طور پر معین ہو جاتی ہے۔ بچہ خواہ بڑا ہو کر عقلمند ہو دولت مند ہو جائے کسی عہدہ کی ذمہ داریاں اس کے سپرد کر دی جائیں لیکن اس کی اصل کے مرئی نشان ہمیشہ اس پر قائم رہتے ہیں اور اس پر عیب لگا کر اسے ہمیشہ سوسائٹی کے طبقہ ادنیٰ کا فرد بنائے

---

1. Social Theories of the Middle Ages, by Bede Jarret
2. Sociology of Islam, by Levy, P. 126.

رکھتے ہیں۔ ان عیوب کا مورد ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ اس کا رنگ کالا ہو۔ افریقی خون کا چوتھائی یا آٹھواں حصہ یا سولھواں حصہ اسے سفید آدمی سے سماجی مساوات کے مواقع سے محروم کرنے کے لئے کافی ہے۔ وہ شخص جس میں یہ نفرت انگیز آلودگی پائی جائے اس کے لئے باوجود ان سب باتوں کے دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے لیکن کالے آدمی کے لئے خواہ اس میں کتنی ذاتی خوبیاں موجود ہوں وہ دروازہ نہایت بیرحمی کے ساتھ بند کر دیا جاتا ہے اور سفید لوگ مساوی شرائط پر اس سے رفاقت اور صحبت سے قطعی طور پر انکار کر دیتے ہیں"

۱۵ - یہ اسلامی ریاست کی مذہبی اور سیاسی خصوصیت سے بالکل ہم آہنگ تھا کہ قانون کی تائید و حمایت کے لئے ایک اور عہدہ وجود میں آیا یعنی محتسب جو اس کے غیر دنیوی پہلو سے متعلق تھا اور اس کا یہ کام تھا کہ نظر رکھے کہ اسلام کے مذہبی اور اخلاقی احکامات کی اطاعت کی جاتی ہے یا نہیں وہ خلیفہ یا اس کے وزیر کی طرف سے مقرر کیا جاتا تھا اور منصب عامہ کے دیگر عہدیداران کی مانند اسکا مسلمان آزاد اور شریف چلن ہونا ضروری تھا محتسب کو عوام کی اخلاقی حالت کی طرف زیادہ توجہ دینی پڑتی تھی۔ متفرق فرائض جو محتسب پر عائد کئے جاتے تھے ان میں سے متعدد کا تعلق عوام کی خوش اطواری سے تھا اور دوسرا فرض جو اس پر عائد تھا اور اس کے دائرے میں تھا وہ یہ کہ اس امر کا خیال رکھنا کہ نوکروں اور جانوروں پر ظلم نہ کیا جائے ان کو کم خوراک نہ دی جائے اور نہ ان پر زیادہ بوجھ ڈالا جائے اور ان سے ایسے کام لئے جائیں جو اُن کی طاقت سے باہر ہوں محتسب کے علاوہ آخری بنی امیہ اور عباسیوں نے ناظر المظالم قائم کیا تھا۔ اس طاقتور عدالت میں قاضی کے فرائض کے علاوہ فرماں روائی کے اختیارات بھی جمع تھے دوسرے امور بھی اس سے متعلق ہوتے تھے یعنی کہ بدمعاشی کا انسداد کرے اور ان ضابطوں کا نفاذ کرے جو محتسب کے عدالتی اختیارات میں شامل تھے لیکن ان کا استعمال اس کی طاقت سے باہر تھا۔

۱۶ - غیر مسلموں سے سلوک۔ اسلامی حکومت الٰہیہ کے سماجی انصاف کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔ جزیہ کی ادائیگی کے بعد انہیں سوسائٹی کے تمام حقوق حاصل ہو جاتے تھے اور انہیں فوجی خدمت سے

مستثنیٰ کر دیا جاتا تھا محتسب بھی ان سے نرمی کا سلوک کرتا تھا، محتسب اگر کسی مسلمان کو سر راہ شراب فروشی کرتے ہوئے پکڑ لیتا تو اس کا فرض تھا کہ اسے قرار واقعی سزا دے اور شراب کو زمین پر گرا دے اور اگر کسی غیر مسلم کو شراب پیتے ہوئے دیکھ لیتا تو اسے صرف یہ تنبیہہ کر کے چھوڑ دیا جاتا کہ آیندہ پبلک میں ایسی حرکت نہ کرے حنفی اور حنبلی فقہ کی رو سے غیر مسلم رعایا اور مسلمانوں کی جانیں بالکل مساوی خیال کی جاتی تھیں اور یہ اصول غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ایک جیسا ہی خونبہا ادا کیا جاتا تھا۔ قرطبہ کے بنی امیہ کے ماتحت ہمیں پبلک عہدیداران میں سے ایک عہدے دار ایسا نظر آتا ہے جس کے ذمہ خاص طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے مفاد کی حفاظت ہوتی تھی۔

۱۷۔ معاشی ترقی ۔ اسلامی حکومت کا محکمہ مال گذاری محصولات کی ایک بے نظیر بنیاد پر قائم تھا حکومت کے اخراجات نکال کر تمام محاصل کو جماعت اسلامی کے تمام افراد میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔۔۔۔اس کا آغاز حضرت ابوبکر رضہ نے کیا اور حضرت عمر رضہ نے اسے ترقی دی۔ یہ درحقیقت ان اشتراکی رجحانات کی وسعت تھی جو آنحضرت صلعم نے پیدا کئے۔ جزیرہ نمائے عرب کے سب باشندوں کے مسلمان ہو جانے پر روپیہ کی تقسیم کے لئے ایک نظام اور طریقہ کی ضرورت تھی جو کسی نئے مذہب اور نئی ریاست کے مقصد کی تکمیل کے لئے بہت بڑی چیز ہے یہاں حقیقی اسلام کا جمہوری اور اشتراکی تصور بطور بنیاد کے تھا۔ اس کی جدت اور اہم نتائج کی وجہ سے یہ سیاسی ادارہ اسلامی تاریخ میں ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں ایک نمایاں سنگ میل ہے۔ اس پالیسی کو ترقی دینے کے لئے حضرت عمر رضہ نے ایک فیصلہ دیا جو اسلامی سلطنت کے نشو و نما اور ترقی کے لئے عظیم بالشان ہے فیصلہ یہ تھا کہ مفتوحہ ملک ناقابل انتقال پذیر اور سرکاری ملک خیال کیا جائیگا جس کی پیداوار کا انتظام مشترکہ بہتری کے لئے حکومت کے ہاتھ میں رہیگا۔ اس طرح سے زمین پر ملک کے اصلی باشندوں کا ہی قبضہ رہتا تھا بابل اور مصر میں ایسا ہی تھا اور حکومت کا تغیرّ و تبدل ان کی معاشی آسودگی پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ رفاہِ عام کا کام صرف مرکزی حکومت سے ہی متعلق نہیں تھا بلکہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق ہر ایک مسلمان پر عائد ہوتا تھا۔ اس طرح سے غرباء و مساکین کی امداد کا قانون بہت سہل ہو جاتا تھا کیونکہ ہر ایک مسلمان کو اس پابندی کا احساس تھا جو زکوٰۃ کی صورت میں اس پر فرض تھی یہ انسانی فطرت کا اخلاقی پہلو ہے جسے اسلامی حکومت آلٰہیہ نے نہایت کامیابی کیساتھ

اپنے مقصد اور انسانی ترقی کے لئے نشوونما دی۔

۱۸۔ اسلامی حکومت الٰہیہ نے جو نہایت اہم قدم اٹھایا جس کا معاشی اثر بہت دور تک پہنچتا ہے وہ سود کا مسلمانوں میں موقوف کرنا ہے۔ سود قومی دولت کے لئے تباہی کا موجب ہے اور ساہوکاروں کی معاشی ڈکٹیٹرشپ کا آخری سہارا ہے اس لئے تمام طبقات میں دولت کی تقسیم پر اسلام نے اپنے معاشی قانون میں زور دیا ہے" اسلئے کہ یہ تم میں صرف دولت مندوں میں ہی نہ چکر کاٹتا رہے" لایکون دولۃ بین الاغنیاءِ منکم (الحشر)

۱۹۔ حضرت نبی کریم صلعم نے سود کو موقوف کر کے جس دور اندیشی کا ثبوت دیا سیاسی دائرہ میں اس کی صحت کی تصدیق ہو چکی ہے۔ اس نے تاریخ یورپ کے بہت سے ناخوشگوار واقعات کو روک دیا ہوتا یعنی مغربی ممالک سے یہودیوں کا اخراج۔ یہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلا سود خور ایک فرانسیسی ربی تھا جس کا نام Jacob Tom of Raneru تھا اور جو ۱۱۶۰ء میں ہو گذرا ہے جب سے سود لینے کا رواج ہوا تو اس کی پیچیدگی میں بڑی سرعت سے اضافہ ہوتا گیا" آرڈیننس آف جیوری" جس کے ذریعہ سے تمام تجارت ۱۱۹۴ء میں ایک ضابطہ کے ماتحت ہو گئی اس سے اس تسلط کا پتہ چلتا ہے جو یہودیوں کو آسامیوں پر حاصل تھا اور پبلک زندگی میں انہیں جو طاقت اور حیثیت حاصل ہوئی تھی۔ اس کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں ان کی جائیداد اور قانونی پابندیوں کے استثنا سے جس سے وہ عیسائیوں کو پابند کر سکتے تھے عوام کے احساسات کو ان کے خلاف بھڑکا دیا جوں جوں یہودیوں کی دولت بڑھتی گئی اور عوام کے قرضے زیادہ ہوگئے یہ جذبات زیادہ شدید اور تیز ہوتے چلے گئے۔ عام ناپسندیدگی اور ان کے خلاف پبلک ایکشن لینے میں مطابقت پیدا ہوگئی سنہ ۱۲۴۰ء میں ہنری سوئم نے کارسائنز کے ساہوکاروں کو جو (Cahors) میں کام کرتے تھے انگلستان سے جلاوطن کر دیا" اسٹیچوٹ آف جیوڈازم" کے ذریعہ کوشش کی گئی کہ وہ اس انتہا تک نہ پہنچ سکیں انہیں بھاری سود لینے سے روک دیا گیا اور کوشش کی گئی کہ یہودی تجارت کریں دستکاری کریں اس کے لئے انہیں آسانیاں بھی مہیا کی گئیں اور انہیں زمین رکھنے کی بھی اجازت دی گئی یہ قانون سازی بے فائدہ ثابت ہوئی کیونکہ یہودیوں کے لئے ممکن نہیں تھا کہ جب انہیں . . . .

ایک کام میں مہارت حاصل تھی تو وہ کامیابی کیساتھ دوسرے کام کو بھی ہاتھ ڈال سکتے ہر طرف سے ان پر قیود عائد ہو جانے پر انھوں نے اپنی روزی کے لئے سکوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ پوپ کے فرمان سے مجبور ہو کر مزید ایکشن لیا جائے بادشاہ نے انہیں عیسائی بنانے کی کوشش کی اور ہر دین عیسوی قبول کرنیوالے سے وعدہ کیا کہ اسے رہائش اور تجارت کی مکمل آزادی دی جائے گی۔ یہودیوں کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اس آخری کوشش کی ناکامی پر ایڈورڈ اوّل نے ۱۲۹۰ء میں یہودیوں کو انگلستان سے جلاوطن کر دیا جس سے انہیں بہت سی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے لئے حالات نامساعد پیدا ہو گئے۔ اس زمانہ میں یہودیوں کو جرمنی سے جلاوطن کر دیا گیا ہے کیا اس کے متوازی ایک مثال بھی تاریخ اسلامی میں سے یہودیوں کی جلاوطنی کی پیش کی جاسکتی ہے۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہ اسلام کے "عالمگیر دائرے" کے اصول کے خلاف ہے جو اسلام کا منتہائے مقصود ہے۔

۲۔ عورتیں جو کہ اسلام سے پہلے عرب میں سوسائٹی کے لئے موزوں خیال کی جاتی تھیں ان کی حیثیت بلند کر کے مردوں کے برابر قرار دی گئی۔ یورپ کی ضابطہ پرست حکومتوں نے عورتوں کو یہ حق گذشتہ جنگ عظیم کے بعد دیا تھا یہ معمولی اصلاح نہیں تھی جو آنحضرت صلعم نے فرمائی کہ عورت کو اجازت دی کہ اپنی جائداد کا انتظام خود کر سکے صحیح اور معقول وجہ جائداد کی اس اصول میں پنہاں ہے کہ اس سے شخصیت کی نشوونما کے لئے مادی ماحول پیدا ہو جاتا ہے اور یہ نشوونما فرد کے سماجی فرائض منصبی ادا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ سرسری طور پر ہم اس امر کا بھی ذکر کر دیں کہ ہندوستان میں عورت کی ہر لحاظ سے دولت پر تسلط سے محرومی کی وجہ سے اسے ہندو شاستروں میں "نردھنا" کا لقب دیا گیا ہے۔

"شاتپت برہمن" میں واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہے "دیوتاؤں نے عورتوں کو ان کے خاوندوں سے بالکل علیحدہ کر دیا چنانچہ اس علیحدگی کی وجہ سے نہ ان کے اندر کوئی روح باقی رہی اور نہ انہیں کوئی ورثہ مل سکتا ہے برخلاف اس کے شادی اور ورثہ کا قانون باوجود اس حقیقت کے کہ عرب اور یہود قوموں کے ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں میں پرانے سماجی ادارے بطور قدر مشترک کے ہیں خالصتہً اسلام کا پیدا کردہ ہے۔ اسلامی قانون ورثہ اپنے خاکہ میں بہت نمایاں

ہے اور حصوں کی تقسیم میں زیادہ یقینی ہے اور اس میں صنف لطیف کے حقوق کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے یہودی قانون سے زیادہ سلجھا ہوا اور انسانیت کی خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے۔ شادی کے معاملہ میں اسلام نے دو نہایت اہم اصلاحات کیں جنہوں نے عورت کے سوسائٹی کے متعلق نقطہ نگاہ کو بالکل بدل دیا ہے پہلے بلوغت پر انتخاب کا حق اور دوسرے فسخ نکاح کے متعلق حقوق۔ عرب کے دور جاہلیہ میں ماں باپ کی طرف سے کی ہوئی شادی عورت کی عرضداشت پر منسوخ نہیں ہو سکتی تھی اور دوسری طرف خاوند جب چاہے عورت کو چھوڑ سکتا تھا۔

۲۱۔ اسلام کے بنیادی اصول کا ضمنی نتیجہ یعنی موت کے بعد انسان اپنے اعمال کا جواب دہ ہے یعنی قانون نیت کو جاری کیا گیا جس نے لاکھوں معصوم انسانوں کے مفاد کی حفاظت کی آنحضرت صلعم کی مشہور حدیث جو کہ کتب حدیث میں محفوظ ہے کہ "اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے" اس نے عربوں کی قبائلی جنگوں کو روک دیا جن میں ایک آدمی کا عمل سارے قبیلہ کو اس کا ذمہ دار قرار دیتا تھا۔

۲۲۔ تعلیمی فائدے۔ تعلیمی میدان میں اسلام کے ذریعہ سے دنیا کو بہت فائدے پہنچے ہیں۔ شروع میں ہی امی رسول کو رب کے نام کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہوا مذہب کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ علم کے حصول پر بھی زور بڑھتا گیا۔ پڑھے ہوئے جنگی قیدی کا فدیہ یہ ہوتا تھا کہ وہ مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھائے۔ جب عربوں کا پرانی تہذیبوں کے منتشر حصوں سے تعلق پیدا ہوا تو انھوں نے آنحضرت صلعم کے خوبصورت اقوال کو عملی جامہ پہنا کر اپنے رجحان کا اظہار کیا جنہوں نے اپنے متبعین سے کہا تھا "علم جہالت کی کمزوریوں کا علاج ہے۔ بے انصافی کی تاریکی میں روشنی کا مینار ہے علم کا حصول روزہ رکھنے کے مترادف ہے علم کا سکھانا نماز کی مانند ہے۔ نیک دل کے اندر علوم بلند جذبات پیدا کرتے ہیں اور بے راہ روی کو صحیح راستہ پر ڈالتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے اسلامی تاریخ میں اس کی یقینی خصوصیت علم کی نہ بجھنے والی پیاس ہے۔ علوم کی ترقی۔ علماء اور اسلام کے ہر دور میں اور ہر اسلامی ملک میں پایا جاتا ہے اسلام نے تمام علوم کو محکم بنیادوں پر قائم کیا جیسا کہ اس نے قرآن حدیث اور فقہ کے مطالعہ کو کیا ہے ــــــ علم کیمیا، طبیعات، نباتات طب اور فلکیات پر مسجد میں لیکچر دئیے جاتے تھے جیسا کہ مذکورہ بالا دینی علوم پر دئیے جاتے تھے اچھے دنوں میں مسجد مسلمانوں کی یونیورسٹی تھی۔

۲۲۔ ایک دلچسپ حقیقت اسلامی حکومت الٰہیہ میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے
کہ اس نے زندگی کے تمام شعبوں میں مساوات پیدا کی۔ تعلیم کے دائرہ میں سکول کی جماعت ہر چھوٹے
اور بڑے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ بنو امیہ کے ماتحت سپین اور عباسی خلفاء کے ماتحت بغداد میں عیسائی
اور یہودی مسلمانوں کے ساتھ مساوی طور پر مدرسوں اور یونیورسٹیوں میں داخل کئے جاتے تھے نہیں
بلکہ ہوسٹلوں میں انہیں حکومت کے خرچ پر ہر جگہ دی جاتی تھی۔ "یہ بہرحال کچھ چیز ہے جس سے
ان کی نیک نامی ہوتی ہے اس زمانہ میں جبکہ عرب مہذب دنیا کے بڑے حصہ پر چھائے ہوئے تھے
جہاں تک ان کی طاقت میں تھا انھوں نے دوسروں کے علوم کی بھی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی"
عربوں نے اپنے دورِ حکومت میں ثقافت کی شمع کو جلائے رکھا۔ جہاں تک ان سے ممکن ہو سکا انھوں
نے ماضی کی عظمت کو حال اور مستقبل کے لئے محفوظ کیا اور اس کے لئے ہم ان کے رہین احسان ہیں۔
اگر انھوں نے انتخاب کیا ہوتا تو حالات کی افتاد بالکل مختلف ہوتی[1]" اس سے کچھ کم متعصب مصنف
بتاتا ہے "قرآن کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم اور روم سے زیادہ بڑی سلطنت کو فتح کیا اور یہ سب
کچھ چند سالوں میں کیا حالانکہ مؤخر الذکر کو اپنی فتوحات کو مکمل کرنے کے لئے صدیاں لگیں قرآن کی مدد سے
وہ سامی اقوام میں سے بادشاہ بن کر یورپ میں آئے حالانکہ فونیقی تاجربن کر آئے اور یہودی قیدی
اور مفرور بن کر آئے وہ یورپ میں انسانوں کو روشنی دکھانے کے لئے آئے صرف وہی تھے جبکہ ہر
طرف تاریکی چھا رہی تھی تو انھوں نے یونانیوں کے علم اور عقل کو بلند کیا، فلسفہ طب اور فلکیات
سکھائے مغرب اور مشرق کو فن موسیقی سکھایا موجودہ سائنس کے گہوارے پر کھڑے ہوئے اور
ہمیں اس دن کا نوحہ خواں بنایا جس دن غرناطہ کا سقوط ہوا تھا[2]"

(Evolution of modern medicine) موجودہ طب کے ارتقاء میں
اوسلر رقمطراز ہے "عرب یونانی چراغوں سے ایک فروزاں شمع تھے اور آٹھویں صدی عیسوی سے
گیارہویں صدی تک فن طب ان میں اتنی بلندی کو پہنچ گیا تھا اور اتنی اہمیت حاصل کر گیا تھا کہ جس

1. Arab Civilization, by Joseph Hall, translated by S. Khuda Bukhsh, p. 86.
2. Islam in The World, Dr. Zaki Ali P. 149.

کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی ،، عربوں کا ثقافتی اثر صیقلیہ کے قریب نارمن دور میں بہت زیادہ تھا جیسا کہ ہمیں تیرہویں صدی کی ایک سرگذشت کی تصویر سے یہ معلوم ہوتا ہے جس میں نارمن بادشاہ (Wilhelm) کا بستر مرض دکھایا گیا ہے جس نے اپنے پیش روؤں کی مانند اسلامی ثقافت کو اپنی سلطنت میں نشو ونما دیا تھا اس تصویر میں ہمیں بادشاہ کے بستر کیساتھ طبیب ہاشم دکھائی دیتا ہے۔

مضمون کی تلخیص

۲۴ (ا) اسلام کی حکومت الٰہیہ نے اسلام سے قبل کے سرمایہ دارانہ معاشی نظام کامل بھاری سود کو موقوف کر کے کیا جو تھوڑے لوگوں کو زیادہ لوگوں سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی وجہ سے دولتمند بناتا تھا اسلام نے سوسائٹی کی معاشی بنیادوں کو قومی دولت کی مساوی تقسیم سے اور خیرات اور زکوٰۃ کو قائم کر کے مستحکم کیا جو دولتمندوں کے زائد نفع کی وجہ لی جاتی تھی اور یہ بھی کم نمایاں کام نہیں جو اس نے غلاموں کی بہتری اور بہبودی کے لئے قدم اٹھایا باوجود اس کے کہ اس وقت کے رجحانات اس کے خلاف تھے غلامی کیا تھی؟ یہی سرمایہ داری جو نہایت گھنونی اور عریاں شکل میں ظاہر ہوتی

(ب) اس نے عورتوں کو سماجی اور عقلی تاریکی سے بچایا اور ان کی قانونی حیثیت کو بلند کیا، اور جماعت کے ذمہ دار ارکان بنایا اور انہیں اس قابل بنایا کہ سوسائٹی کے ارتقا میں وہ اپنا مقررہ پارٹ ادا کر سکیں۔

(ج) اس نے تعلیم کے ذریعہ سے دنیا کو بہت فائدہ پہنچایا جو ہر ایک حاصل کر سکتا تھا اور اس سے علم کو بھی بہت زیادہ فائدہ پہنچا۔ قوانین سے بڑھکر تعلیم میں ایک زمانہ کے سماجی نظریات کو دیکھا جا سکتا ہے یعنی خیالات میں جو نیت کارفرما ہو اور ان چیزوں میں جو مطالعہ کی جاتی ہیں اور وہ امید جو یہ پیدا کرتی ہے تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس سے دنیا کو بدلا جا سکتا تھا اور عورت کی تعلیم بھی اس سے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔

۲۵۔ عیسائیت میں جو حکومت الٰہیہ ہے قرون وسطیٰ میں قریباً ایک ہزار سال تک جس کا تسلط رہا اس کے متعلق بھی نہایت اختصار کیساتھ بیان کرنا چاہیئے اس کے کارناموں کی فرد عمل ایک مصنف نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے۔" آخر ہم بارہویں صدی تک پہنچتے ہیں اب تک ساری

حرکت ایک طرف تھی مغربی یورپ میں ایک بہت بڑی مذہبی حکومت قائم ہوچکی تھی - کلیسائی حکومت کے سامنے مکمل اطاعت کرنا پڑتی تھی عقلیت پر بغیر کسی قسم کے اعتراض کے تشدد کیا جاتا تھا شک اور غلطی کو جرم خیال کیا جاتا تھا اس سارے نظام میں یہی خصوصیات پائی جاتی تھیں ان صدیوں کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی، کلیسا کو قدرت مطلقہ حاصل تھی اس کا دعا تھا کہ اسے سب اشیاء پر فوقیت حاصل ہے خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی ہوں - بادشاہ اور شہنشاہ کو تاج اور اختیارات براہ راست خدا سے حاصل ہوئے ہیں - انسان کا سب دائرہ عمل خواہ اخلاقی ہو سماجی ہو، سیاسی ہو عقلی ہو وہ ان کے زیر نگیں ہے - یونانیوں اور رومیوں کے جوہر قابل نے میدان علم میں جو کارنمایاں کئے تھے انہیں نظروں سے اوجھل کر دیا گیا تھا - پرانی تہذیبوں کی فتوحات ایسی تھیں جیسے کہ وہ تھیں ہی نہیں انہیں صرف فراموش ہی نہیں کر دیا گیا تھا بلکہ پرانی زندگی اور نئی زندگی دونوں میں کوئی فطری اور منطقی تعلق باقی نہیں رہا تھا۔

اسلام میں خیرات

{از سید عبد المنان صاحب بنگال}

ادارہ خیرات اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے جیسا کہ قرآن اور حدیث میں تاکید کی حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید جو کہ اسلام کی الہامی کتاب ہے بار بار انسانوں کو حکم دیتا ہے کہ نماز کو قائم کرو اور ساتھ ہی زکوٰۃ کے دینے کی اہمیت پر بھی اتنا ہی زور دیتا ہے اور اس طرح سے انسانوں کے دو اہم فرائض کو اکٹھا رکھا گیا ہے کیونکہ ایک کی مکمل تعمیل دوسرے کی اہمیت جتائے بغیر نہیں ہو سکتی، دنیا کے ہر مذہب کے مطابق خیرات یقیناً ایک مذہبی فعل ہے۔

اسلام میں خیرات کا ادارہ ایک یقینی شکل کا ہے جو مکمل ہے عملی ہے اور باقاعدہ ہے۔ دوسرے مذاہب میں یہ بطور بنیادی اصول کے مشہور نہیں جیسا کہ یہ اسلام میں ہے جس کے بغیر مذہب کے ڈھانچے قائم نہیں رہ سکتے۔ اسلام جو کہ اللہ تعالےٰ کا منتخب شدہ مذہب ہے اس کا یہ مقصد نہیں کہ امیر لوگ دولت سمیٹتے رہیں اور مزے اڑائیں اور غربا فاقوں مریں۔ اسلام نے خیرات کو لازمی قرار دیا ہے اور ہر ایک مسلمان پر اس کی پابندی ایک ٹیکس کے طور پر عائد کی ہے جو کہ کمزوروں اور مسکینوں کی حفاظت کے لئے لگایا ہے۔ اسلام چونکہ ہر ایک انسان کے لئے زندگی کا ایک مکمل ضابطہ ہے اس لئے اس نے خیرات کے ادارہ کو مکمل کیا ہے جیسا کہ دیگر احکامات کو مکمل کیا ہے جو کہ اسلام کی مقدس کتاب میں درج ہیں۔

انسانی دماغ عموماً یہ معلوم کر کے حیران ہو جاتا ہے ایک آدمی تو دولت میں کھیلتا ہے اور دوسرا اپنا گذارہ بھی مشکل سے چلا سکتا ہے۔

یہ جو ہمیں دنیا میں ناگزیر عدم یکسانی نظر آتی ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ خیراتی کاموں کے ذریعہ سے انسان کا امتحان ہو سکے یا انسان کے بخل کے گناہ کو پرکھا جا سکے۔ اگر تم انسان ایک جیسے امیر بنا دیئے جاتے تو ہماری لغات میں خیرات کا ذکر تک نہ ہوتا اور ہر ایک آدمی دولت میں چونکہ مساوی

ہوتا تو آدمیوں کے درمیان مقابلہ کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا اور دنیا کے کاروبار میں ایک تعطل پیدا ہو جاتا، کائنات کے عظیم خالق نے معاشی غیر مساوات اسلئے پیدا کی تاکہ انسانوں کی اعلیٰ خصوصیات پوری طرح ظاہر ہو سکیں اور دنیوی کاروبار ہموار طور پر چل سکیں۔ قرآن مجید کہتا ہے:۔

ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء ط انہ بعبادہ خبیر بصیر (شوریٰ ۲۷) اور اگر اللہ تعالے اپنے بندوں کے لئے رزق فراخ کر دے تو وہ زمین میں سرکش ہو جائیں لیکن وہ اس اندازہ سے اتارتا ہے جو چاہتا ہے ہاں وہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے۔ (شوریٰ ۔ ۲۷)

اسلام اخوت کا مذہب ہے۔ اسلامی اخوت ایک نظریہ نہیں بلکہ دینداری کا ایک عملی کام ہے، ایک مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے جمع شدہ سرمایہ کا ہر سال ۲½ فی صدی ادا کرے جو غربا، مصیبت زدوں اور حاجتمندوں کے کام آسکے۔ اس اخوت کے امیر آدمیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ قانونی وضاحت کے مطابق اپنے غریب بھائیوں کی امداد کریں تاکہ لوگوں کی غیر مساوی معاشی حالت کم ہو سکے۔

اعلیٰ درجہ کی خیرات اسلام میں وہ ہے کہ آدم کے بیٹے جو دائیں ہاتھ سے دیں تو ان کے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو۔ سو ایک دین دار آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے خیرات کے کاموں کو بڑی احتیاط سے چھپائے تاکہ اس اخفا سے اس کی نیکی کی افضلیت بڑھ جائے۔

اسلام کے ادارۂ خیرات کے بہت وسیع معنے ہیں۔ خیرات کی فضیلت کا تعین پیغمبر اسلام کے بعض اقوال سے ہو سکتا ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خیرات کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یا جانور کے لئے کوئی فائدہ کا کام کرنا خواہ اس کام کی نوعیت معاشی ہو روحانی ہو یا اخلاقی ہو

حضرت پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے "ہر اچھا کام خیرات ہے" اسلام دولتمندوں کے لئے خیرات کرنے کی وسیع گنجائش ہی پیدا نہیں کرتا بلکہ امیر غریب دونوں کے لئے افعال میں خیرات کا حکم دیتا ہے۔ لازمی خیرات یعنی زکواۃ کی ادائیگی کے علاوہ اسلام دوسری قسم کی خیرات کا اقرار اور اعتراف کرتا ہے جو امیر اور غریب دونوں یکساں طور پر کر سکتے ہیں۔ صرف نبی کریم صلعم کی احادیث میں انفاق (فائدہ کے لئے خرچ کرنا) احسان (نیکی کرنا) اور صدقہ (خیراتی کام) کا ذکر ہے ان الفاظ نے خیرات میں

بہت وسیع معنے پیدا کر دیئے ہیں۔ حدیث شریف کے مطابق خیرات ہمارے تمام نیکی کے کاموں پر پھیلی ہوئی ہے اپنے ایک مسلمان بھائی سے خندہ جبینی سے ملنا، نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا کسی نقصان دہ چیز کا رستہ سے ہٹا دینا اہل و عیال کیلئے خرچ کرنا غربا اور حاجتمندوں کی مدد کرنا بھوکے کو کھانا کھلانا پیاسے کو پانی پلانا۔ یتیموں کی خبر گیری کرنا اور ان کی جائداد کی نگہداشت کرنا بیمار کی عیادت کو جانا تیمارداری کرنا اور اسی نوعیت کے تمام افعال خیرات میں داخل ہیں۔ قرآن مجید میں ذکر ہے ۔۔ ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو خدا کے رستہ میں صرف کرتے ہیں اناج کے دانہ کی مانند ہے جو سات بالیاں اگاتا ہے اور ہر بالی میں سو دانے ہیں اللہ تعالے اکئی گنا بڑھا کر دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اللہ کو سب کا خیال ہے اور سب چیزوں کو وہ جانتا ہے ۔۔۔ اس کے علاوہ ذکر ہے یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقت ط واللہ لا یحب کل کفار اثیم۔ اللہ سود کو بے برکت کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکر گذار گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ خیرات میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہیں سوائے لازمی زکوٰۃ کے جو کہ قانونی طور پر غریب مسلمانوں کو ملنی چاہیئے اس کے علاوہ تمام قسم کی خیراتیں بغیر کسی قسم کے امتیاز کے مسلم اور غیر مسلم دونوں کو ملنا چاہئیں آنحضرت صلعم نے حاجتمند اور غریب کو خیرات دینے کی تلقین فرمائی ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے تمام انسان ایک قوم ہیں اور پیغمبر اسلام صلعم فرماتے ہیں ۔ اللہ کا کنبہ ہیں اور تمام لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے خاندان سے زیادہ بھلائی سے پیش آتا ہے؛

اسلام میں طلاق کا مسئلہ

بقلم جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب[1] مترجم و مفسر بزبان انگریزی

نکاح اور طلاق

اگرچہ اسلام کی رو سے شادی صرف ایک دیوانی معاہدہ ہے تاہم جو حقوق اور ذمہ داریاں اس سے وابستہ ہیں وہ بنی آدم کی بہبود کے لئے اس قدر ضروری ہیں کہ اس وجہ سے اس امر کو بہت کچھ تقدیس و تحریم کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ لیکن اس تقدس کے باوجود، اسلام نے بعض خاص حالات میں اس مقدس رسم نکاح کو فسخ کرنے کا دروازہ بھی کھولا ہے۔ باستثنائے ہنود، آج تمام اقوام عالم نے طلاق دینے کی ضرورت کو محسوس کیا ہے یہودی قانون کی رو سے طلاق کا حق صرف خاوند کو حاصل ہے جو حسب مرضی اسے استعمال کر سکتا ہے۔ مسیحی قانون میں طلاق صرف اسی وقت ممکن ہے جب زوجین میں سے کوئی بدکاری کا ارتکاب کرے لیکن پھر وہ آئندہ نکاح نہیں کر سکتے۔ ہندو قانون کی رو سے نکاح کبھی فسخ نہیں ہو سکتا، اسلام نے مسئلہ طلاق میں کئی اصلاحات نافذ کیں مثلاً خاوند کے حق طلاق پر قیود وارد کیں اور عورت کو بھی اس کا حق دیا۔

بعض خاص حالات میں طلاق کی اجازت ہے

طلاق ایک عربی لفظ ہے جس کے معنے ہیں آزاد کرنا یا گرہ کھولنا، اور فقہاء کی اصطلاح میں جب عورت طلاق چاہتی ہے تو اُسے خلع کہتے ہیں جس کے لغظی معنی ہیں جدا کرنا یا علیحدہ کرنا۔ حدیث اور قرآن دونوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ طلاق جایز ہے لیکن صرف خاص حالات میں اُس سے استفادہ ممکن تھا چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب ابو داؤد شریف (۱۳ : ۳) میں مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلعم نے

"کہ جایز امور میں طلاق سے بڑھ کر کوئی شئے اللہ تعالیٰ کی نظر میں مبغوض نہیں ہے"

نیز اسی کتاب میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق سے بڑھ کر کسی ناپسندیدہ شئے کو جایز

[1] یہ مضمون جناب مولانا صاحب کے انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے۔ مترجم

نہیں کیا ہے۔ اور قرآن مجید نے بھی آنحضرت صلعم کی تائید فرمائی جبکہ آپ نے زید سے اصرار فرمایا کہ اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے، اگرچہ زوجین میں طویل عرصہ سے ناچاقی موجود تھی چنانچہ وہ آیت یہ ہے

" اور جبکہ تو نے اس سے کہا جس پر اللہ نے مہربانی کی تھی اور تو نے بھی مہربانی کی تھی کہ اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے اور تقوے اختیار کر" (۳۳ : ۳۷)

یہاں طلاق سے اجتناب کو تقوے یا پاکبازی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسری جگہ طلاق سے اجتناب کی اس طرح تلقین کی گئی ہے

" اگر تم ان سے (بیویوں سے) نفرت کرتے ہو تو یہ غور کرو کہ ممکن ہے کہ جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اللہ نے اس میں خیر و برکت رکھدی ہو" (۴ : ۱۹)

حتی الامکان طلاق سے گریز کی تدابیر بھی بتلائی گئی ہیں مثلاً اگر تمہیں ان دونوں (زوجین) کے مابین افتراق کا اندیشہ ہو تو دونوں کے قبیلوں سے ایک ایک منصف مقرر کرو اگر وہ اتفاق چاہتے ہیں تو اللہ ضرور ان میں اتحاد پیدا کردیگا" (۴ : ۳۵) ان تعلیمات کی وجہ سے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمام جائز باتوں میں طلاق سب سے مکروہ فعل ہے اور یہی وجہ ہے کہ طلاق میں سہولت کے باوجود، اگر مسیحی ممالک سے موازنہ کیا جائے، تو اسلامی ممالک میں طلاق بہت کم واقع ہوتی ہے اور مسلمان کی ذہنیت یہ ہے کہ حتی الامکان نکاحی زندگی کی راحت کے ساتھ، اس کی مشکلات کا بھی مقابلہ کیا جائے اور خاندانی تعلقات میں اختلال پیدا نہ کیا جائے اور طلاق صرف اسی وقت دی جائے جبکہ کوئی چارہ ہی نہ ہو۔

اصولِ طلاق

تصریحات مذکورہ بالا سے یہ حقیقت واضح ہے کہ طلاق کے لئے نہ صرف معقول وجوہ کا ہونا ضروری ہے بلکہ طلاق دینے سے پہلے، مصالحت کے تمام پہلوؤں کا تجربہ بھی کرلیا گیا ہو۔ یہ خیال کہ مسلمان خاوند جب چاہے محض اپنی مرضی کی بناء پر طلاق دے سکتا ہے، اسلامی رکن طلاق کی غلط تعبیر ہے۔ لیکن اگرچہ قرآن مجید نے طلاق کی بعض وجوہ بیان کردی ہیں تاہم جملہ وجوہ بیان نہیں کیں ہیں۔ اور نہ چند خاص وجوہ کو بنائے طلاق قرار دیا ہے۔ اگر یورپ کی مختلف اقوام جو ہم مذہب بھی ہیں اور ترقی کی ایک ہی منزل میں اور تہذیب کے ایک ہی درجہ میں ہیں اور بہت سے عمرانی اور اخلاقی مسائل میں ہمخیال بھی ہیں، طلاق کی وجوہ پر اتفاق رائے نہیں کرسکتیں تو پھر اسلام جو ایک عالمگیر مذہب ہے جو تمام زمانوں اور تمام قوموں کے

لئے ہے، وحشی اقوام سے لیکر مہذب ترین اقوام کے لئے۔ وہ طلاق کے وجوہ کی تحدید کس طرح کر سکتا تھا جو بدلتے ہوئے حالات زندگی کے ساتھ لازمی طور سے بدلتی رہیں گی؟

قرآن مجید نے طلاق کا بنیادی اصول جس میں دراصل بہت سی بلکہ تقریبًا تمام وجوہ شامل ہیں، یہ قرار دیا ہے کہ میاں بیوی یہ فیصلہ کرلیں کہ اب ہم میاں بیوی کی حیثیت سے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ غور سے دیکھا جائے تو شادی رضامندی کے ساتھ زندگی بسر کرنے ہی کا دوسرا نام ہے اور اگر زوجین میں سے ایک بھی اس اصول زندگی پر کاربند نہیں ہو سکتا تو لازمی نتیجہ طلاق ہے۔ ہر اختلاف کا نتیجہ طلاق نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب اختلاف کی بناء پر فریقین یہ فیصلہ کرلیں کہ اب میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی ناممکن ہے تو واقعی طلاق ناگزیر ہے، قرآن مجید نے اس اختلاف کو لفظ شقاق سے تعبیر کیا ہے جس کے معنے ہیں دو ٹکڑے ہو جانا لیکن شقاق کی بناء پر بھی طلاق لازمی نہیں ہے جب تک مصالحت کی تمام صورتوں کا تفحص نہ کر لیا گیا گیا ہو۔ قرآن مجید میں طلاق کا اصول بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے

"اور اگر تمہیں دونوں میں شقاق کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ خاوند کے خاندان سے مقرر کرو اور دوسرا بیوی کے خاندان سے، اگر وہ دونوں مصالحت چاہیں تو اللہ ان میں اتحاد پیدا کر دے گا بیشک اللہ علیم اور خبیر ہے۔" آگے چل کر فرمایا ہے (۴ : ۳۵)

"اور اگر وہ جدا ہو جائیں تو اللہ انہیں اپنے فضل سے، احتیاج سے بے نیاز کر دے گا بیشک اللہ بہت عطا کرنیوالا اور حکیم ہے۔" (۴ : ۱۳۰)

اس آیت سے نہ صرف طلاق کا اصول ملتا ہے بلکہ شقاق ہے یعنی جبکہ میاں بیوی باہمی رضامندی سے زندگی بسر نہ کر سکیں، بلکہ طریق کار بھی جبکہ شقاق کا اندیشہ واضح ہو جائے، اللہ تعالے نے عورت اور مرد دونوں کو مساوات کلی عطا فرمائی ہے "دونوں میں شقاق" سے ظاہر ہے کہ یا بیوی معاہدہ نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے یا مرد دونوں صورتوں میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ اگر باہمی رضامندی نہ ہو تو طلاق یا فسخ نکاح کے لئے کہہ سکتا ہے۔ اور طریق کار یہ ہے کہ خاوند اور بیوی دونوں کو مرتبہ مساوات میں رکھا جائے اور ایک پنچ خاوند کے خاندان سے مقرر کیا جائے دوسرا بیوی کے خاندان سے اور ان دونوں کا یہ فرض ہے کہ اختلافات باہمی کو دور کر کے دونوں میں مصالحت کرا دیں اور اگر مصالحت نہ ہو سکے تو پھر طلاق یقینی ہے جو اصول یہاں بیان کیا گیا ہے اس میں طلاق کی جملہ وجوہ شامل ہیں کیونکہ جملہ وجوہ اس بات پر مبنی

ہیں کہ فریقین میں سے، ایک شخص دوسرے کے ساتھ زندگی بسر نہیں کرسکتا، مثلاً شوہر نامرد ہے یا زوجین میں سے کسی ایک کو ایسی بیماری ہے کہ وظیفۂ زوجیت کا بجالانا ناممکن ہے۔ ان صورتوں میں اگرچہ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ طلاق واقع ہوجائے لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ فریقین راضی نہ ہوں۔ اور اگر وہ (اس صورت پر) راضی ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں جدا نہیں کرسکتی اگر زوج یا زوجہ یہ محسوس کرلے کہ نکاحی زندگی ناممکن ہے تو پھر یہ شقاق کی صورت ہے۔ اسی طرح اگر خاوند دائم الحبس ہوجائے یا طویل عرصہ کے لئے قید ہوجائے، یا مفقود الخبر ہوجائے اور اس کی کوئی اطلاع نہ ملے یا ہمیشہ کے لئے ناقص الاعضا ہوجائے کہ بیوی کو نان و نفقہ نہ دے سکے، تو یہ بھی شقاق کی صورتیں ہیں بشرطیکہ عورت خلع کی طالب لیکن اگر وہ طالب نہ ہو تو نکاح برقرار رہ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر خاوند کو شکایات ہوں تو وہ دوسری ... سے نکاح کرسکتا ہے۔

عقوبی کے چال چلن کی بناء پر بھی شقاق کی صورت پیدا ہوسکتی ہے مثلاً ان میں سے کوئی بدکاری کا مرتکب ہو یا مسلسل دوسرے پر ظلم کرے یا جیسا کہ بعض اوقات ہوتا ہے طبائع میں اس درجہ اختلاف ہو کہ نباہ ناممکن ہو۔ اگرچہ ان صورتوں میں شقاق بہت واضح ہے لیکن اس کا وقوع اس پر منحصر ہے کہ فریقین نباہ کرسکتے ہیں یا نہیں طلاق ہمیشہ اس وقت ہوگی جب زوجین میں سے کوئی یہ محسوس کرے کہ نکاحی زندگی ناممکن ہوگئی ہے، بظاہر تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ طلاق کے لئے بہت آسانیاں کردی گئی ہیں حتیٰ کہ اختلاف طبائع بھی فسخ نکاح کا سبب بن سکتا ہے لیکن یہ یقینی ہے کہ اگر زوجین میں نباہ کی صورت نہ ہو تو ان کے لئے، سوسائٹی کے لئے، ان کی اولاد کے لئے یہی بہتر ہے کہ ان میں تفریق کردی جائے، وہ گھر، گھر کہلانے کا مستحق نہیں جہاں صلح کی جگہ جنگ ہو اور شادی بالکل بے معنی ہے اگر خاوند اور بیوی کے اندر محبت کا شائبہ بھی نہ پایا جائے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ اس سہولت سے استحکام نکاح زائل ہوجائے گا، کیونکہ نکاح زوجین میں ایک مستقل اور مقدس رشتہ ہے اور وہ باہمی محبت کے جذبہ پر مبنی ہے اور جب نکاح کا مقصد پورا نہ ہوسکے تو اس کا واحد علاج صرف طلاق ہے تاکہ فریقین کی زندگیاں تباہ ہونے سے بچ جائیں۔

عورت کا حقِ طلاق یا خلع

یہ ظاہر ہوچکا ہوگا کہ قرآن مجید نے طلاق کے بارہ میں عورت اور مرد دونوں کو یکساں حقوق دیئے ہیں اور حدیث سے یہ حقیقت اور بھی واضح ہوجاتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے ایک عورت مسماۃ امیمہ یا

بنت الجون سے نکاح کیا اور جب آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا اعوذ باللہ منک یعنی آپؐ سے طلاق چاہتی ہوں پس آپؐ نے اسے فوراً طلاق دیدی اور اپنی طرف سے کچھ ہدایا بھی دیئے اور رخصت کر دیا۔ (بخاری ۶۸: ۳) دوسری نظیر ثابت ابن قیس کی ہے جس کی بیوی نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ میں ثابت پر کوئی اخلاقی یا دینی جرم عائد نہیں کرتی لیکن بعض وجوہ کی بناء پر میں اس کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتی" آپؐ نے فرمایا کیا تو اس کا باغ جو اس نے تجھکو حق مہر میں دیا ہے واپس کرنے کے لئے تیار ہے؟ اس نے کہا ہاں پس آپؐ نے ثابت کو بلا کر ان کا نکاح فسخ کر دیا اور وہ باغ اسے واپس کر دیا (بخاری ۶۸: ۱۱) ان نظائر سے ثابت ہے کہ بیوی (عورت) کو بھی انہی وجوہ کی بناء پر حق خلع حاصل ہے جن کی بناء پر مرد کو حق طلاق حاصل ہے۔ اور عورت کے اس حق کو نہ صرف قرآن وحدیث نے تسلیم کیا ہے بلکہ فقہ میں بھی یہ بات مسلم ہے فقہ کی اصطلاح میں اسکو خلع کہتے ہیں اور اس صورت میں بیوی کو مہر واپس کرنا پڑتا ہے اور یہ حق خلع حدیث مذکورہ بالا اور قرآن مجید کی اس آیت پر مبنی ہے "طلاق دو مرتبہ زبان سے ادا کی جائے گی اس کے بعد یا تو ان کے ساتھ نباہ کرو یا پھر خوشی خوشی رخصت کر دو اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم ان چیزوں میں سے، جو ان کو دے چکے ہو، کچھ روک لو، ہاں اگر بیوی، اور خاوند دونوں کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو پھر ان پر کوئی الزام نہیں ہے اگر بیوی اپنی گلو خلاصی کے لئے بخوشی مہر سے دستبردار ہو جائے"۔ (۲: ۲۲۹)۔ حدود اللہ کو قائم رکھنے کا مطلب، در اصل مقصد نکاح کو پورا کرنا یا زناشوی رشتے کو برقرار رکھنا ہے پس مہر ایک طرح کی رکاوٹ ہے جو جدائی کے آرزومند کے راستہ میں حائل ہے یعنی اگر خاوند بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے تو اسے مہر ادا کرنا ہوگا اور اگر بیوی طلاق لینا چاہتی ہے تو پھر اسے مہر چھوڑنا ہوگا لیکن اس بات کا فیصلہ کہ طلاق کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے یا زوجہ پر اور مہر کسے ملنا چاہیئے وہ پنچ کریں گے جن کا تذکرہ ۴: ۳۵ میں کیا گیا ہے اور اسجگہ الفاظ مذکورہ بالا (اگر تمہیں ڈر ہو کہ وہ حدود اللہ کو ملحوظ نہ رکھ سکیں گے) میں کیا گیا ہے۔

اگر شوہر مفقود الخبر ہو جائے یعنی اس کا پتہ نہ چلے اور ایسا غائب ہو کہ اس کا کچھ حال بھی نہ معلوم ہو سکے تو بھی زوجہ کو طلاق کا حق حاصل ہے کیونکہ اگرچہ اس معاملہ میں کوئی شقاق واقع نہیں ہوا ہے لیکن

شوہر وظیفۂ زوجیت بجالانے سے قاصر ہے۔ قرآن اور حدیث سے، انتظار کی مدت معین نہیں ہے، فقہ حنفی اس معاملہ میں بہت غیر مناسب ہے یعنی امام ابوحنیفہ کی رائے میں ۱۲۰ سال اور امام ابویوسف کی رائے میں سو سال تک انتظار کرنا چاہیئے۔ (ہدایہ جلد اول صفحہ ۵۹۸ و ۵۹۹) امام شافعی کی رائے میں صرف ۷ سال اور امام مالک کی رائے میں صرف چار سال انتظار کافی ہے (ہدایہ ص ۵۹۹) امام حنبل اور فقہائے شیعہ کی رائے، امام مالک سے متفق ہے اور یہ زیادہ مناسب رائے ہے بخاری میں مفقود الخبر کا باب موجود ہے (۶۸ : ۲۱) جس میں اگرچہ آنحضرتؐ کی کوئی حدیث تو درج نہیں ہے لیکن ابن المصیب کی رائے درج ہے کہ اگر کوئی شخص جنگ میں لاپتہ ہو جائے تو عورت کو ایک سال انتظار کرنا چاہیئے اور ابن مسعود کا واقعہ درج ہے کہ انھوں نے اپنی خادمہ کے خاوند کی ایک سال تک تلاش کی اور اس کے بعد اسے مفقود الخبر قرار دیدیا حالانکہ وہ جنگ میں شریک نہ تھا اور موجودہ حالات میں جبکہ مخابرت اور مراسلت کے ذرائع اس قدر وسیع اور آسان ہوگئے ہیں ایک سال، انتظار کے لئے کافی مدت ہے۔

شوہر کا حق طلاق

اگرچہ طلاق کا حق بروئے قرآن مجید خاوند کو حاصل ہے لیکن اس حق کے استعمال پر قیود عاید ہیں چنانچہ حسب ذیل طریق واضح الفاظ میں مذکور ہے" اور اگر تمکو زوجین کے مابین شقاق کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ خاوند کی طرف سے اور ایک پنچ عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو اگر زوجین مصالحت کے آرزومند ہوں تو اللہ ان میں اتحاد پیدا کردے گا اور اگر وہ جدائی پر تل جائیں تو پھر اللہ اپنے فضل سے دونوں کو احتیاج سے آزاد کر دے گا (۴: ۱۳۰) اس آیت سے واضح ہے کہ تمام مناقشات میں جو میاں بیوی کے مابین واقع ہوں اور جن میں یہ اندیشہ ہو کہ تعلقات منقطع ہوجائیں گے، فریقین کے خاندان سے دو پنچ مقرر کئے جائیں گے اور ان کا فرض یہ ہوگا کہ پہلے زوجین میں مصالحت کی کوشش کریں اور اگر مصالحت ناممکن ہو تو پھر طلاق واقع ہوگی۔ پس اگرچہ طلاق تو خاوند ہی دیتا ہے لیکن ججوں کے فیصلہ کا وہ بھی اسی قدر پابند ہے جس قدر بیوی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خاوند محض اپنی مرضی سے طلاق نہیں دے سکتا اُسے لازم ہے کہ طلاق دینے سے پہلے اس معاملہ کو دو ججوں کے سامنے پیش کرے اور ان کا فیصلہ

ناطق ہو گا۔ چنانچہ حضرت علی رضہ نے ایک شوہر سے، جس کا خیال یہ تھا کہ مجھے بذات خود طلاق دینے کا حق حاصل ہے، یہ فرمایا کہ تمہیں اس آیت کی رو سے ججوں کے فیصلہ کی پابندی کرنی لازمی ہے۔ (تفسیر رازی جلد سوم ص۳۲) اگرچہ یہ طریق کار معاملہ تھا تاہم اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قانون نے جو اختیار پیدا کیا ہے اس کی رو سے صاحب اختیار کو یہ مداخلت کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب مسلمان کسی غیر مسلم حکومت میں رہتے ہوں تو وہاں کونسا طریق کار مناسب ہو گا۔ اس صورت میں اگر حکومت کی طرف سے قضاۃ کا تقرر نہ ہوا ہو تو پھر یہ تقرر ملت اسلامیہ کے ہاتھ میں ہو گا اور وہ اس حق کو مناسب طریق پہ استعمال کر سکے گی۔ اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو پھر فریقین خود جو انتظام چاہیں کر لیں۔ پس اگر مسلم حکومت یا جماعت طلاق کے طریق کار سے متعلق کوئی قانون بناتی ہے اور خاوند پر ایسی قیود عائد کرتی ہے جو قرآنی اصولوں کے خلاف نہ ہوں تو یہ صورت بالکل اسلامی ہو گی،

حالتِ حیض میں طلاق

حیض کو اکثر مذاہب میں ناپاکی تصور کیا جاتا ہے اور اس حالت میں عورت مرد سے علیحدہ رہتی ہے چنانچہ ہندوؤں اور یہودیوں میں بھی یہی دستور ہے۔ قرآن مجید میں حیض کا بیان بطور مقدمۂ طلاق کیا گیا ہے اور حالت حیض میں زوجہ سے مقاربت ممنوع ہے کیونکہ "مضر صحت" ہے (۲: ۲۲۲) اور چونکہ حالت حیض میں تعلقات زناشوی عارضی طور پر منقطع ہو جاتے ہیں اس لئے دوران حیض میں طلاق بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلعم کو اطلاع ہوئی کہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دیدی تو آپ نے اس طلاق کو ناجائز قرار دیکر ابن عمرؓ کو حکم دیا کہ اپنی بیوی کو بدستور اپنی زوجیت میں رکھو (بخاری ۶۸: ۱) پس طلاق صرف حالت طہر میں جائز ہے (جبکہ عورت کو حیض نہ آرہا ہو) اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر زوجین نے حالت طہر میں مقاربت کر لی ہے تو طلاق نہیں ہو سکتی اس کے معنے صاف طور پر یہ ہیں کہ طلاق پر مناسب قیود وارد کی جائیں

(باقی آیندہ)

---

۱۴ اور آنحضرت صلعم نے ایک شوہر کی طلاق کو فسخ کر کے تجدید تعلقات کرا دی تھی (بخاری ۶۸: ۲و۱)

مغربی سوشل ازم اسکے خواب اور مفروضات

از جناب مولوی آفتاب الدین احمد صاحب

فاقم وجهك للدين حنيفاً ؕ فطرت الله التى فطر الناس عليها ؕ لاتبديل لخلق الله ؕ ذالك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون (الروم-۳۰) سو راست روی اختیار کرتا ہوا اپنی توجہ کو دین کے لئے قائم رکھ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو جس پر اس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیا ہے اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ قائم رکھنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تہذیب انسانی کے ارتقاء میں یہ ضروری ہے کہ نئی خواہشات انسانی دماغ میں پیدا ہوں اور ان کو پورا کرنے کی مساعی کی جائیں لیکن یہ ضروری ہے کہ اس حقیقت پر غور کیا جائے کہ معاشرت کو سدھارنے کے لئے جو خواہشات پیدا ہوتی ہیں وہ اس لحاظ سے پوری نہیں ہوتیں جیسی کہ وہ پہلے نظر آتی ہیں چند ایسے شدید قوانین قدرت ہیں جو ہماری خواہشات کو عملی جامہ پہننے سے پہلے کم کر دیتے ہیں۔ انسان میں فضا میں اڑنے کی خواہش پیدا ہوئی اور وہ آج واقعی ہوا میں اڑتا ہے لیکن سائنس کی تمام ترقی کے باوجود اسے ہوا میں وہ آزادی حاصل نہیں جو کہ ایک پرندہ کو حاصل ہوتی ہے انسان میں دریا اور سمندر کو عبور کرنے کی خواہش پیدا ہوئی ہزاروں سال کے تجربات اور فن جہازرانی کی ترقیات کے بعد انسان کو پانی پر بڑی طاقت حاصل ہو گئی ہے لیکن اس تسلط کے باوجود وہ پانی میں ایک مچھلی اور بطخ کی مانند آزاد نہیں۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ تمام دھاتیں ایک ہی زمین سے نکلتی ہیں انسان نے محسوس کیا کہ تانبے اور پیتل کی ادنٰے دھاتیں علم کیمیا کے ذریعہ سونے اور چاندی کی اعلےٰ دھاتوں میں بدلی جا سکتی ہیں اور اس کی اسی خواہش سے علم کیمیا نے ترقی کی اور اس میدان میں جو کوششیں کی گئی ہیں ان کے نتیجہ میں بیشمار قیمتی ایجادات ہوئی ہیں لیکن صدیوں کی

کشمکش کے بعد انسان کو یہ طاقت حاصل نہیں ہوئی کہ وہ ادنیٰ دھات کو اعلیٰ دھات میں بدل سکے

اسی طریقہ سے ابتدائے تاریخ سے انسان اس خواہش کو محسوس کرتا رہا ہے کہ وہ انسان کی سماجی زندگی میں مکمل مساوات قائم کر سکے یہ خواہش ہمارے زمانہ میں جنگلی آگ کی طرح بھڑک اٹھی ہے لیکن انسان کی بیشمار دوسری خواہشات کی طرح اس خواہش کو بھی مسلسل تغیر و تبدل سے گذرنا پڑا ہے پیشتر اس کے کہ وہ زندگی کی ایک حقیقت بن سکے۔

انقلاب کے جوش میں روسیوں نے بڑے سنہری خواب دیکھے لیکن چند سالوں کے تجربات نے ثابت کر دیا کہ ان خوابوں میں بھی تغیر و تبدل ضروری ہے پیشتر اس کے کہ وہ واقعی عملی جامہ پہن سکیں روسی انتہائی سوشلزم کے قائدین کو اب معلوم ہو چکا ہے کہ انسان کی معاشی زندگی میں مکمل مساوات ناممکن ہے وہ لوگ جو ابھی تک اس تصوریت پر مصر ہیں جو ابتدائی انقلابیوں کے دماغوں پر چھائی ہوئی تھی انہیں "مساوات کے تاجر" کا خطاب دیا گیا ہے اور یہ خطاب روس کے موجودہ ڈکٹیٹر نے انہیں تضحیک کے ساتھ دیا ہے۔ اصلاحات کے لئے جوش کا پیدا ہونا ہمیشہ اچھی چیز خیال کی جاتی رہی ہے لیکن اس پر عملی عقل کا کنٹرول ہونا چاہیئے نہیں تو ہم اس سے زیادہ مشکلات پیدا کر دیں گے جتنی کہ ہم رفع کرنی چاہتے ہیں۔

مغربی سوشلزم جس کا گہوارہ آج روس بنا ہوا ہے اس کی بنیاد چند مفروضات پر ہے جن کا اسلام نے رد کیا ہے اور انسان کی آزاد اور متوازن بصیرت نے بھی اس کا رد کیا ہے کیونکہ وہ انتہا درجہ کی غلط اور ضرر رساں ہے۔

(۱) اس کا پہلا مفروضہ یہ ہے کہ وہ شخص جسے تھوڑی دولت حاصل ہے اسے اس شخص سے نفرت اور رقابت رکھنی چاہیئے جسے زیادہ دولت حاصل ہے لیکن یہ مفروضہ بالکل غلط ہے اگر ہم آج غریب کو امیر سے نفرت کرتا ہوا پاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اول الذکر کو وہ آرام دہ ضروریات زندگی حاصل نہیں جو موخرالذکر کو حاصل ہیں لیکن چونکہ ہمارے زمانے میں بدقسمتی سے دولت کو عزت کا معیار تصور کیا گیا ہے محض عزت کی وجہ سے ایک آدمی کو حقیر خیال کیا جاتا ہے۔ ایک غریب آدمی میں خواہ قلب و دماغ کی کیسی ہی خصوصیات موجود ہوں لیکن اگر اس کے پاس مادی دولت نہیں تو اسے حمب سمجھ کر اسے کسی قابل نہیں سمجھا جاتا اس لئے غربا کی نفرت امراد کے ردعمل

میں پیدا ہوتی ہے اگر آج دولت مند لوگ اپنے دماغوں سے غریبوں کی نفرت کو خارج کر دیں اور دولت کو عزت کا معیار سمجھنا چھوڑ دیں تو غربا کی دولتمندوں سے نفرت میں بہت حد تک کمی واقع ہو جائے گی۔

(۲) مغرب کے کمیونسٹ طرز کے انتہائی سوشل ازم کا ایک مفروضہ یہ ہے کہ انسان فطری طور پر سماجی طبقات سے نفرت کرتا ہے اور سماجی اور معاشی لحاظ سے کسی کے ماتحت زندگی بسر نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ بھی بالکل غلط ہے۔ چونکہ نیچر نے مختلف اشخاص میں مختلف استعدادیں رکھی ہیں اور ان استعدادوں میں مختلف درجے مقرر کئے ہیں اور مختلف استعدادوں کے ساتھ مختلف اقدار وابستہ ہیں اور ہر شخص کے دماغ میں اس کی استعداد کے مطابق قناعت بھی رکھی ہے بالفاظ دیگر ہر ایک شخص کم وبیش قناعت کرتا ہے بجز اس صورت کے کہ اس کی فطرتی استعداد اسکو کسی کام کے لئے اُبھارے۔ اس کی بدیہی مثال یہی ہے کہ انسان اس وجہ سے ناخوش نہیں رہتا کہ اس کی دولت پیدا کرنے کی طاقت دوسروں سے کم ہے وہ بجا طور پر غیر مساوی مواقع کی شکایت کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مساوی مواقع بہم پہنچائے جائیں تو کوئی شخص اس طرف مائل نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے کی بڑھی ہوئی استعداد کی وجہ سے اس سے بغض رکھے۔ موجودہ طبقات کے درمیان نفرت اس وجہ سے ہے کہ آجکل فضیلت کا معیار جسم اور دماغ کی خوبیاں نہیں ہیں بلکہ اسکا انحصار پیدائش یا اسی قسم کے اتفاقی امور اور واقعات پر ہے۔ فضیلت کی بنیاد طبعی اور حقیقی نہیں ہے بلکہ غیر طبعی اور مصنوعی ہے اگر ایک شخص میں کوئی اچھی خوبی یا قدرت کا عطیہ ہو تو دوسرے لوگ جن میں یہ استعداد مفقود ہے تو وہ قدرتی طور پر اس کی اطاعت پر مائل ہوں گے اور اس بنا پر اس کا بلند معیار پر زندگی بسر کرنا بھی انہیں ناگوار نہیں ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ سماجی طبقات کی افتاد یہی ہے۔ یہ تاریخ انسانی کا غلط مطالعہ ہے کہ سماجی نظام دھوکا اور ناجائز منفعت پر قائم ہے اور تاریخ میں آج تک لوگ عام طور پر سادہ لوح تھے حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہے عوام ہمیشہ موجودہ عقلیت پرست اور نظریات قائم کرنیوالوں سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار تھے بلکہ شریف النفس بھی تھے۔ وہ صرف بعض افراد کی فوقیت کو ہی تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ یہ بھی انہیں مسلم تھا کہ ایک سارے خاندان میں بھی ایسی استعداد کا امکان ہے۔ جس امر پر اسے غصہ آتا تھا وہ یہ ہے کہ کسی صاحب استعداد شخص کے ناکارہ رشتہ دار یا ورثا سازش کرکے اس مذکورہ شخص

شخص کے خاندان میں وقار اور قیادت کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔ یہ واقعی ایک بے انصافی ہے جس کے خلاف ایک آدمی کا دماغ بغاوت کرتا ہے۔ لیکن معاملہ یہیں پر بس نہیں ہو جاتا اس قسم کی سازش کے ذریعہ سے جب غیر مستحق لوگ قصداً اس وقار کو قائم رکھنا چاہتے تھے اور ایک غریب مستعد اور مستحق شخص کے لئے قیادت کے دروازہ کو ناجائز طور پر بند کر دیتے تھے تو اس سے غربا کے دل میں نفرت اور حقارت کے جذبات بڑھ جاتے تھے حتیٰ کہ اس استبداد کا پیمانہ لبریز ہو کر اچھل جاتا تھا تو اس کے نتیجہ میں کوئی خونی انقلاب پیدا ہو جاتا تھا۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ اس طبقہ کی سازشیں جس کو یہ رعایات حاصل تھیں یہ ان سے بالکل بعید تھا کہ وہ غربا کی استعدادوں کا اعتراف کریں اور ان کو سماجی نظام میں ان کی جائز حیثیت دیں ان کو نان شبینہ سے بھی محتاج کر دیتے تھے ان حالات میں یہ ناراضگی اور اس کے نتیجہ میں یہ انقلاب بالکل طبعی امر تھا۔

۳۔ تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص اپنی ذاتی اور خانگی زندگی میں منہمک ہو جاتا ہے تو لازمی ہے کہ وہ انسانوں کی عام ہمدردی سے محروم ہو جائے جب تک اس کے ذاتی اور خانگی مفاد کا خاتمہ نہ کر دیا جائے تو اس میں عالمگیر ہمدردی کے پائیدار جذبات پیدا نہیں ہو سکتے بہ الفاظ دیگر ان کا خیال ہے کہ ایک شخص کے خانگی امور اور بنی نوع انسان کے متعلق اس کے فرائض میں جبلّی طور پر ناقابلیت اور نامطابقت ہے۔ یہ دونوں باتیں ساتھ ساتھ نہیں چل سکتیں اس نظریہ کا اسلام نے رد کیا ہے اور زندگی کے حقایق بھی اس کا ابطلان کرتے ہیں۔ اسلام کا یہ بالکل درست خیال ہے کہ آدمی میں محبت اور ہمدردی کے جذبات دریا کے نور کی مانند ہیں جو انسان کے دل سے نکلتا ہے اور جوں جوں یہ آگے بڑھتا ہے اس کا میدان وسیع ہوتا چلا جاتا ہے اگر تم قریب سے اسے روک دیتے ہو تو پھر اس کا آگے بڑھنا رک جائیگا۔ دوسرے الفاظ میں یہ بالکل غیر طبعی ہے کہ انسان اپنے خاندانی حلقہ میں دلچسپی لینا چھوڑ دے اور دنیا کی انسانیت کے لئے رحم اور محبت کا مجسمہ بن جائے ایک شخص جو کہ اپنے بچوں سے محبت کرنے کے قابل نہیں وہ دوسروں کے بچوں سے محبت نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ ایک عام تجربہ ہے کہ ایک شخص جس کی محبت کا دائرہ بہت تنگ ہو تو وہ وسیع جذبات کے معاملہ میں سرد مہر اور سنگدل ہو جاتا ہے لیکن اس میں جذبۂ محبت کے تنگ دایرے کا قصور نہیں بلکہ اس نظام کا قصور ہے جو اس کے جذبہ کی رہنمائی

کرتا ہے اگر سوسائٹی کے افراد عام طور پر سوسائٹی کے عام مفاد کو نظرانداز کرتے ہوں اور ان کو بھی تشویش ہو کہ ان کے اپنے خاندان پھلیں پھولیں یا انسانیت کے عام مفاد قومی خوشحالی کے لئے پاؤں تلے روندے رہے ہوں تو ابھی بیقاعدگیوں کے رونما ہونے میں سوشل نظام کا قصور ہے۔

بین الاقوامی اخوت کا وہ تصور جسے اسلام نے عملی جامہ پہنایا ہے وہ اب تک دنیا کیلئے ایک عجوبہ بنا ہوا ہے اس اخوت میں رنگ، نسل اور زبان کا کوئی امتیاز نہیں۔ سماجی استحکام اور ہمدردی کا جذبہ جو اسلامی اخوت پر ساری اور طاری ہے اس کی نظیر دنیا کی کسی ایسی جماعت سے نہیں ملتی جس کی بنیاد نسل، جغرافیائی حیثیت، زبان، مذہب یا معاشی مفاد پر ہو۔ اس اخوت کی حقیقت کو لوگوں کے سامنے نمایاں کرنے کے لئے حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی مدنی زندگی کے آغاز میں مہاجرین اور انصار میں ایک خاندانی رشتۂ محبت قائم کر دیا کہ جس کی نظیر دنیا میں نہ پہلے نظر آتی ہے نہ بعد میں ہر ایک انصاری نے اپنی آدھی جائداد مہاجر کو دے دی اور اس سے مذہبی برادری کی ایک بینظیر مثال قائم ہو گئی لیکن اس سے ایک طبعی قانون کی خلاف ورزی ہو گئی جس کا عمل بہت گہرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی برادری کی اہمیت کو بتاتے ہوئے قرآن مجید نے ان فرائض پر زور دیا ہے جو دور و نزدیک کے رشتہ داروں کی طرف سے انسان پر عائد ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی جوش کی فراوانی میں عارضی رکاوٹ پیدا کرتے ہوئے حکم دیا ہے۔ واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله من المومنین والمهجرین الا ان تفعلوا الی اولیٰئکم معروفا کان ذالك فی الكتاب مسطورا۔ اور رشتہ دار اللہ کے حکم میں مومنوں اور مہاجروں کی نسبت ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھتے ہیں مگر یہ دوسری بات ہے کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرو یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ (الاحزاب ۶)

مختصر یہ کہ سماجی انقلاب جو اسلام نے پیدا کیا اس نے اس نظریئے کے پرخچے اڑا دیئے کہ انسان کی اپنے خاندان سے محبت انسانیت سے محبت کے ساتھ ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔

(۴) اس ضمن میں چوتھا مفروضہ یہ ہے کہ فرد کا کیرکٹر اس کے ماحول کی پیداوار ہے یعنی

آدمی کے ایسے عیوب مثلاً رقابت، عناد، حرص، بے رحمی، سنگدلی اور ہر وہ چیز جو آدمی میں
سماج کے خلاف جذبات پیدا کرتی ہے اس کی اصل ایک ناقص سماجی نظام میں ہے۔ دوسرے
الفاظ میں اگر سماجی نظام مکمل ہے خصوصاً معاشی نقطہ نگاہ سے مثلاً اگر تمام انسانوں کو معاشی
لحاظ سے ایک جیسے مواقع حاصل ہیں تو یہ مصائب خود بخود غائب ہو جائیں گے لیکن یہ بھی حقائق
کا غلط مطالعہ ہے یہ محض خواہشات کے مطابق سوچنا ہے کہ اگر دو شخصوں کی زندگی میں ایک
جیسی مادی جائداد دیدی جائے تو ان کے درمیان کوئی رقابت پیدا نہ ہوگی اس کے برعکس
تجربہ میں یہ پایا گیا ہے کہ بہت دولتمند آدمی بھی ایک غریب آدمی کی معمولی سی جائداد اور تھوڑے سے
سے دولت کے حصول پر رقابت محسوس کرتا ہے۔ اسلام اس امر کو تسلیم نہیں کرتا کہ مکمل سماجی
امن کے لئے سماجی نظام کی بنیاد معاشی انصاف اور معقول حد تک مساوات ہونی چاہیئے
اسلام اس نقطہ نگاہ کے خلاف ہے کہ مادی ماحول میں تبدیلی یقیناً انسانی دماغ میں مکمل تبدیلی
پیدا کر دے گی۔ اسلام مادی ماحول کی بہتری اور ترقی پر زور دیتا ہے لیکن یہ اتنا ہی زور ایک
نمایاں اور موثر اخلاقی ضابطے پر بھی دیتا ہے تاکہ پیش نظر مقصد حاصل ہو سکے۔

خدا کی یاد۔ اپنے اعمال کا محاسبہ پشیمانی کے احساس کی نشو و نما اور زندگی کی بلند
اقدار کی قدردانی اندرونی کلچر کے لئے تجویز کئے گئے ہیں۔ اس لائن پر ایک باقاعدہ جدوجہد
اور اس کے پہلو بہ پہلو ایک منصفانہ سماجی نظام انسانی کیرکٹر کو بہتر بنا دے گا اور یہی مغرب کی
سماجی تحریکات کا مطمح نگاہ ہے۔

(۵) ابھی اس مغربی تحریک کا ایک مفروضہ اور ہے کہ انفرادی معاشی آزادی اور تسلی بخش سماجی
نظام ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ صاف الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ اگر ایک شخص بالکل آزاد ہو
کہ وہ اپنی خداداد استعداد سے کام لیکر جتنی چاہے دولت پیدا کر سکے تو وہ یقیناً اپنی دولت کے ذریعہ
سے دوسروں سے ناجائز فائدہ حاصل کرے گا۔ دوسرے الفاظ میں ایک شخص کو آزادی کہ وہ
جتنی چاہے دولت پیدا کر سکے یقیناً اسے ایک خود غرض آدمی بنا دے گی جو دوسروں کے حقوق
اور آرام کو پاؤں تلے کچل رہا ہو یہ خیال بھی بالکل غلط ہے اسلام نے ایسے اصول اور ضابطے
مدون کئے ہیں جو آدمی کو آزادی دیتے ہیں کہ وہ اپنی قابلیت کے مطابق جتنی چاہے دولت پیدا

کر سکے اور دولت جو وہ کمائے وہ عام طور پر لوگوں کے لئے مفید ثابت ہو اسلام اتنی خوش اسلوبی کے ساتھ دولت کی پیداوار اور تقسیم کو سرانجام دیتا ہے کہ جہاں اس سے دولت کمانے والے کو اپنے کام کے نتائج سے خوشی حاصل ہوتی ہے وہاں اس کے دل میں ان لوگوں کے لئے جو اس کے حریف ہیں یا قسمت نے ان کی یاوری نہیں کی ہمدردی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے دماغ میں شیطانی رجحانات اس وقت ترقی کرتے ہیں جب وہ فطرت کے بعض غیر متغیر قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے اگر وہ اپنی خداداد قابلیتوں سے کام لیتے ہوئے ان قوانین کی خلاف ورزی نہ کرے تو خواہ اسے کیسی ہی طاقتیں حاصل ہو جائیں وہ دوسروں کے لئے خطرہ اور نقصان کا موجب نہیں۔ یہ نوع انسانی کی بدقسمتی ہے کہ وہ ان قوانین کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتی اور انہیں معلوم کر کے ان پر عمل پیرا نہیں ہوتی جب انسان ان قوانین کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے نتیجہ میں اس کے حالات بگڑ جاتے ہیں اور اس کے سماجی تعلقات میں انحطاط پیدا ہو جاتی ہے وہ اس معاملہ میں اپنا قصور معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتا صرف عمل کے اس راستہ پر گامزن ہو جاتا ہے جس سے اس کے نقصان کی تلافی ہو سکے۔ یہ اشیاء کی طرف یقیناً سائینٹیفک رجحان نہیں ہے تجربہ کرتے ہوئے اتنے قوانین سے بعض دفعہ اکٹھے اور بعض دفعہ مجتمع طور پر یہ سابقہ پڑتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے کہ کسی مرحلے پر معمولی سی غلطی تجربہ کرنے والے کی ساری کوششوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہے۔ یہ عقلمندی نہیں کہ ہم تجربہ کو صرف اس وجہ سے مشکوک خیال کریں کیونکہ تجربہ کرنے والا ان تمام قوانین سے واقف نہیں جو کہ اس تجربہ میں کارفرما ہیں۔

معاشی زندگی میں انسانی کشمکش کے لئے نیچر نے ایک جچا تلا اور واضح طریق کار مقرر کر رکھا ہے اس طریق کار پر اتنے قوانین اثر انداز ہوتے ہیں کہ انسان آسانی کے ساتھ اس معاملہ کو سرانجام نہیں دے سکتا یہ معاملہ بروئے کار بھی آ جائے اور اس کی سماجی زندگی کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور یہی وہ چیز ہے جس پر گذشتہ کافی عرصہ سے یورپ عمل پیرا رہا ہے اور انھوں نے چونکہ معاملہ کو اچھی طرح سرانجام نہیں دیا اسلئے نوع انسانی کے سارے ڈھانچے میں دفعتاً گرنے کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے انھوں نے فرد کو وہ بنیادی آزادی دینے سے بھی انکار کر دیا ہے جس پر آغاز تاریخ سے انسانی سوسائٹی کا انحصار رہا ہے۔ اسلام ان مصائب کے علاج کے لئے

زیادہ امید افزا اور اعتماد پیدا کرنے والی تجاویز پیش کرتا ہے جو آج کی مہذب دنیا کے بچوں والے دماغ نے پیدا کی ہیں ؛

اسمائے الٰہیہ

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

اسمائے الٰہیہ مندرجہ قرآن کی طرف میں خاصکر فی زماننا مسلم متکلمین کی توجہ کو پھیرتا ہوں یہ ایک بے بہا خزانہ ہے وہ اس خزانہ کو کھودیں اور یقیناً یاد رکھیں کہ وہ آج بھی اسلام کو اگر ہر رنگ کے خزائن سے معمور کرنا چاہتے ہیں تو وہ سب کے سب خزائن ان ہی اسماء میں مستور ہیں۔ شوکت۔ طاقت سطوت۔ دولت۔ علم و عرفان۔ فضیلت۔ الغرض ہر کسب انسانی کے کمال پر یہ اسماء حاوی ہیں ان امور کے حصول کی راہیں۔ ان اسماء میں لکھی پڑی ہیں۔ کتاب مبین یا لوح محفوظ کی حقیقت کُل کی کُل ان ننانوے ناموں میں مندرج ہے۔ کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں ان کی خوبُو ہے۔ ہوائیں چل کر وبا زدہ جگہوں کو پاک کرنے کے لئے سبحان کی شان اگر دکھلاتی ہیں۔ تو ان کا بعض دفعہ طوفانی شکل اختیار کر کے جہازوں کو غرق کر دینا بڑے بڑے درختوں اور مکانوں کو اکھیڑ پھینکنا۔ دراصل جباریت۔ اور قہاریت کی شان میں جلوہ آرا ہوتا ہے۔ یہی ہوائیں اگر درخت کو بارور کرنے میں شان ربوبیت دکھلاتی ہیں تو کسی بیمار کو اپنے تازہ انفاس سے صحت دیکر مظہر شافی ہو جاتی ہیں یہ کیفیات مختلف خدا کی مخلوقات میں مختلفاً موجود ہیں۔ پھر انسان جس کے اندر یہ سارے مظاہر قدرت جمع ہو گئے ہیں۔ سمجھ لے کہ وہ مظہر خدا ہو کر دنیا میں کیا کچھ کر سکتا ہے۔ اسی مقصد اعلیٰ کے حاصل کرنے کے لئے اسلام نے ذکر و فکر کا دروازہ کھولا ہے جو صوفیائے کرام کی جان اور بزرگان دین کا ایمان تھا۔ لیکن آج اسی کیمیائے سعادت کو متصوفین زمانہ نے بے معنی ورد و وظائف میں بے حقیقت کر دیا ہے۔

حمد و تسبیح کا حکم قرآن نے دیا ہے لیکن اس سے مراد سبحہ شماری نہیں۔ خدائے حمید و سبحان

کی ذات ہماری حمد و تسبیح سے بے نیاز ہے۔ اس کا فائدہ اگر ہو سکتا ہے تو انسان کو بشرطیکہ جن اسمائے الٰہیہ کی وہ گنتی کرنا موجب سعادت سمجھ رہا ہے۔ اور اس کا نام وہ ذکر الٰہی رکھے ہوئے ہے اس کی بجائے ان اسماء کی حقیقت سے وہ آشنا ہو جائے۔ عربی زبان میں ذکر کے معنی کسی چیز کو یاد کرنا اور اسے اپنی آنکھ کے سامنے لانا ہوتا ہے فکر سے مراد تدبر۔ غور۔ سوچنا وغیرہ ہے۔ اذکار و افکار ماثورہ سے مراد یہ ہے۔ اور قرآن بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہم اسمائے الٰہیہ میں سے کسی اسم کو لے لیں۔ یا اگر اسم ذات کو ہی بغرض ذکر لے لیں۔ تو بروقت ذکر اس کی کسی صفت کو سامنے رکھیں جس کا تعلق عبادت کنندہ کی کسی غرض سے ہو۔ مثلاً حب یا فتوحات کے لئے بعض وقت لوگ اسم ودود۔ فتاح۔ غنی وغیرہ کا وظیفہ شروع کر لیتے ہیں لیکن خالی ان ناموں کے گننے سے کوئی فائدہ حقیقی مرتب نہ ہوگا وہ ان اسماء مبارکہ کو بار بار پڑھیں مگر اس خیال سے کہ انہیں ان اسماء کے کوائف پر غور و فکر کرنے کا موقع ملے۔ ان امور کو سوچیں جو ودود یا فتاح کی شان کے شایاں ہوں۔ یعنے وہ کون سے امور ہیں جن کے ہونے سے ودودیت یا فتاحیت کا ظہور ہوتا اور وہ امور کن اسباب سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا ہی وہ باتیں کس طریق پر اور کن راہوں سے ذکر کرنے والے میں اس کے حسب استعداد پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس کے بالمقابل تسبیح پڑھنے والا ان امور کو بھی ذہن میں لائے جو اُن کے نقیض ہوں۔ وہ اپنے نفس کا بھی احتساب کرے کہ آیا وہ ان امور سے ملوث تو نہیں۔ اور اگر ہے تو کس طریق اور کن راہوں سے وہ ان سے پاک ہو سکتا ہے اس ذکر و فکر کو پھر وہ عملی جامہ پہنائے۔ یعنے وہ ودود اور صمد کے شایان حال امور اپنے اندر پیدا کرے۔ اور ان کی مقتضیات کے خلاف امور سے منزہ ہونے کے لئے قدم اٹھائے۔

یہ صحیح ہے کہ اس قسم کے ذکر فکر کے لئے ایک باریک بین دماغ کی ضرورت ہے۔ ان امور کو سمجھ لینا ہر ایک کا کام نہیں ان کی حقیقت سے کما حقہ آشنا ہونا اسی کی شان ہے جو فطرت انسانی اور دیگر اسرار کائنات کو زیر مطالعہ رکھتا ہے لیکن کوشش پر لنهدینهم سبلنا کا مژدہ موجود ہے۔ خدا خود راستہ دکھلانے کا وعدہ کرتا ہے اس کی آسان اور نتیجہ خیز راہ تدبر و تفکر قرآن ہے تم جس اسم ربانی کا ذکر کرو اس کے خط و خال سمجھنے کے لئے قرآن کو پڑھو۔ قرآن ہی تمہیں بتلاوے گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ (باقی دارد)

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں۔ (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط وکتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس[۲۱] سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس[۲۱] سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رحجان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قایم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں ملٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

لنگ مسلم مشن انگلستان کی ...کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۸ہے ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک ریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اسس ہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ہے (۷) ووکنگ مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ ب و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ قصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ ستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا سلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں وی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک۔ یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت وحمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین صرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے رو براہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے:۔

(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت واشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam, The Mosque, Woking, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں